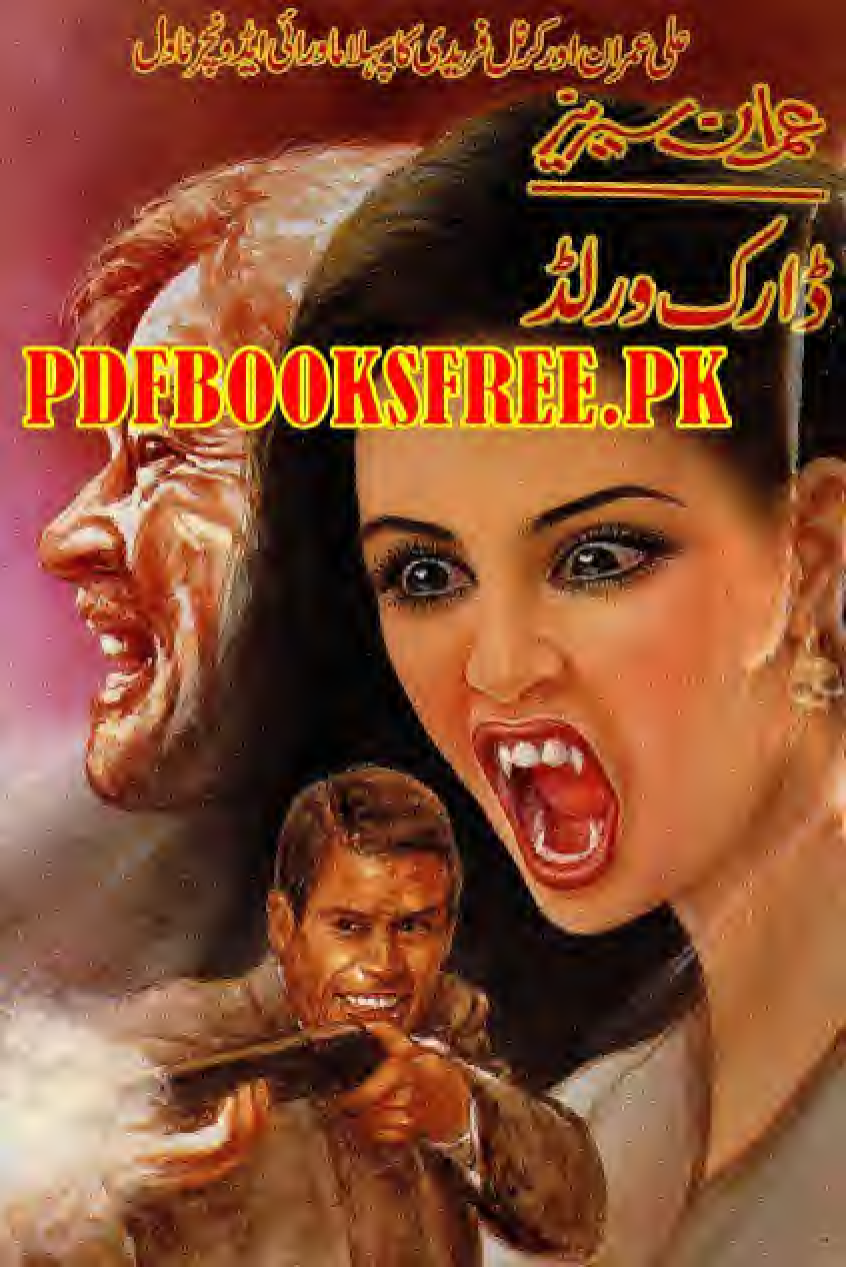

PDFBOOKSFREE.PK

عمران سیریز نمبر 37 A

ماورائی نمبر

کرنل فریدی اور عمران کا پہلا مشترکہ ماورائی ناول

ڈارک ورلڈ

مکمل ناول

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

جملہ حقوق دائمی بحق ناشران محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

مصنف ----- ظہیر احمد
ناشران ----- محمد ارسلان قریشی
---------- محمد علی قریشی
ایڈوائزر ----- محمد اشرف قریشی
طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

ARSLAN PUBLICATIONS MULTAN
Price Rs 200/-

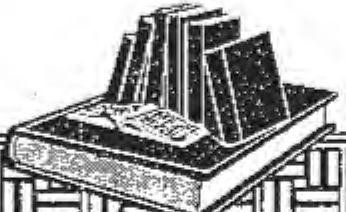

محترم قارئین
السلام علیکم!

میرا نیا ناول ''ڈارک ورلڈ'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کی فرمائش پوری کرتے ہوئے میں نے عمران اور میجر پرمود کے بعد آخر کار عمران اور کرنل فریدی پر ایک ضخیم ناول لکھا ہے۔ مشترکہ ناول لکھتے ہوئے میری یہی کوشش تھی کہ کرنل فریدی کو عمران کے ساتھ کسی ایسے ناول میں لاؤں جس کا موضوع ہر لحاظ سے قطعی منفرد اور اچھوتا ہو اور اس موضوع پر پہلے طبع آزمائی نہ کی گئی ہو۔ سوچ کر آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ماورائی سلسلے کا ہی ایک ایسا موضوع ہے جس پر آج تک عمران کے ساتھ کرنل فریدی پر کوئی ناول نہیں لکھا گیا۔ چنانچہ میں نے ماورائی ناول میں کرنل فریدی کو ایک نئے اور اچھوتے انداز میں آپ کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ تو آپ ناول پڑھ کر ہی جان سکیں گے۔ زیر نظر ناول میں، میں نے کرنل فریدی کے پرانے کرداروں کو ہی ساتھ رکھا ہے جو کرنل فریدی کے اصلی ساتھی اور اس کا اثاثہ ہیں۔ امید ہے آپ کو یہ کردار یقیناً پسند آئیں گے۔

قارئین کی اکثریت اس بات پر اصرار کرتی ہے کہ میں ماورائی سلسلے پر زیادہ سے زیادہ لکھا کروں جبکہ کچھ قارئین ایسے بھی ہیں جو

اس سلسلے کو پسند نہیں کرتے ان کا کہنا ہے کہ میں ایسے ناول لکھتا ہوں تو ان ناولوں میں بچگانہ پن جھلکتا نظر آتا ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ ماورائی سلسلے میں شیاطین اور اس کی ذریتیں جو ساحرانہ علوم پر انتہائی حد تک دسترس رکھتی ہیں اور جب وہ کسی باکردار اور مردِ مومن کے مقابلے پر آتی ہیں تو وہ اسے مٹانے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیتی ہیں۔ ذریات اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ساحرانہ طاقتوں کا ہی استعمال کرتی ہیں اور جب وہ اپنی ساحرانہ طاقتوں کا استعمال کرتی ہیں تو ایسی ہی کہانیاں اور ایسے ہی واقعات جنم لیتے ہیں جنہیں ناقابل یقین اور ناقابل فہم کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اس جدید دور میں ان کو دقیانوسی اور فرسودہ باتوں کے سوا کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ جس طرح قوم آدم کے ساتھ قوم جنات ایک مسلمہ حقیقت ہے اسی طرح جادو کو بھی ایک ایسی حقیقت حاصل ہے جس سے کسی بھی صورت میں انکار نہیں کیا جا سکتا۔ امید ہے اس بار قارئین کو اس ناول میں بچگانہ پن محسوس نہیں ہوگا اور میری محنت آپ کو یقیناً پسند آئے گی اور اس ناول میں عمران کا جو جملہ آپ کو زیادہ پسند آیا ہو یا اس کی جس بات پر آپ کو زیادہ ہنسی آئی ہو وہ جملہ آپ لکھ بھیجیں اور انعام پائیں۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

ظہیر احمد

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قاسم ایک ریسٹورنٹ کے الگ کیبن میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے انواع اقسام کے کھانوں سے میز بھری ہوئی تھی اور قاسم ان کھانے پینے کی چیزوں پر یوں ٹوٹا پڑ رہا تھا جیسے وہ صدیوں سے بھوکا ہو۔ اس کے سامنے کم از کم دس افراد کا کھانا پڑا ہوا تھا جسے وہ اکیلا کھانے میں مصروف تھا۔ وہ جب بھی کھاتا تھا اسی طرح بڑے بے ہنگم طریقے سے ہی کھاتا تھا۔ کھاتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ اور منہ مختلف کھانے کی چیزوں سے لتھڑ جاتے تھے یہاں تک کہ اس کے لباس پر بھی جگہ جگہ داغ لگ جاتے تھے لیکن قاسم کھانے پینے کے معاملے میں کسی بھی بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

قاسم کے پیچھے ایک ویٹر کھڑا تھا جو اسے مر بھکوں کی طرح کھاتے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ کیبن کا دروازہ بند تھا۔ قاسم ہر بات سے بے خبر مسلسل کھائے چلا جا رہا تھا کہ اسی لمحے کیبن کا دروازہ کھلا اور کیپٹن حمید نے اندر جھانک کر دیکھا اور پھر

گرانڈیل قاسم کو دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔ وہ پورا دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ ویٹر نے اسے دیکھ کر سلام کیا۔

''ہیلو۔ تو تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو اور میں تمہیں نجانے کہاں کہاں تلاش کرتا رہا ہوں''...... کیپٹن حمید نے اس کے قریب آ کر دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو قاسم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر وہ مرغ کی ٹانگ ادھیڑنے میں مصروف ہو گیا۔

''کیوں۔ تم مجھے کیوں ڈھونڈ دونڈ رہے تھے سالے۔ مجھ سے کچھ ادھار مدھار لینا تھا کیا''...... قاسم نے اس کی طرف دیکھے بغیر مرغ کی ٹانگ جھنجھوڑتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''نہیں۔ کافی دن ہو گئے تھے تم سے ملے ہوئے۔ سوچا تم سے مل بھی لوں گا اور تمہارے ساتھ مل کر لنچ بھی کر لوں گا''...... کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لنچ منچ کی بات مت خرو سالے۔ ان حرام کھور ویٹروں نے بڑی مشکلوں سے میرے لئے کھانے کا یہ تھوڑا سا سامان اکٹھا کیا ہے۔ سالا چڑیا جتنا کھانا ہے، اس کھانے سے چڑیا کا پیٹ تو بھر سکتا ہے میرا نہیں۔ میرے کہنے پر یہ سالا اپنا اور اپنے ساتھیوں کے حصے کا بھی سارا کھانا یہاں لے آیا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کھانے سے میرا بھلا کیا ہو غا۔ ہونہہ۔ اب ان سب سالوں کو دن بھر بھوکا رہنا پڑے غا تو تب ان کو معلوم شالوم ہو غا کہ آئندہ سے میرے لئے کتنا کھانا وانا لانا ہے''...... قاسم نے کہا۔

''اچھا خاصا کھانا تو ہے یہاں اور کتنا کھاؤ گے''...... کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کہاں اچھا کھاصا ہے سالے۔ اس چڑیا جتنے کھانے سے تو میری داڑھ واڑھ بھی غیلی ویلی نہیں ہو غی۔ اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے مجھے کسی دوسرے ریسٹورانٹ میں ہی جانا وانا پڑے غا''...... قاسم نے منہ بنا کر کہا۔

''توبہ توبہ۔ کھا کھا کر پھیلتے ہی جا رہے ہو۔ کچھ تو اپنی صحت کا خیال کرو''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''کیوں۔ میں کیوں کھیال ویال کروں سالے۔ تم مولوی تفجل حسین کے دادا جان ہو گیا جو یہاں مجھے نصیحت مصیحت کرنے کے لئے آئے ہو''...... قاسم نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میری نصیحتوں مصیحتوں کا تم پر بھلا کیا اثر ہونے والا ہے''...... کیپٹن حمید نے اسی کے انداز میں کہا۔

''تو پھر کھاموش بیٹھو اور مجھے کھانے وانے دو۔ ویٹر۔ تم کیا سالے میرے پیچھے بت بنے کھڑے ہو۔ کسی نے تمہیں میرے نوالے غننے کے لئے یہاں کھڑا کر رکھا ہے کیا''...... قاسم نے پہلے اس سے کہا اور پھر پیچھے کھڑے ویٹر سے مخاطب ہو کر اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس سر''...... ویٹر نے آگے بڑھتے ہوئے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جاؤ سالے جا کر کولڈ ڈرنکس لے آؤ فوراً۔ میرے لئے پوری دس بوتلیں لانا اور ہاں۔ ایک بوتل اس سالے حرام کھور کپتان کے لئے بھی لے آنا۔ یہ سالا بھی کیا یاد کرے غا کہ اس کا کس سیٹھ میٹھ سے پالا پڑا ہے"...... قاسم نے شہنشاہی حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اپنے لئے دس اور میرے لئے صرف ایک بوتل"...... قاسم کی بات سن کر کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"تو اور کیا سالے۔ تم کتنی بوتلیں پیؤ غے۔ ایک بوتل ہی پی لو تمہارے لئے وہی کافی ہے۔ دوسری پیؤ غے تو کھواہ مکھواہ تمہارے پیٹ میں غیس میس بھر جائے غی اور تم کسی گبارے وبارے کی طرح ہوا میں اڑ جاؤ غے"...... قاسم نے کہا۔ اس کا اس انداز میں بولنا ہی اس کی سب سے بڑی خوبی اور اس کی پہچان تھی۔ اس طرح مخصوص انداز میں بات کرنے کی وجہ سے وہ جس محفل میں ہوتا وہ محفل کشتِ زعفران بن جاتی تھی۔

"اور تم دس دس بوتلیں چڑھاؤ گے۔ اس سے تمہارے پیٹ میں گیس نہیں بھرے گی۔ تمہارا پیٹ غبارہ نہیں بنے گا"...... کیپٹن حمید نے بھنا کر کہا۔

"میں اسی لئے کھا کھا کر اپنے پیٹ کا وزن مزن بڑھا رہا ہوں سالے تاکہ وزنی پیٹ کی وجہ سے غیس میس مجھے کہیں نہ لے جائے"...... قاسم نے بڑی خوبصورتی سے اپنا دفاع کرتے ہوئے اسی انداز میں کہا تو کیپٹن حمید ایک طویل سانس لے کر رہ گیا جبکہ

ویٹر قاسم کا آرڈر لے کر سر ہلاتا ہوا کیبن سے نکل گیا تھا۔

"اچھا چھوڑو۔ مجھے ایک خالی پلیٹ دو۔ میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ اب خاصی بھوک لگ رہی ہے"...... کیپٹن حمید نے قاسم کے آگے پڑیں خالی پلیٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو قاسم نے فوراً میز کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

"خبردار۔ سالے یہ سارا کھانا میرے لئے ہے۔ تمہیں بھوخ لغی ہے تو میرے ٹھینگے سے۔ اپنے لئے اور کھانا وانا منغوا لو۔ میں اپنے کھانے مانے سے تمہیں ایک لقمہ بھی نہیں دوں غا"...... قاسم نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"حد ہو گئی۔ تم موٹے ہونے کے ساتھ ساتھ اب کنجوس بھی ہوتے جا رہے ہو"...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"ہاں۔ ہو غیا ہوں میں کنجوس منجوس، اور سالے میں اپنے باپ کا کھا کھا کر موٹا ہو رہا ہوں۔ تمہیں میرے موٹاپے پر اس قدر جلن ولن کیوں ہو رہی ہے۔ بولو کیوں ہو رہی ہے"...... قاسم نے کہا۔

"اسی طرح روز روز پھیلتے رہے تو کسی دن سچ مچ غبارے کی طرح پھٹ جاؤ گے"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"سالے۔ تم یہاں میرے پیٹ کا مذاق اڑانے کے لئے آئے ہو کیا۔ یہ میرا پیٹ ہے۔ گبارے وبارے کی طرح پھٹے یا سالا کسی بم وم کی طرح۔ تمہیں اس سے کیا"...... قاسم نے بری طرح سے چڑتے ہوئے کہا۔

''تم تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہو۔ میں نے تو سوچا تھا کہ......'' کیپٹن حمید بات کرتے کرتے رک گیا۔

''ہونہہ۔ کیا سوچا تھا تم نے سالے۔ اب تم مجھے الو، ولو بنا رہے ہو سالے''...... قاسم نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ وہ تو تم پہلے سے ہی بنے بنائے ہو۔ میں تمہیں مزید کیا بناؤں گا''...... کیپٹن حمید نے زیرلب بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ یہ مولوی تجمل حسین کی طرح من من کرنا چھوڑو اور یہ بولو کہ تم نے سوچا موچا کیا تھا سالے''...... قاسم نے اسے گھورتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

''میں نے تو سوچا تھا کہ تمہارے ساتھ لنچ کروں گا اور پھر تمہیں ڈریم لینڈ لے جاؤں گا۔ جہاں آج افریقہ کی موٹی اور تگڑی تگڑی فل فلوٹیاں اپنے حسن کے جلوے دکھانے کے لئے آ رہی ہیں''...... کیپٹن حمید نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا اور فل فلوٹیوں کا سن کر قاسم کے ہاتھ جہاں تھے وہیں رک گئے اور اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''فف۔ فف۔ فل فلوٹیاں۔ تت۔ تت۔ تم نے فل فلوٹیاں ہی کہا ہے نا سالے''...... اس نے بڑے بے ہنگم انداز میں کہا۔ فل فلوٹیوں کا سن کر اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں لیکن بے پناہ انداز میں پھیلے ہوئے گالوں کے گوشت میں چھپی ہوئی اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کا پھیلنا تو ایک طرف کھلنا بھی مشکل ہوتا تھا اس

لئے اس کی آنکھیں ذرا سی ہی کھل سکی تھیں۔

''ہاں۔ تمہاری طرح بے حد موٹی موٹی اور انتہائی تگڑی تگڑی فل فلوٹیاں''...... کیپٹن حمید نے مسکرا کر کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ سالے تم سچ کہہ رہے ہو۔ کک۔ کک۔ کیا واقعی ڈریم لینڈ میں موٹی موٹی اور تگڑی تگڑی افریقی فل فلوٹیاں آنے والی ہیں''...... قاسم نے اسی طرح آنکھیں پھیلاتے ہوئے اور خوشی سے منہ پھاڑتے ہوئے کہا۔

''آنے والی نہیں۔ وہ آئی ہوئی ہیں۔ دس فل فلوٹیاں ہیں۔ ایسی حسین فل فلوٹیاں جن کے سیاہ سیاہ جلوے دیکھ کر تم بے ہوش ہو جاؤ گے''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''دد۔ دس فل فلوٹیاں۔ اوہ اوہ۔ سالے تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ چلو۔ چلو۔ ہم ابھی ڈریم لینڈ چلتے ہیں۔ میں جب تک اپنی آنکھوں سے ان فل فلوٹیوں کو نہیں دیکھ لوں غا مجھے چین نہیں آئے غا۔ چلو۔ چلو۔ جلدی چلو۔ اٹھو۔ فوراً اٹھو''...... قاسم نے کھانا پینا بھول کر فل فلوٹیوں کے چکر میں فوراً اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ اتنی بھی جلدی کیا ہے۔ پہلے کھانا تو کھا لو''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''کھا لوں غا۔ بعد میں کھا لوں غا۔ سالا کھانا مانا کہاں بھاغا جا رہا ہے۔ چلو جلدی چلو سالے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کھانے وانے کے چکروں میں رہیں اور وہ سالی فل فلوٹیاں وہاں سے بھاغ واغ

جائیں''...... قاسم نے اسی انداز میں کہا۔

''وہ کہیں نہیں بھاگیں گی۔ تم فکر نہ کرو۔ وہ یہاں پرفارمنس دکھانے کے لئے آئی ہیں۔ جھک مارنے کے لئے نہیں''...... کیپٹن حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

''پھر بھی سالے۔ ہمیں منٹ ونٹ سے پہلے وہاں پہنچ جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو شو کا وقت کھتم ہو جائے اور ہم سالے یہاں مکھیاں وکھیاں ہی مارتے رہ جائیں''...... قاسم نے کہا۔ وہ فل فلوٹیوں کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بے حد بے تاب ہو رہا تھا کہ اس کی بھوک پیاس تک ختم ہو گئی تھی۔ اسی لمحے ویٹر ٹرے میں کولڈ ڈرنکس لے آیا۔

''خدا کی پناہ۔ اتنی ساری بوتلیں۔ سالے یہاں میرا ولیمہ شلیمہ ہو رہا ہے کیا۔ یہاں صرف ہم دو ہیں۔ ہمارے لئے دو بوتلیں ہی کافی تھیں اور تم یہاں سارے ریسٹورنٹ کی ہی بوتلیں ووتلیں اٹھا لائے ہو۔ ان کا بل کون دے غا سالے اور سالے اتنی بوتلیں پیتے پیتے تو شام وام ہو جائے غی اور پھر افریقی فل فلوٹیوں کے جلوے کیا تمہارا دادا جان دیکھے غا''...... قاسم نے ٹرے میں گیارہ بوتلیں دیکھ کر تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

''سر آپ ہی نے آرڈر دیا تھا''...... ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آڈر ماڈر کیا ہوتا ہے سالے۔ ہونہہ۔ ہمارے ملک سے

انگریج ونگریج تو چلے غئے ہیں۔ مغر جاتے جاتے نصیحتیں کرنے والا ایک مولوی فضل حسین اور انگریجی بولنے والے اپنے بے شمار دُم چھلے یہیں چھوڑ غئے ہیں جو انگریجی ونگریجی میں باتیں کرنا اپنی شان سمجھتے ہیں۔ ہونہہ آڈر۔ جیسے میں نے نہیں بلکہ اسے کسی کورٹ کے جج وج نے آڈر آڈر کہا ہو اور اس حرام کھور نے اس جج کا آڈر پورا نہ کیا تو وہ سالا جج ہتھوڑا وتھوڑا اس کے سر پر ہی مار دے غا، اور سالے میں نے تمہیں آڈر ماڈر دیا تھا تو تمہیں اتنی جلدی میرا آڈر پورا کرنے کی کیا جرورت تھی۔ دو چار دن رک نہیں سکتے تھے کیا۔ بولو سالے۔ جواب دو۔ اب منہ میں جبان وبان نہیں ہے کیا جو جواب نہیں دے رہے ہو۔ بولو اب''...... قاسم نے رکے بغیر بولتا چلا گیا۔ ویٹر حیرانی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ وہ اسے کیا جواب دے البتہ قاسم کی باتوں پر کیپٹن حمید بے اختیار ہنسنا شروع ہو گیا۔ اس نے ویٹر کو اشارہ کیا تو ویٹر نے سر ہلا کر ٹرے میز پر رکھی اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر جاتے ہوئے وہ بار بار سر موڑ کر قاسم کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے قاسم کے موٹے پیٹ کی طرح اس کے موٹے دماغ پر بھی غصہ آ رہا ہو۔

''اب چلو سالے۔ اب تم یہاں بیٹھے بیٹھے بوتلیں ووتلیں کیوں گن رہے ہو۔ چلو جلدی چلو۔ اٹھو''...... قاسم نے کیپٹن حمید کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”ابھی شو شروع ہونے میں بہت وقت ہے پیارے۔ آرام سے کھانا کھاتے ہیں۔ کولڈ ڈرنکس پیتے ہیں اور پھر چلتے ہیں“...... کیپٹن حمید نے بڑے لاپرواہانہ انداز میں کہا تو قاسم برے برے منہ بنانے لگا۔

”کتنا وقت ہے شو شروع مروع ہونے میں“...... قاسم نے مایوسی سے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے بھرے ہوئے غبارے سے اچانک ہوا نکل گئی ہو۔

”ابھی سہ پہر کے تین بجے ہیں۔ شو شام چھ بجے شروع ہو گا“...... کیپٹن حمید نے ہاتھ آگے بڑھا کر ایک خالی پلیٹ اٹھا کر اپنے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور قاسم کے سامنے پڑی ہوئی ڈش سے مرغ پیس اٹھا کر اپنی پلیٹ میں رکھنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ اب قاسم کے ذہن میں افریقی فل فلوٹیوں کو دیکھنے کا جنون سوار ہو چکا ہے اس لئے اب وہ چاہے تو میز پر پڑا ہوا سارا کھانا بھی کھا لے گا تو اس پر قاسم کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور قاسم واقعی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ اس نے دونوں کہنیاں میز کے کنارے پر رکھ کر ہاتھوں سے اپنے گال تھام لئے تھے اور بڑی مسکین سی صورت بنا کر خیالوں ہی خیالوں میں افریقی فل فلوٹیوں کے ہوشربا جلوؤں میں کھو گیا تھا۔

”تین گھنٹے۔ ابھی شو شروع ہونے میں پورے تین گھنٹے باقی ہیں۔ ہائے۔ ہائے۔ پتہ نہیں کب یہ تین گھنٹے پورے ہوں گے اور کب فل فلوٹیوں کا شو شروع ہو گا۔ مجھے تو یہ فکر ہو رہی ہے کہ ان تین گھنٹوں میں سالی موٹی موٹی اور تنگڑی تنگڑی فل فلوٹیوں کا وزن ہی نہ کم ہو جائے اور وہ سالیاں کہیں قلفی کے تنکوں منکوں کی طرح سوکھ کر ڈبلی پتلی نہ ہو جائیں“...... قاسم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کی بڑبڑاہٹ سن کر کیپٹن حمید مسکرائے جا رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اس کے ہاتھ کھانے کے لئے چل رہے تھے۔

”اتنی جلدی کوئی ڈبلا پتلا نہیں ہوتا۔ تم کھانا کھاؤ۔ کھاؤ گے نہیں تو تمہاری صحت ڈاؤن ہو جائے گی“...... کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرے ٹھینگے سے۔ سالی بھاڑ میں گئی میری صحت وحت۔ تم کھاؤ۔ میری تو ان تنگڑی تنگڑی فل فلوٹیوں کا سن کر بھوک پیاس ہی اڑ گئی ہے۔ وہ سالی چھپکلی بیگم کو روز روز دیکھ کر تو میں بور ہو گیا ہوں۔ اب میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک کہ میں فل فلوٹیوں کو ایک نظر دیکھ نہیں لوں گا“...... قاسم نے کہا۔

”اور یہ کولڈ ڈرنکس۔ کیا یہ سب بھی میرے لئے ہیں“...... کیپٹن حمید نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ پی جاؤ۔ سالے باپ کا مال ہے۔ پی جاؤ۔ سب کی سب پی جاؤ“...... قاسم نے اپنا بھاڑ سا منہ پھلاتے ہوئے کہا اور کیپٹن حمید نے ہنستے ہوئے ایک ایک بوتل اٹھائی اور اس کا سٹرا منہ سے لگا لیا۔

’’میرے لئے تو بس یہی ایک بوتل ہی کافی ہے‘‘...... کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’ہونہہ۔ تو پھر یہ مجھے ہی پینی پڑیں غی ورنہ یہ ساری بوتلیں ووتلیں حرام خور ویٹر ہی پی جائیں غے اور سالے کھواہ مکھواہ سارا بل میرے سر منڈھ دیں غے‘‘...... قاسم نے کہا اور چار بوتلیں اٹھا کر ان کے سٹرا ایک ساتھ منہ سے لگا لئے اور بوتلیں تیزی سے ایک ساتھ خالی ہوتی چلی گئیں جیسے وہ ایک ہی سانس میں چاروں بوتلیں ختم کر دینا چاہتا ہو۔

’’آرام سے پیئو۔ تم تو بوتلیں ایسے چڑھا رہے ہو جیسے دوبارہ ملنے کی توقع ہی نہ ہو‘‘...... کیپٹن حمید نے کہا لیکن اب بھلا قاسم اس کی کہاں سننے والا تھا۔ اس نے چار بوتلیں خالی کر کے ایک طرف رکھیں اور اس بار ایک ایک ہاتھ میں تین تین بوتلیں پکڑ لیں اور چھ کی چھ بوتلوں کے سٹرا منہ میں ڈال لئے۔ اسے ایک ساتھ چھ مزید بوتلیں پیتے دیکھ کر کیپٹن حمید برے برے منہ بنانے لگا۔ اس نے اپنے مطلب کا کھانا کھا لیا تھا۔ اس نے بوتل کا آخری گھونٹ بھرا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

’’تم اطمینان سے کھاؤ پیئو میں تب تک تمہارا باہر پارکنگ میں انتظار کرتا ہوں‘‘...... کیپٹن حمید نے کہا۔ قاسم اس سے پہلے کہ کچھ کہتا وہ تیزی سے دروازہ کھول کر کیبن سے نکلتا چلا گیا۔ کیپٹن حمید قاسم سے بخوبی واقف تھا۔ اس کی ذہنی رو کبھی بھی پلٹ سکتی تھی۔

قاسم سے کوئی بعید نہیں تھا کہ وہ ان سارے کھانوں کا بل اسے تھوپ دیتا اس لئے بل آنے سے پہلے ہی کیپٹن حمید وہاں سے نکل گیا۔ ہال میں آ کر کیپٹن حمید تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ہال میں سائیڈ ٹیبل پر بیٹھی ہوئی ایک نوجوان لڑکی اٹھی اور تیزی سے اس کی طرف آئی۔

’’حمید۔ میرا مطلب ہے کیپٹن حمید‘‘...... اس لڑکی نے کیپٹن حمید سے مخاطب ہو کر کہا اور کیپٹن حمید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ لڑکی خوبصورت تھی۔ اس نے لائٹ بلیو جینز اور وائٹ شرٹ پہن رکھی تھی جو اس پر بے حد جچ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور ڈارک براؤن تھیں۔ اس کے بال اخروٹی رنگ کے تھے اور کاندھوں تک تراشیدہ تھے اور اس کے پتلے پتلے ہونٹ اس قدر گلابی تھے جیسے اس نے لپ اسٹک لگا رکھی ہو حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

’’یس پلیز‘‘...... کیپٹن حمید نے اس کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

’’کیا آپ مجھے دو منٹ دے سکتے ہیں‘‘...... لڑکی نے انداز دلربائی سے کہا تو کیپٹن حمید کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ ایک اجنبی غیر ملکی لڑکی اسے خود ہی لفٹ کرا رہی تھی۔ اس سے بڑھ کر اس کے لئے اور کیا خوشی ہو سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں مسرت بھرے سینکڑوں دیئے ایک ساتھ جل اٹھے۔

’’جی ضرور۔ کیوں نہیں‘‘...... کیپٹن حمید نے سر خم کرتے ہوئے

جواباً مسکرا کر کہا۔

''تو پھر آئیں۔ میں وہاں بیٹھی تھی''...... لڑکی نے اس میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جہاں سے وہ اٹھ کر آئی تھی۔ وہ پلٹ کر واپس اس طرف بڑھنے لگی تو کیپٹن حمید نے سینہ چوڑا کر کے ٹائی کی ناٹ درست کی اور بڑے اکڑے ہوئے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ کر وہ لڑکی کے پیچھے چلتا ہوا اس کی میز کے پاس آ گیا۔

''تشریف رکھیں''...... لڑکی نے کہا۔

''پہلے آپ۔ میرا مطلب ہے لیڈیز فرسٹ''...... کیپٹن حمید نے کہا اور لڑکی بے اختیار کھلکھلاتی اور سر ہلاتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ کیپٹن حمید اس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ یک ٹک اس لڑکی کی طرف دیکھے جا رہا تھا جیسے اس سے پہلے اس نے اس قدر حسین لڑکی دیکھی ہی نہ ہو۔

''معاف کیجئے گا۔ کیا میں آپ کو جانتا ہوں''...... کیپٹن حمید نے سلسلہ کلام کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں جانتے تو جان لیں گے۔ جان پہچان میل ملاپ سے ہی تو بنتی ہے''...... لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ یس۔ بالکل ٹھیک کہا ہے آپ نے۔ جان پہچان میل ملاپ سے ہی بنتی ہے''...... کیپٹن حمید نے اس فقرے کا بھرپور مزہ لیتے ہوئے زور زور سے سر ہلا کر کہا جیسے وہ لڑکی کے اس فلسفے سے

پوری طرح سے متفق ہو۔

''میرا نام کلاشی ہے''...... لڑکی نے کہا تو کیپٹن حمید چونک پڑا۔

''کلاشی۔ یہ کیسا نام ہے''...... کیپٹن حمید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ اچھا نہیں لگا آپ کو''...... لڑکی نے کہا۔

''اوہ۔ نہیں نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ نائس نیم۔ لیکن یہ نام میں نے پہلی بار سنا ہے۔ اس لئے تھوڑی سی حیرت ہو رہی ہے''...... کیپٹن حمید نے کہا تو لڑکی پھر ہنس دی۔

''ہمارے ایسے ہی نام ہوتے ہیں۔ میرے باپ کا نام اتوشا ہے اور میری ماں کا نام کاکاشی''...... لڑکی نے کہا تو کیپٹن حمید یوں سر ہلانے لگا جیسے اسے ان ناموں کی پوری سمجھ آ گئی ہو۔

''کس ملک سے ہے آپ کا تعلق۔ میرا مطلب ہے۔ آپ کافرستانی تو نہیں ہیں۔ آپ کے خدوخال ایکریمیا اور یورپی ممالک والوں جیسے بھی نہیں ہیں''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''اگر میں کہوں کہ میں جنت سے آئی ہوں تو''...... لڑکی نے مسکراہٹ بھرے لہجے میں کہا تو اس بار کیپٹن حمید ہنسنے لگا۔

''تو واقعی غلط نہ ہو گا۔ آپ واقعی بے حد حسین ہیں۔ بالکل جنت کی کسی حور جیسی''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''تھینکس''...... لڑکی نے کہا۔

''یو ویلکم''...... کیپٹن حمید نے ہلکا سا سر خم کرتے ہوئے کہا۔ لڑکی

ایک بار پھر ہنس دی۔ اس کی ہنسی اس قدر مترنم تھی جیسے دور کہیں کسی مندر کی گھنٹیاں سی بج رہی ہوں۔

"بہرحال میں آپ سے اپنا مکمل تعارف کرا دیتی ہوں۔ اپنا نام تو میں آپ کو بتا ہی چکی ہوں۔ اب میں آپ کو یہ بھی بتا دیتی ہوں کہ میں کہاں کی رہنے والی ہوں"...... لڑکی نے کہا۔

"بہت نوازش ہو گی آپ کی جناب"...... کیپٹن حمید نے اس پر فدا ہونے والے انداز میں کہا تو لڑکی کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"میرا تعلق سائی فان سے ہے"...... اس نے کہا۔

"سائی فان۔ اور آپ کا کہنے کا مطلب ہے سائی فان جزیرہ جو براعظم افریقہ کے آخری کونے میں ایک بہت بڑا جزیرہ ہے جسے کالا جزیرہ بھی کہا جاتا ہے"...... کیپٹن حمید نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ یہ جزیرہ جنوبی افریقہ میں جزائر پرنس ایڈورڈ کے درمیان میں ہے"...... کلاشی نے کہا۔

"اوہ۔ آپ تو بہت دور سے آئی ہیں"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"ہاں"...... کلاشی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"لیکن میں نے تو سنا ہے کہ سائی فان جزیرہ تو بے حد خطرناک ہے۔ اس جزیرے کا زیادہ تر حصہ جنگلات پر مشتمل ہے اور اس جنگل میں افریقہ کے گھنے جنگلوں کی طرح ہر وقت تاریکی چھائی رہتی ہے اور وہ جنگل دنیا بھر کے درندوں، جانوروں، زہریلے اژدہوں، ناگوں اور زہریلے حشرات الارض سے بھرے

ہوئے ہیں"...... کیپٹن حمید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"گڈ۔ آپ کو تو سائی فان کے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہیں"...... لڑکی نے کہا۔

"جی ہاں۔ میں اکثر جیوگرافیکل ریسرچ پیپرز کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں اور میں جیوگرافک اور ڈسکوری چینلز بھی بے حد شوق سے دیکھتا ہوں۔ ان چینلز میں ایسی بہت سی معلومات مل جاتی ہیں"...... کیپٹن حمید نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"او کے۔ میں آپ کو بتاتی ہوں۔ سائی فان جزیرے کے چار حصے ہیں۔ ایک حصے میں جنگل ہیں۔ دوسرا حصہ ریگستانی ہے۔ تیسرے حصے میں پہاڑیوں اور کھائیوں کا لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور جو چوتھا حصہ ہے وہ خشک میدانی علاقے پر مشتمل ہے۔ اسی میدانی علاقے میں انسانی آبادی ہے اور یہ سائی فان کا جنوبی حصہ ہے۔ جنوب میں سمندر ہے اور دوسری طرف بڑے بڑے سمندری کٹاؤ ہیں اس لئے جنگل کی آبادی اور ریگستان کا علاقہ ہمارے علاقے کو متاثر نہیں کر سکتا"...... کلاشی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ آئی سی۔ لیکن آپ افریقی نژاد بھی نہیں لگتیں۔ میرا مطلب ہے آپ کا رنگ روپ"...... کیپٹن حمید نے جھجکتے جھجکتے کہا تو لڑکی ایک بار پھر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی اس قدر تیز تھی کہ ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ بے اختیار چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''تو آپ کے خیال میں افریقی ریاستوں سے تعلق رکھنے والے تمام افراد سیاہ فام ہی ہوتے ہیں'' ...... کلاشی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں صرف رنگ کی بات نہیں کر رہا۔ آپ کے خدوخال بھی افریقیوں جیسے نہیں ہیں'' ...... کیپٹن حمید نے اِرد گرد دیکھتے ہوئے قدرے آہستہ آواز میں کہا۔

''سائی فان اپنی نوعیت کا انتہائی منفرد اور ناقابل یقین حد تک ایسا ملک ہے جہاں ہر طرف حسن ہی حسن ہے۔ ایسا حسن جسے دیکھ کر آپ کی آنکھیں چکا چوند ہو کر رہ جائیں'' ...... کلاشی نے کہا۔

''اچھا'' ...... کیپٹن حمید نے ایسے کہا جیسے اچھا کا لفظ اس کے منہ سے پھنس پھنس کر نکلا ہو۔

''ہاں۔ اور سائی فان اس دنیا کا سب سے حسین ترین ملک ہے۔ اس قدر حسین کہ کہیں جنت کا گمان ہو'' ...... کلاشی نے اپنے ملک کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''اور آپ اسی جنت کی حور ہیں'' ...... کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا تو کلاشی نے جواباً مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ یہاں کس سلسلے میں آئی ہیں۔ کیا سیر و سیاحت یا کسی بزنس ٹور پر'' ...... کیپٹن حمید نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں یہاں نہ بزنس ٹور پر آئی ہوں اور نہ سیر و سیاحت کے لئے'' ...... کلاشی نے کہا۔

''تو پھر'' ...... کیپٹن حمید نے پوچھا۔

''اگر میں کہوں کہ میں یہاں صرف آپ سے ہی ملنے کے لئے آئی ہوں تو'' ...... کلاشی نے کہا تو کیپٹن حمید اس کی طرف ہونقوں کی طرح دیکھنے لگا۔

''صرف مجھ سے ملنے کے لئے۔ کیا مطلب۔ مم۔ مم۔ میں کچھ سمجھا نہیں'' ...... کیپٹن حمید نے ہکلا کر کہا جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ لڑکی اتنی دور سے صرف اس سے ملنے کے لئے آئی ہے۔

''سب سمجھ جائیں گے۔ آپ فی الحال یہ کارڈ اپنے پاس رکھیں۔ میں آپ سے کل پھر ملوں گی اور پھر میں آپ کو بتاؤں گی کہ میں آپ سے کیسے واقف ہوں اور اتنی دور سے یہاں کیوں آئی ہوں'' ...... لڑکی نے ہینڈ بیگ سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جس پر لڑکی کا نام، ایک فائیو سٹار ہوٹل کا نام اور روم نمبر لکھا ہوا تھا۔

''ڈیلکس ہوٹل۔ روم نمبر ون ون تھری۔ تو کیا آپ ہوٹل ڈیلکس میں ٹھہری ہوئی ہیں'' ...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''جی ہاں۔ آپ کل چار سے پانچ کے درمیان وہاں آ جائیں اور پھر میں آپ کو کچھ ایسی چیزیں دکھاؤں گی جسے دیکھ کر آپ کے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے'' ...... لڑکی نے کہا۔

''چودہ طبق۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں'' ...... کیپٹن حمید نے ایک بار پھر چونک کر کہا تو کلاشی ہنس پڑی۔

''ارے آپ تو سنجیدہ ہو گئے۔ میں مذاق کر رہی ہوں۔ لیکن

بہر حال یہ سچ ہے کہ میرے پاس کچھ ہے جو میں خاص طور پر آپ کے لئے لائی ہوں''...... کلاشی نے کہا۔

''وہ ہے کیا''...... کیپٹن حمید نے پوچھا۔ اس کا ذہن بری طرح سے قلابازیاں کھا رہا تھا۔ ایک لڑکی جس کا تعلق افریقہ کے ایک الگ جزیرے سائی فان سے تھا۔ وہ خاص طور پر اس سے ملنے کے لئے اتنی دور سے آئی تھی۔ سائی فان، کیپٹن حمید تو کیا شاید اس کے فرشتوں نے بھی کبھی نہیں دیکھا ہوگا اور اس جزیرے کی لڑکی اسے بخوبی جانتی تھی اور وہ اس کے لئے وہاں سے تحائف بھی لائی تھی۔ لڑکی کا انداز واقعی ایسا ہی تھا جیسے وہ کیپٹن حمید سے برسوں پرانی واقف ہو۔

''آپ شاید اب بھی مذاق کر رہی ہیں''...... کیپٹن حمید نے پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

''مذاق۔ کیسا مذاق''......لڑکی نے چونک کر کہا۔

''آپ اتنی دور سے آئی ہیں۔ سائی فان تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا اور جہاں تک مجھے یاد ہے میں آج پہلی بار آپ سے مل رہا ہوں۔ پھر بھلا میں یہ کیسے ہضم کرلوں کہ آپ اتنی دور سے صرف مجھے ملنے کے لئے یہاں آئی ہیں۔ یہ مذاق نہیں ہے تو اور کیا ہے''...... کیپٹن حمید نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

''یہ مذاق نہیں سچ ہے۔ بالکل سچ''۔لڑکی نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

''سچ۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اور آپ مجھے کیسے جانتی

ہے''...... کیپٹن حمید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کہا ہے تو ہے کہ کل جب آپ مجھے ملنے آئیں گے تو میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گی''...... کلاشی نے کہا۔

''کل کیوں۔ آج کیوں نہیں''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''نہیں۔ آج نہیں۔ آج میں مصروف ہوں۔ میرے پاس اتنا ہی وقت تھا جو میں نے آپ کو دے دیا ہے۔ اب میں جا رہی ہوں۔ کل شام۔ اوکے۔ ٹا ٹا۔ بائے بائے''...... کلاشی نے کہا اور اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ کیپٹن حمید نے کچھ کہنا چاہا لیکن اچانک جیسے اس کی زبان کو تالا لگ گیا۔ کلاشی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور انگلیوں سے بائے بائے کرتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ کیپٹن حمید ہونقوں کی طرح اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کلاشی جب دروازے سے باہر گئی تو کیپٹن حمید کو اچانک جیسے ہوش آگیا اور اس کی تالو سے چپکی ہوئی زبان بھی الگ ہوگئی۔

''ارے۔ وہ تو سچ مچ چلی گئی ہے''...... کیپٹن حمید نے بوکھلا کر کہا اور فوراً اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اسی لمحے ایک ویٹر تیزی سے اس کے پاس آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بل بک تھی۔

''سر''...... ویٹر نے مخاطب ہو کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا ہے''...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔ اسے ویٹر کا اس طرح سامنے آکر کھڑے ہونے پر غصہ آرہا تھا۔

''بل لایا ہوں سر''...... ویٹر نے اسی انداز میں کہا۔

"بل۔ کیسا بل۔ کون سا بل"...... کیپٹن حمید نے چونک کر کہا تو ویٹر نے بل بک کھولی اور اس میں رکھا ہوا بل اس کے سامنے کر دیا۔ بل پر نظر پڑتے ہی کیپٹن حمید بے اختیار اچھل پڑا۔ بل سات ہزار سے زائد رقم کا تھا۔

"اپنی آنکھوں کا علاج کراؤ۔ یہ میرا بل نہیں ہے"...... کیپٹن حمید نے غرا کر کہا۔

"یہ آپ کا ہی بل ہے جناب"...... ویٹر نے کہا۔

"میرا دماغ خراب مت کرو۔ میں نے نہ یہاں کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے۔ پھر کیسا بل"...... کیپٹن حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور آپ کی بیگم جو سامان لے گئی ہیں وہ"...... ویٹر نے کہا تو کیپٹن حمید چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"بیگم، سامان۔ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے"...... کیپٹن حمید نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر۔ آپ کے ساتھ جو خاتون بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے ہی کھانے پینے کا سامان پیک کروایا تھا۔ سارا سامان ان کی گاڑی میں رکھوا دیا گیا تھا۔ وہ کافی دیر سے یہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ ان کے شوہر یعنی آپ یہاں آنے والے ہیں۔ بل وہ ادا کریں گے"...... ویٹر نے کہا اور کیپٹن حمید کو یکلخت زور دار جھٹکا لگا۔

"وہ لڑکی۔ جو یہاں میرے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ تت۔ تم

اس لڑکی کی بات کر رہے ہو"...... کیپٹن حمید نے ہکلا کر کہا۔

"یس سر۔ میں اسی لڑکی کی بات کر رہا ہوں جس کے ساتھ ابھی آپ بیٹھے ہوئے تھے"...... ویٹر نے کہا اور کیپٹن حمید کے دماغ میں یکلخت زہریلی چیونٹیاں سی رینگنا شروع ہو گئیں۔ اس نے جھپٹ کر بل پکڑا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ بل میں کھانے پینے کا ہی سامان درج تھا۔ کیپٹن حمید کا دماغ بری طرح سے سلگنا شروع ہو گیا تھا۔ لڑکی جس نے اسے اپنا نام کلاشی بتایا تھا اسے چکر دے گئی تھی۔ وہ یہاں بیٹھی تھی اور اسے دیکھ کر لپک کر اس کے پاس آ گئی تھی جیسے وہ اسی کا قاسم کے کیبن سے باہر آنے کا انتظار کر رہی ہو۔ اس نے کیپٹن حمید کو نہایت خوبصورت انداز میں باتیں کر کے اپنے پاس بٹھا لیا تھا اور اس سے یوں باتیں کر رہی تھی جیسے وہ اسے برسوں سے جانتی ہو اور پھر اس لڑکی نے کیپٹن حمید کو ایک کارڈ دیا اور اسے کل ہوٹل ڈیلکس کے روم نمبر ایک سو تیرہ میں بلا لیا تھا۔ لیکن لڑکی بہت چالاک تھی اس نے اسے باتوں میں الجھا کر کھانے پینے کی چیزوں کی پیکنگ کا انتظام کرا لیا تھا اور کیپٹن حمید کو جل دے کر وہاں سے نکل گئی تھی اور اس نے جو پیکنگ کرائی تھی اس کا بل کیپٹن حمید پر ڈال دیا تھا اور اب کیپٹن حمید بل ہاتھ میں پکڑے یوں کھڑا تھا جیسے وہ دنیا کا سب سے بڑا چغد ہو جسے ایک نامعلوم لڑکی اس قدر آسانی سے احمق بنا گئی تھی۔ ابھی کیپٹن حمید بل دیکھ ہی رہا تھا کہ اسی لمحے ایک اور ویٹر تیز تیز چلتا ہوا اس

کے پاس آ گیا۔

''سر۔ یہ قاسم صاحب کا بل بھی آپ نے ہی پے کرنا ہے''...... ویٹر نے ایک اور بل نکال کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید اچھل پڑا۔

''قق۔ قق۔ قاسم کا بل۔ کیا مطلب''...... کیپٹن حمید نے بری طرح سے بوکھلا کر کہا۔

''جی ہاں۔ وہ دیکھیں قاسم صاحب باہر جا رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کو یہاں دیکھا تو مجھ سے کہا کہ ان کا بل میں آپ سے لے لوں''...... ویٹر نے بڑے اطمینان بھرے انداز میں جواب دیا۔ یہ وہی ویٹر تھا جو قاسم کے ساتھ کیبن میں موجود تھا۔ کیپٹن حمید نے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا تو اسے گوشت کا پہاڑ قاسم تھل تھل کرتا ہوا وہاں سے باہر نکلتا نظر آیا۔ کیپٹن حمید نے قاسم کے بل پر نظر ڈالی تو اس کے دماغ میں جیسے آگ سی بھر گئی۔ بل ساڑھے آٹھ ہزار کا تھا۔ ایک تو ایک انجان لڑکی اسے احمق بنا گئی تھی اور سات ہزار سے زائد رقم کا بل اس کے سر منڈھ گئی تھی اور دوسرا قاسم نے بھی اسے یہاں کھڑا دیکھ لیا تھا اور اس نے بھی موقع کا خوب فائدہ اٹھایا اور بل لینے ویٹر کو اس کی طرف بھیج دیا تھا۔ کیپٹن حمید کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اپنا سر کسی دیوار سے ٹکرا دے۔ دو بڑے بڑے بل اس کے سر پڑ گئے تھے۔ لڑکی تو پہلے ہی رفو چکر ہو چکی تھی اور اب قاسم بھی دروازے سے باہر چلا گیا تھا۔ دونوں بل

اب اسے ہی ادا کرنے تھے۔ کیپٹن حمید کو ان دونوں پر غصہ آ رہا تھا لیکن اب وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس نے دونوں ویٹروں کو باری باری گھورا اور دل کڑا کر کے جیب سے وائلٹ نکال لیا۔ اس نے وائلٹ کھول کر دیکھا لیکن وائلٹ میں اتنی رقم نہیں تھی۔

''کریڈٹ کارڈ سے کام چل جائے گا''...... کیپٹن حمید نے وائلٹ کے سائیڈ پاکٹ سے کریڈٹ کارڈ نکالتے ہوئے بجھے بجھے سے انداز میں کہا۔

''لیس سر۔ ضرور سر۔ کیوں نہیں''...... پہلے ویٹر نے کہا اور کیپٹن حمید نے مرے مرے انداز میں کارڈ اسے دے دیا۔ دونوں ویٹر مڑے اور تیز تیز چلتے ہوئے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔

کیپٹن حمید نے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں پر طائرانہ نظر ڈالی اور پھر ایک طویل سانس لے کر خود بھی کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی کھڑی تھی۔ ویٹر نے کارڈ اسے دے دیا تھا جو ایک مشین سے کارڈ پنچ کر رہی تھی اس نے کارڈ پنچ کر کے مشین کی سائیڈ سے ایک پرچی نکالی اور دونوں چیزیں کیپٹن حمید کی طرف بڑھا دیں۔

''تھینک یو سر''...... لڑکی نے کہا تو کیپٹن حمید اسے گھور کر رہ گیا۔ اس نے کارڈ اور بل سلپ اٹھائی اور وائلٹ میں رکھ کر وائلٹ جیب میں رکھا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس ریسٹورنٹ کے بارے میں اسے قاسم نے ہی بتایا تھا کہ وہ

لنچ اور ڈنر یہیں آ کر کرتا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اس طرف سے گزرتے ہوئے کیپٹن حمید کی نظر ریسٹورنٹ پر پڑی اور اس نے پارکنگ میں قاسم کی مخصوص جہازی سائز کار دیکھی تو وہ وہیں رک گیا تھا اور اس نے آ کر قاسم کے ساتھ مفت لنچ کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا لیکن یہ مفت پروگرام اسے خاصا مہنگا پڑا تھا۔ لڑکی بھی اسے دھوکہ دے گئی تھی اور قاسم نے بھی اپنا بل جاتے جاتے اسی پر تھوپ دیا تھا۔ کیپٹن حمید کا دل چاہ رہا تھا کہ دونوں سامنے آئیں تو وہ انہیں شوٹ کر دے۔ دروازے سے باہر نکل کر اس نے سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ کی طرف دیکھا تو اور زیادہ بھنا اٹھا۔ قاسم اپنی جہازی سائز گاڑی وہاں سے لے جا چکا تھا۔ کیپٹن حمید جانتا تھا کہ قاسم افریقی فل فلوٹیوں کے چکر میں ڈریم لینڈ کی طرف ہی گیا ہو گا۔ پہلے تو اس کا دل چاہا کہ وہ ڈریم لینڈ میں جا کر قاسم کی گردن دبوچ لے اور اس سے اپنا سارا نقصان مع سود وصول کر لے لیکن پھر اس نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا کیونکہ اس نے افریقی فل فلوٹیوں کے بارے میں قاسم سے گپ ہی ماری تھی۔ قاسم کو جب وہاں جا کر یہ معلوم ہو گا کہ وہاں ایسا کوئی شو منعقد نہیں ہو رہا جس میں افریقی فل فلوٹیاں پرفارم کرنے والی ہیں تو وہ بھڑک اٹھے گا اور قاسم جب بھڑکتا تھا تو اسے کیپٹن حمید کے لئے بھی سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ قاسم نے بیچ سڑک میں ہی اس پر برسنا شروع کر دینا تھا اس لئے وہ پارکنگ میں گیا اور اپنی کار نکال لایا اور کار سبک رفتاری سے موڑتا ہوا ہیڈکوارٹر پہنچ گیا۔ کار پارکنگ میں روک کر وہ کار سے نکلا ہی تھا کہ زیرو فورس کا ایک جوان تیز تیز چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

”کرنل صاحب نے آپ کو بلایا ہے“...... اس نے کہا۔

”کیوں۔ خیریت“...... کیپٹن حمید نے چونک کر کہا۔

”معلوم نہیں۔ وہ کہہ رہے تھے آپ جیسے ہی آئیں فوراً ان کے پاس پہنچ جائیں“...... اس نے کہا۔

”کیا وہ اکیلے ہی ہیں“...... کیپٹن حمید نے پوچھا۔

”جی ہاں وہ اکیلے ہی ہیں“...... اس نے کہا اور کیپٹن حمید اثبات میں سر ہلا کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ کرنل فریدی کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ کرنل فریدی میز کے پیچھے اطمینان بھرے انداز میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک فائل کھلی ہوئی تھی جسے وہ انتہائی انہماک سے پڑھنے میں مصروف تھا۔

”آپ نے مجھے بلایا تھا“...... کیپٹن حمید نے کہا تو کرنل فریدی اس کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس نے سر اٹھا کر کیپٹن حمید کی طرف دیکھا اور سامنے پڑی ہوئی فائل بند کر دی۔

”ہاں۔ آؤ“...... کرنل فریدی نے کہا تو کیپٹن حمید سر ہلا کر آگے بڑھا اور کرنل فریدی کے سامنے کرسی پر براجمان ہو گیا۔

”کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے تھے برخوردار“...... کرنل

فریدی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آوارہ گردی۔ میں نے کہاں آوارہ گردی کرنی ہے۔ میں تو گھر سے سیدھا آ رہا ہوں"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"گھر سے سیدھے آنے میں اتنا وقت لگتا ہے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"وہ راستے میں میری کار خراب ہو گئی تھی"...... کیپٹن حمید نے کہا۔ وہ لڑکی کلاشی اور قاسم کے بارے میں کرنل فریدی کو کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔

"کار خراب ہو گئی تھی یا تمہاری طبیعت"...... کرنل فریدی نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید چونک پڑا۔

"کیا مطلب"...... اس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں تم اسے بخوبی سمجھ رہے ہو برخوردار"۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید برے برے منہ بنانے لگا۔

"تو آپ کو پتہ چل گیا ہے"...... کیپٹن حمید کہا۔

"ایک مشہور محاورہ ہے کہ جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودتا ہے اس میں خود ہی گرتا ہے اور آج تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے"...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے کس کے لئے گڑھا کھودا تھا"...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"قاسم کے لئے اور کس کے لئے۔ تم قاسم کا کھانا کھا کر اپنا بل بچانا چاہتے تھے لیکن الٹی آنتیں تمہارے ہی گلے کو آ گئیں۔ کیوں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا"...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ کیا آپ وہیں تھے"...... کیپٹن حمید نے پوچھا۔

"نہیں۔ تم جانتے ہو کہ میں ہوٹلوں اور ریسٹورانوں میں کھانے پینے کا عادی نہیں ہوں"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"تب آپ کو بیٹھے بیٹھے کیسے پتہ چل جاتا ہے۔ کیا آپ شرلاک ہومز کے رشتے دار ہیں یا آپ سے شرلاک ہومز کی روح ملنے کے لئے آتی ہے جو آپ کو خاص طور پر میرے بارے میں ہر بات بتا دیتی ہے"...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"برخوردار۔ میں اپنی آنکھیں ہر وقت کھلی رکھتا ہوں اور میرے کان بھی بند نہیں ہوتے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"تو کیا آپ کی آنکھیں اور کان صرف میرے لئے ہی کھلے رہتے ہیں"...... کیپٹن حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کون تھی وہ محترمہ تم جس کے زلف کے اسیر بن گئے تھے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"جب آپ کو سب کچھ معلوم ہے تو اس لڑکی کے بارے میں آپ مجھ سے زیادہ ہی جانتے ہوں گے کہ وہ کون تھی۔ وہ مجھے

ریسٹورنٹ میں ملی تھی اور مجھے تو اس نے دھوکہ دیا ہے''...... کیپٹن حمید نے اسی انداز میں کہا۔

''اور ایک کارڈ بھی دیا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا تو کیپٹن حمید ایک بار پھر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہاں۔ ہوٹل ڈیلکس کا کارڈ ہے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس ہوٹل کے کمرہ نمبر ایک سو تیرہ میں رہتی ہیں۔ لیکن''...... کیپٹن حمید نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''لیکن کیا''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''وہ دھوکے باز لڑکی ہے۔ اب وہ وہاں کیسے ہو سکتی ہے''۔ کیپٹن حمید نے کہا۔

''اگر میں کہوں کہ وہ لڑکی اسی ہوٹل میں ہے اور کمرہ نمبر ایک سو تیرہ میں ہی موجود ہے تو''...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن حمید بری طرح سے اچھل پڑا۔

''اوہ اوہ۔ کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ وہ لڑکی اسی ہوٹل میں ہے''...... کیپٹن حمید نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ جس ریسٹورنٹ میں تم گئے تھے وہاں جگدیش بھی تھا۔ اس نے فون کر کے اس ساری حقیقت سے مجھے فون پر آگاہ کر دیا تھا۔ لڑکی مشکوک تھی اس لئے جگدیش نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ لڑکی سیدھی ہوٹل ڈیلکس کے کمرہ نمبر ایک سو تیرہ میں گئی تھی''۔ کرنل فریدی نے کہا تو کیپٹن حمید ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''ہونہہ۔ تو آپ کو الہام نہیں ہوا تھا۔ جگدیش نے آپ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تھا۔ لیکن وہ تھا کہاں۔ میں نے تو اسے وہاں نہیں دیکھا تھا''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''وہ زیرو فورس کا انچارج ہے۔ تمہاری طرح احمق نہیں کہ بغیر میک اپ کئے کہیں بھی منہ اٹھا کر چلا جائے''...... کرنل فریدی نے منہ بنا کر کہا۔

''میں احمق ہوں''...... کیپٹن حمید نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

''میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں''...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ اس نے سوالیہ انداز میں بات کی تھی جسے کرنل فریدی نے بڑی خوبصورتی سے اس پر پلٹ دیا تھا۔ اسی لمحے زیرو فورس کا ایک آدمی تیز تیز چلتا ہوا اندر آ گیا۔ دونوں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''سر۔ ایک لڑکی آپ سے ملنا چاہتی ہے''...... اس نے کہا۔

''کون لڑکی''...... کرنل فریدی چونک کر کہا۔ لڑکی کا سن کر کیپٹن حمید بھی کان کھڑے ہوئے گئے۔

''وہ کہہ رہی ہے کہ وہ سائی فان سے خاص طور پر آپ سے ملنے کے لئے آئی ہے''...... آنے والے نوجوان نے کہا اور سائی فان کا سن کر کیپٹن حمید یوں اچھلا جیسے اچانک اس کی کرسی میں زبردست کرنٹ آ گیا ہو۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور وہ فوراً اٹھ کر بجلی کی سی تیزی سے باہر کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

کال بیل کی آواز سن کر سلیمان یکلخت ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ اس نے بوکھلائی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں جیسے ہی وال کلاک پر پڑیں تو اس کے چہرے پر حیرت لہرانے لگی۔

''ارے باپ رے۔ دس بج گئے ہیں اور میں ابھی تک سو رہا تھا''...... سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی حیرت بجا تھی۔ وہ روز صبح سویرے اٹھنے کا عادی تھا۔ صبح اٹھ کر وہ نہا دھو کر قریبی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتا تھا اور پھر واپس آ کر وہ باآواز بلند تلاوت کلام پاک کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ کچھ دیر سوتا تھا اور پھر اٹھ کر اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتا تھا۔ لیکن آج وہ گھوڑے بیچ کر ایسا سویا کہ نہ نماز کے لئے اٹھا اور نہ ہی اس نے کلام پاک کی تلاوت کی تھی اور وہ ابھی بھی کال بیل کی آواز سے جاگا تھا۔

''حیرت ہے۔ میں تو رات ٹھیک اپنے وقت پر ہی سویا تھا اور ساری رات محو نیند میں تھا تو پھر نماز کے لئے میری صبح آنکھ کیوں نہیں کھلی حالانکہ ہمیشہ میری آنکھیں وقت پر ہی کھلتی ہیں۔ پھر آج ایسا کیوں نہیں ہوا اور میں اپنے مخصوص وقت پر جاگا کیوں نہیں''...... سلیمان نے پریشانی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ نماز قضاء ہونے کا اسے بے حد ملال ہو رہا تھا۔ وہ قضاء نماز ادا کر سکتا تھا لیکن صبح صبح مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھنے میں اسے جو سکون اور اطمینان ملتا تھا وہ قضاء نماز کی ادائیگی میں اسے کہاں مل سکتا تھا۔

''ایسا لگ رہا ہے جیسے رات کے کھانے میں کسی نے کچھ ملا دیا تھا جس کی وجہ سے میں اب تک اتنی بے خبری کی نیند سوتا رہا ہوں۔ اگر کال بیل نہ بجتی تو شاید اب بھی میری آنکھ ہی نہ کھلتی اور میں اسی طرح یہاں پڑا سویا رہتا''...... سلیمان نے اسی طرح سے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کال بیل کا خیال آتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کال بیل ایک بار پھر بج اٹھی۔

کال بیل بجانے والا کوئی نفیس انسان ہی معلوم ہو رہا تھا ورنہ عام طور پر ایک بار کال کا جواب نہ ملنے پر لوگوں کی انگلیاں کال بیل کے بٹن سے چپک ہی جاتی تھیں۔ بعض لوگ تو اس وقت تک کال بیل کے بٹن سے انگلی نہیں ہٹاتے تھے جب تک دروازہ کھل نہ جاتا۔ سلیمان کچن سے نکل کر باہر آیا۔ اس نے عمران کے کمرے

کی طرف دیکھا۔ عمران کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ وہ شاید ابھی تک سو رہا تھا۔ سلیمان نے سر جھٹکا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"کون"...... اس نے دروازے کے قریب جا کر اونچی آواز میں پوچھا لیکن باہر سے کوئی آواز نہ آئی۔ سلیمان نے ڈور آئی سے آنکھ لگائی لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔

"حیرت ہے۔ باہر کوئی نہیں ہے تو پھر بیل کس نے بجائی تھی"...... سلیمان نے کہا۔ وہ سیدھا ہوا اور واپس پلٹنے ہی لگا تھا کہ اچانک اسے کسی نومولود بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ بچے کے رونے کی آواز سن کر سلیمان اچھل پڑا۔

"بچہ۔ یہ تو کسی بچے کے رونے کی آواز ہے"...... سلیمان نے حیرت بھرے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا لیکن بھلا فلیٹ کے اندر کوئی بچہ کیسے ہو سکتا تھا۔ بچے کے رونے کی آوازیں باہر سے ہی آ رہی تھیں۔ سلیمان ایک بار پھر دروازے کی طرف مڑا۔ اس نے ڈور آئی پر آنکھ رکھی مگر اسے وہاں کوئی دکھائی نہیں دیا۔ اسے باہر سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دی تو وہ چونک کر سیدھا ہوا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کا لاک کھولا اور پھر ہینڈل پکڑ کر اس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی بچے کے رونے کی آواز ختم ہو گئی۔ سلیمان نے دروازے سے سر نکال کر باہر دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا اور پھر اس کی نظریں دروازے کی

دہلیز پر جم گئیں وہاں ایک چائلڈ باسکٹ پڑی تھی۔ چائلڈ باسکٹ اور باسکٹ میں موجود ایک ننھے سے بچے کو دیکھ کر سلیمان کی آنکھیں پھیل گئیں۔ چائلڈ باسکٹ میں ایک ننھا منا سا بچہ رو رہا تھا لیکن جیسے ہی سلیمان نے دروازہ کھولا اور بچے کی اس پر نظر پڑی تو وہ خاموش ہو گیا اور وہ بچہ بڑی بڑی اور خوبصورت آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا۔ سلیمان کو اپنی طرف متوجہ پا کر بچہ تیز تیز ہاتھ پاؤں مارتا ہوا زور زور سے قلقاریاں مارنے لگا۔ اس بچے نے سفید اور گلابی رنگ کا پھولدار لباس پہنچ رکھا تھا۔ بچہ گورا چٹا اور بے حد گول مٹول تھا۔ بچہ زیادہ سے زیادہ تین ماہ کا معلوم ہو رہا تھا۔ باسکٹ میں فوم کا نرم گدا تھا جس پر بچہ پرسکون انداز میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

"ارے ارے۔ یہ بچہ کس کا ہے۔ کون چھوڑ گیا ہے اسے یہاں"...... سلیمان نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ وہ دروازے سے باہر آیا لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔ دائیں بائیں گیلری بالکل خالی تھی اور اِرد گرد موجود دوسرے فلیٹوں کے دروازے بھی بند تھے۔ سلیمان دوڑتا ہوا دائیں طرف سیڑھیوں کی طرف گیا کہ شاید کوئی بچہ اس کے دروازے پر رکھ کر وہاں سے جا رہا ہو مگر سیڑھیاں بھی خالی تھیں۔ سلیمان نے گیلری کے پاس آ کر سڑک پر نگاہ ڈالی لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ چند لمحے سلیمان وہیں رکا رہا اور پھر وہ مڑا اور تیز تیز چلتا ہوا اپنے فلیٹ کی طرف آ گیا۔ باسکٹ میں بچہ اسی

طرح پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ سلیمان کو دیکھ کر اس نے خوش ہو کر ایک بار پھر قلقاریاں مارنی شروع کر دیں۔ سلیمان چند لمحے بچے کو غور سے دیکھتا رہا اور پھر اس نے جھک کر باسکٹ اٹھائی اور ایک بار پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا لیکن گیلری کے دونوں اطراف کوئی بھی نہیں تھا۔

''کیا معاملہ ہو سکتا ہے۔ کوئی اس طرح اتنے خوبصورت بچے کو میرے دروازے پر کیسے چھوڑ کر جا سکتا ہے۔ اور کیوں''...... سلیمان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ہیلو۔ کون ہو تم ننھے میاں اور کہاں سے آئے ہو۔ کون ہیں تمہاری ماں باپ جو تمہیں یہاں اکیلا چھوڑ گئے ہیں''...... سلیمان نے بچے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جیسے بچہ اس کی باتیں سمجھ سکتا ہو اور فوراً اس کے سوالوں کے جواب دے دے گا۔ بچہ اس کی باتیں سن کر زور زور سے قلقاریاں مارنے لگا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور ڈارک براؤن تھیں۔

تمہارا نام کیا ہے''...... سلیمان نے احمقانہ لہجے میں کہا لیکن بھلا اتنا چھوٹا بچہ اسے اپنا نام کیسے بتا سکتا تھا۔

''یہ بچہ باسکٹ میں میرے دروازے کے سامنے پڑا تھا۔ کسی نے باقاعدہ بیل بجائی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی یہاں آیا تھا اور اس نے بچے کو دروازے کے پاس رکھا اور کال بیل بجا کر واپس چلا گیا لیکن وہ تھا کون اور اس طرح بچے کو یہاں پر کیوں

چھوڑ گیا ہے''...... سلیمان نے پریشانی کے عالم میں سوچتے ہوئے کہا۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اب وہ اس بچے کا کیا کرے۔ کیا وہ اسے اندر لے جائے یا جا کر کسی قریبی مسجد سے اعلان کرائے تاکہ جس کا بچہ ہو وہ آ کر اسے یہاں سے لے جائے۔ اسی لمحے سلیمان کی نظر باسکٹ کی سائیڈ میں پڑے ہوئے ایک کاغذ پر پڑی۔

''اوہ۔ اس بچے کے ساتھ تو ایک خط بھی ہے''...... سلیمان نے چونک کر کہا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر اِدھر اُدھر دیکھا کہ شاید اسے بچے کا کوئی وارث دکھائی دے جائے لیکن لاحاصل۔ سلیمان نے سر جھٹکا اور باسکٹ اٹھا کر فلیٹ میں آ گیا۔ اس نے فلیٹ کا دروازہ بند کیا اور سٹنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سٹنگ روم میں آ کر اس نے باسکٹ میز پر رکھی اور باسکٹ سے وہ کاغذ نکال لیا جو تہہ شدہ تھا۔ اس نے کاغذ کھولا۔ کاغذ پر ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر تھی۔ تحریر کے آغاز میں باقاعدہ سلیمان کا نام لکھا ہوا تھا اور اپنا نام پڑھ کر سلیمان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اس کی نظریں تیزی سے تحریر پر پھسلنے لگیں۔ لکھا تھا۔

''آغا سلیمان پاشا۔ اس بچے کا نام ابھی تک میں نے نہیں رکھا۔ تم اس بچے کو اپنی مرضی کا نام دے سکتے ہو۔ میں اس بچے کی ماں ضرور ہوں مگر مہنگائی کے اس دور میں اس بچے کی پرورش کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ میں کون ہوں۔ کہاں سے آئی تھی، اس کے بارے میں تمہیں کچھ بھی جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے

بس اتنا معلوم ہے کہ تم اس علاقے کے سب سے مخیّر اور نیک دل انسان ہو۔ ایسے انسان جو دوسروں کا دکھ درد سمجھ سکتے ہو۔ دوسروں کی بھلائی کرتے ہو اور ہر ایک کے نہایت مخلصانہ انداز میں کام آتے ہوں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم شادی شدہ نہیں ہو۔ تم اپنے مالک کے ساتھ اس فلیٹ میں اکیلے رہتے ہو اور تمہارا مالک چونکہ اکثر باہر ہوتا ہے اس لئے اس فلیٹ میں تم اکیلے ہی رہتے ہو اس لئے مجھے یقین ہے کہ تم اس بچے کو اپنے ساتھ رکھ بھی سکتے ہو اور اس کی بہتر پرورش بھی کر سکتے ہو۔ میں حالات کی ستائی ہوئی ایک لاچار اور مجبور عورت ہوں۔ میرا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ اس بچے کا باپ بھی مجھے چھوڑ کر جا چکا ہے اس لئے میں اس بچے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ نہ میں اسے اچھی خوراک دے سکتی ہوں اور نہ اچھی تعلیم۔ اگر یہ میرے ساتھ رہتا تو اسے بھی میری طرح در در کی ٹھوکریں ہی نصیب ہوتیں۔ میں اس بچے کو ہلاک کر کے خودکشی کرنا چاہتی تھی لیکن اس بچے کو ہلاک کرنے کے خیال سے ہی میری روح لرز جاتی تھی۔ میں نے بہت سوچا۔ تم نے ایک مرتبہ مجھ غریب کی مدد کی تھی اور تم نے مجھے اپنی بہن بھی کہا تھا۔ تمہارا چہرہ ہر وقت میری نگاہوں میں رہتا تھا۔ بچے کی پیدائش کے بعد میں نے تمہیں بہت تلاش کیا اور پھر آخر کار تم مجھے ایک بازار میں نظر آ گئے۔ میں نے تم سے ملنا چاہا لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ سامنے آ کر اگر میں نے بچہ تمہارے سپرد کرنا چاہا تو تم

انکار کر دو گے اور ہمیشہ کی طرح تم کچھ دے دلا کر مجھے ٹال دو گے اس لئے میں نے تمہارا تعاقب کیا اور تمہارا فلیٹ دیکھ لیا۔ اب میں تم سے ملے بغیر اس بچے کو تمہارے دروازے پر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ آج سے یہ میرا نہیں تمہارا بچہ ہے۔ صرف اور صرف تمہارا بچہ۔ تم مجھے اپنی بہن کہہ چکے ہو اس لئے تم اس بچے کے ماموں ہو۔ اب تم اس بچے کو ماموں بن کر پالو یا باپ بن کر یہ تمہاری صوابدید پر ہے اور اگر تم اس بچے کو اپنے پاس نہ رکھنا چاہو اور نہ اپنانا چاہو تو تم اس بچے کو ہلاک کر دینا۔ میں نے باسکٹ میں دودھ کی بوتل میں دودھ بھر کر رکھ دیا ہے۔ اس دودھ میں زہر ہے۔ بچے کو نہ اپنانے کی صورت میں تم بچے کو زہریلا دودھ پلا دینا۔ دودھ میں زہر، میں نے ایک لاچار ماں نے ملایا ہے۔ اس لئے بچے کی ہلاکت کا تمہیں مورد الزام نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ میں ماں ہوں نا۔ اور ایک ماں اپنی اولاد کو بھلا کیسے زہر دے سکتی ہے۔ اسی لئے میں دل پر جبر کر کے اسے تمہارے پاس چھوڑے جا رہی ہوں۔ اب بچہ تمہارے پاس ہے تم اسے زندگی دو یا موت۔ یہ تم پر منحصر ہے۔ میں اس ظالم، بے رحم اور سفاک دنیا سے جا رہی ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ ایک مرتی ہوئی بے بس اور لاچار ماں کی تم سے استدعا ہے کہ اس بچے کو تم کسی اور کے سپرد مت کرنا اور نہ ہی اسے کسی یتیم خانے میں جمع کرانا۔ میں اسے تمہارے بھروسے پر چھوڑ کر جا رہی ہوں تم یا تو اسے خود پال پوس کر بڑا کرو یا پھر اسے زہریلا

دودھ پلا کر ہلاک کر دو“...... تمہاری ایک انتہائی مجبور، لاچار اور نہایت بے بس بہن۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی طویل خط ختم ہو گیا۔ خط اس قدر جذباتی اور درد بھرا تھا کہ سلیمان کا بے اختیار دل بھر آیا تھا اور اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ اس نے باسکٹ میں ہاتھ ڈالا تو گدے کے نیچے اسے ایک فیڈر مل گیا۔ فیڈر میں واقعی دودھ تھا مگر اس دودھ کا رنگ نیلگوں ہو رہا تھا جو اس بات کا ثبوت تھا کہ دودھ زہریلا ہے۔ زہریلا دودھ دیکھتے ہی سلیمان کی آنکھوں میں رکے ہوئے آنسوؤں کے قطرے ابل کر باہر آ گئے۔

”میرے خدا“...... سلیمان کے منہ سے کپکپاتی ہوئی آواز نکلی۔

اس نے خط اور زہریلے دودھ کی بوتل میز پر رکھی اور باسکٹ میں موجود بچے کی طرف نم بھری آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ بچہ ابھی تک اسی پر نظریں گاڑے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ اس کی معصومیت پر سلیمان کا دل اور زیادہ بھر آیا تھا۔ اس نے بے چین ہو کر باسکٹ سے بچے کو نکالا اور بے اختیار اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کا ماتھا چومنے لگا۔

”کون ہو سکتی ہے وہ بے بس عورت جو مجھے اپنا بھائی بھی سمجھتی ہے اور مجھ سے ملے بغیر بچے کو اس طرح میرے فلیٹ کے دروازے پر ہی چھوڑ گئی ہے“...... سلیمان نے آنسو بہاتے ہوئے انتہائی تاسف بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے ایک بار پھر بچے کو پیا

بھری نظروں سے دیکھا اور پھر بے اختیار وہ بچے کا منہ چومنے لگا۔ بچہ پہلے سلیمان کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا لیکن جیسے ہی سلیمان نے اسے چومنا شروع کیا وہ اچانک بری طرح سے رونا شروع ہو گیا۔

”ارے۔ ارے۔ کیا ہوا تمہیں۔ چپ ہو جاؤ۔ کیوں رو رہے ہو۔ ارے ارے“...... سلیمان نے اسے پچکارتے ہوئے کہا لیکن بچہ اور زیادہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔

”اوہ۔ یہ اسے اچانک کیا ہو گیا ہے۔ چپ ہو جاؤ میرے بچے۔ چپ ہو جاؤ“...... سلیمان نے پہلے بڑبڑا کر کہا اور پھر وہ ایک بار پھر بچے کو پچکارنے لگا لیکن بچے کا رونا ختم نہ ہوا۔ وہ اونچی آواز میں حلق پھاڑ پھاڑ کر زور زور سے رو رہا تھا۔

”اوہ۔ لگتا ہے اس نے میرے ہاتھ میں فیڈر دیکھ لیا ہے اور فیڈر دیکھ کر شاید اسے بھوک لگ گئی ہے اس لئے اس نے رونا شروع کر دیا ہے“...... سلیمان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ بوتل میں زہریلا دودھ تھا۔ وہ جانتے بوجھتے ہوئے بھلا بچے کو زہریلا دودھ کیسے پلا سکتا تھا۔ فلیٹ میں کوئی بچہ تو رہتا نہیں تھا بھلا وہاں دودھ کی بوتل کہاں سے آ سکتی تھی۔ سلیمان سوچنے لگا کہ وہ اب کیا کرے۔ بچہ بہت چھوٹا تھا۔ وہ بوتل کے سوا دودھ نہیں پی سکتا تھا۔

”اب میں کیا کروں۔ اس بچے کے لئے دودھ کی دوسری بوتل کہاں سے لاؤں“...... سلیمان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ اس نے پہلے سوچا کہ وہ عمران کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اسے

جگا کر ساری حقیقت بتا دے اور بچہ اس کے سپرد کر کے بازار چلا جائے اور بازار سے بچے کے لئے دودھ کی دوسری بوتل لے آئے۔ یہ سوچ کر وہ عمران کے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اسی لمحے بچہ خاموش ہو گیا۔ سلیمان نے اسے سینے سے لگا رکھا تھا۔ بچے کو خاموش ہوتے دیکھ کر وہ رک گیا۔ اس نے بچے کو دیکھا تو بچے کی آنکھیں بند تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ رو رو کر سو گیا ہو۔

’’بڑی جلدی سو گیا ہے یہ تو‘‘...... سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ مڑا اور اس نے بچے کو نہایت احتیاط سے دوبارہ باسکٹ میں لٹا دیا۔

’’شاباش۔ بس تھوڑی دیر کے لئے اسی طرح سے سوتے رہو۔ میں بس ابھی گیا اور ابھی آیا‘‘...... سلیمان نے آہستگی سے کہا جیسے بچہ اس کی باتیں سن رہا ہوں۔ بچے کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ وہ واقعی سو گیا تھا۔ سلیمان چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر وہ الٹے اور دبے پاؤں پیچھے ہٹنے لگا تا کہ بچہ اس کے قدموں کی آواز سے جاگ نہ جائے لیکن بچے کی آنکھ نہ کھلی تو وہ مڑا اور بے آواز اور تیز تیز قدموں سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے نہایت آہستگی سے لاک کھولا اور پھر دروازہ کھول کر نکل گیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرتے ہوئے بھی اس نے بڑی احتیاط سے کام لیا تھا تا کہ بچہ جاگ نہ جائے۔

سلیمان جیسے ہی فلیٹ سے باہر گیا اسی لمحے باسکٹ میں پڑے ہوئے بچے نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں جیسے وہ سلیمان کے باہر جانے کا ہی انتظار کر رہا ہو۔ بچے نے دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا اور پھر وہاں کسی کو موجود نہ پا کر اچانک اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ آ گئی۔ ایسی مسکراہٹ جو کسی بچے کی نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسرے لمحے اس کے جسم میں حرکت ہوئی اور وہ یکلخت باسکٹ میں یوں اٹھ کر بیٹھ گیا جیسے وہ تین ماہ کا بچہ نہ ہو بلکہ سمجھ دار اور سال بھر کا بچہ ہو۔

جیسے ہی وہ اٹھ کر بیٹھا اس کا گنجا سر پچھلے حصے سے پھولنے لگا۔ ساتھ ہی اس کی پیشانی بھی پھیلنے لگی اور اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور گول گول ہو گئیں۔ اس کی ناک پچک گئی تھی اور اس کے ہونٹ بے حد پتلے پتلے سے ہو گئے تھے ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ اور ٹانگیں بھی پتلی پتلی ہو گئی تھیں اور ہاتھوں پیروں کی انگلیاں لمبی۔ جن کے ناخن پرندوں کے پنجوں کی طرح لمبے اور نوکیلے بن گئے تھے۔ چند لمحے قبل جو تین ماہ کا معصوم سا بچہ دکھائی دے رہا تھا اب وہ ایک بھیانک اور انتہائی خطرناک خلائی مخلوق جیسا بن گیا تھا۔ اس کی گول گول اور بڑی بڑی آنکھیں انتہائی سیاہ تھیں۔ جن میں سفید حصہ بھی مکمل طور پر چھپ گیا تھا۔

’’دکوشا۔ میں دکوشا ہوں۔ تاریک دنیا کی تاریک مخلوق۔

دکوشا''...... مخلوق کے منہ سے غراہٹ بھری غیر انسانی آواز نکلی۔ اس نے سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں اچانک عمران کے کمرے کے دروازے پر جم گئیں۔ ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھیں سکڑیں اور پھر پھیل گئیں اور اس کے باریک اور پتلے ہونٹوں پر یکلخت انتہائی زہر انگیز مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے باسکٹ کے کنارے پکڑے اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک اور چھلانگ لگائی اور اچھل کر باسکٹ سے باہر آ گیا اور میز پر کھڑا ہو گیا۔ اس کا قد کاٹھ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ دو فٹ کا تھا، اس کے جسم پر اب سیاہ رنگ کا ایک لبادہ سا نظر آ رہا تھا۔ وہ چند لمحے میز پر کھڑا رہا اور عمران کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے اچانک میز سے چھلانگ لگا دی۔

فرش پر آتے ہی وہ جھکا اور پھر سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظریں بدستور عمران کے کمرے کے بند دروازے پر تھیں اور پھر اس نے آہستہ آہستہ عمران کے دروازے کی طرف قدم بڑھانے شروع کر دیئے۔ عمران کے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کا منہ کھل گیا تھا اور اس کے منہ میں موجود لمبے لمبے اور نوکیلے دانت بھی اب واضح طور پر دکھائی دینا شروع ہو گئے تھے۔

''پاناشی''...... مخلوق کے منہ سے غراہٹ بھری آواز نکلی۔ وہ قدم بڑھاتا ہوا عمران کے کمرے کے دروازے کے پاس آ کر رک گیا۔

''پاناشی''...... اس کے منہ سے ایک بار پھر وہی آواز نکلی۔ وہ کمرے کے دروازے کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس کے سامنے لکڑی کے دروازے کی بجائے شیشے کا بنا ہوا دروازہ ہو جس کے پار آسانی سے دیکھا جا سکتا ہو۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر اس کے نوکیلے ناخنوں والے پنجوں جیسے ہاتھ مشینی انداز میں دروازے کی طرف بڑھنے لگے لیکن ابھی اس کے ہاتھ دروازے کو چھوئے بھی نہیں تھے کہ اچانک بیرونی دروازہ پر کھٹکا سا ہوا تو بھیانک مخلوق بجلی کی سی تیزی سے مڑی۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھر پھیلیں اور پھر سکڑ گئیں۔ بیرونی دروازے کی طرف سے مسلسل آوازیں آ رہی تھیں جیسے کوئی باہر سے دروازہ کھول رہا ہو۔

مخلوق جیسے تیز نظروں سے باہر کی طرف ہی دیکھ رہا تھا پھر اچانک اس کا وجود دھوئیں میں تبدیل ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دھواں تحلیل ہو گیا اور اسی لمحے بیرونی دروازہ کھول کر سلیمان اندر آ گیا۔ جیسے ہی سلیمان اندر آیا۔ اچانک غائب ہونے والا دھواں باسکٹ کے اندر نمودار ہوا اور دوسرے لمحے باسکٹ میں بھیانک مخلوق کی جگہ وہی گول مٹول اور معصوم بچہ دکھائی دینے لگا۔

سلیمان اندر آ کر سیدھا اس باسکٹ کی طرف آیا۔ اس کے ہاتھ میں بچے کے لئے دودھ کی نئی بوتل تھی۔ اس کا سانس بری طرح سے پھولا ہوا تھا جیسے وہ بوتل لینے کے لئے دوڑتا ہوا گیا ہو اور دوڑتا ہوا ہی واپس آ گیا ہو۔ باسکٹ میں بچے کو دیکھ کر سلیمان

کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔ بچہ آنکھیں بند کئے اسی طرح سے سو رہا تھا جس طرح سلیمان اسے سوتا ہوا چھوڑ کر گیا تھا۔

''شکر ہے اللہ کا۔ یہ ابھی تک سو رہا ہے''...... سلیمان نے اطمینان بھرے انداز میں کہا اور کچن کی طرف مڑ گیا۔ ابھی اس نے کچن کی طرف جانے کے لئے قدم بڑھائے ہی تھے کہ عمران کے کمرے کا دروازہ کھلا اور دروازے پر عمران کی شکل دکھائی دی۔

''سلیمان''...... عمران نے اسے دیکھ کر تیز آواز میں کہا تو سلیمان پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی لمحے عمران کی نظریں سلیمان کے ہاتھ میں موجود دودھ کی بوتل پر پڑیں۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر حیرت لہرائی اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملنا شروع کر دیں جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔

''بب۔ بب۔ بوتل۔ وہ بھی دودھ کی بوتل''...... عمران کے منہ سے حیرت بھری آواز نکلی۔

''جی ہاں۔ یہ دودھ کی ہی بوتل ہے''...... سلیمان نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''لیکن یہ تو کسی بچے کی دودھ والی بوتل ہے۔ تم نے دودھ بوتل سے پینا شروع کر دیا ہے کیا''...... عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں ابھی تک حیرت لہرا رہی تھی۔

''یہ بچے کے دودھ کی بوتل ہے۔ میرے بچے کی''...... سلیمان نے کہا اور عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

''بب۔ بب۔ بچہ۔ تمہارا بچہ''...... عمران نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ میرا بچہ اور وہ بھی بن ماں کا''...... سلیمان نے کہا۔

اس کی نظریں میز پر پڑی باسکٹ کی طرف اٹھیں تو عمران بھی اس طرف دیکھنے لگا اور پھر باسکٹ اور باسکٹ میں بچہ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں اور زیادہ تحیر ابھر آیا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر باسکٹ میں سوئے ہوئے بچے کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

''یہ تو سچ مچ کا بچہ ہے۔ یہ کہاں سے آ گیا''...... عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''سمجھ لیں کہ یہ بچہ آسمان سے ٹپکا ہے اور میں بتا چکا ہوں کہ یہ میرا بچہ ہے''...... سلیمان نے تنک کر کہا۔

''تمہارا بچہ۔ لیکن جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے کل رات تک تو تمہاری شادی تو کیا کسی شادی کرنے والی سے تمہارا رشتہ بھی طے نہیں ہوا تھا۔ پھر اچانک رشتہ کہاں سے آ گیا جس سے راتوں رات تمہاری شادی بھی ہو گئی اور یہ بھی''...... عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''میری اب بھی شادی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی میں اس بچے کا باپ ہوں''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ یہ بچہ تمہارا ہے''...... عمران نے

کہا۔

''ہاں۔ یہ اب میرا بچہ ہے۔ میں اس کا باپ نہیں منہ بولا ماموں ہوں''...... سلیمان نے کہا۔

''منہ بولا ماموں۔ سب اپنے منہ سے ہی اپنے ماموؤں کو ماموں کہتے ہیں پھر یہ منہ بولا ماموں کیا ہوتا ہے۔ سچ سچ بتاؤ سلیمان۔ یہ کس کا بچہ ہے اور میرے فلیٹ میں کیا کر رہا ہے۔ کہیں تم کسی گھر سے اسے اغوا کر کے تو نہیں لائے ہو تاوان وصول کرنے کے لئے''...... عمران نے اچانک اپنے تیور بدلتے ہوئے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

''آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مجھے بچہ اغوا کرنے کی کیا ضرورت ہے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''ضرورت ہی ایجاد کی ماں بلکہ دادی جان ہوتی ہے پیارے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے دل سے یہ امید ختم ہو گئی ہو کہ میں تمہیں کبھی کوئی تنخواہ دوں گا اس لئے تم نے سوچا کہ چلو تنخواہیں نہیں ملتیں تو کسی بچے کو ہی اغوا کر لو۔ بچے کے تاوان کے طور پر جو ملے وہی غنیمت ہے''...... عمران نے کہا۔

''میں اتنا گھٹیا نہیں ہوں''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''تو پھر سچ سچ بتاؤ۔ کہاں سے آیا ہے یہ بچہ اور کیوں آیا ہے۔ تمہارا اس سے کیا رشتہ ہے اور تم اسے میرے فلیٹ میں کیوں لائے ہو''...... عمران نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا ساتھ ساتھ وہ آستینیں

چڑھا رہا تھا جیسے اگر سلیمان نے اسے جواب نہ دیا تو وہ مار مار کر اس کا برا حال کر دے گا۔

''سچ جاننے کے لئے آپ اس بچے کی ماں کا خط پڑھ لیں پھر آپ کو سب سمجھ میں آ جائے گا کہ یہ بچہ کس کا ہے۔ کہاں سے آیا ہے کیوں آیا ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے۔ تب تک میں کچن میں جا کر بچے کے لئے دودھ بنا لاتا ہوں ورنہ اس نے ابھی اٹھ کر رونا شروع کر دینا ہے''...... سلیمان نے عمران کے انداز میں تیز تیز بولتے ہوئے کہا اور میز پر زہریلے دودھ کی بوتل کے نیچے رکھا ہوا خط نکالا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے حیرت سے خط اور دودھ کی بوتل دیکھی اور پھر سلیمان کی طرف دیکھنے لگا۔

''اوہ یہاں تو ایک اور دودھ کی بوتل موجود ہے۔ کیا یہ بچہ ایک وقت میں دو دو دودھ کی بوتلیں پیتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اب تمہیں میرے ساتھ اس ننھے سے بچے کے لئے بھی دودھ اُدھار ہی لانا پڑے گا۔ میں تمہیں نہیں پال سکتا تو اس بچے کو کیسے پالوں گا اور اس بوتل میں دودھ کا رنگ نیلا کیوں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''اس میں زہریلا دودھ ہے''...... سلیمان نے کہا اور عمران ایک بار پھر چونک پڑا۔

''زہریلا دودھ۔ کیا مطلب۔ کس کے لئے ہے یہ زہریلا دودھ''...... عمران نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

”یہ آپ کے لئے ہے۔ صوفے پر لیٹ کر اطمینان سے پی لیں۔ کہیں تو میں آ کر اسے آپ کے منہ سے لگا دوں“...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ننھے بچوں کی دودھ کی بوتلوں میں مجھے دودھ پینا نہیں آتا۔ ایسا کرو پہلے تم اس بوتل سے دودھ پیو۔ تمہیں دیکھ کر مجھے بھی پتہ چل جائے گا کہ ننھے بچوں کی بوتلوں میں دودھ پیتا ہوا بڑا آدمی کیسا لگتا ہے اور وہ بھی زہریلا دودھ پیتے ہوئے۔ اگر یہ دودھ پی کر تم مر گئے تو میں تمہاری لاش سمیت اٹھا کر اسے باہر پھینک دوں گا ورنہ یہ دودھ میرے لئے ایک وقت کی چائے بنانے کے تو کام آ ہی جائے گا“...... عمران نے بھی جواباً مسکرا کر کہا۔

”آپ خود کو بڑا آدمی سمجھتے ہیں“...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

”اس بچے سے تو بڑا ہی ہوں“...... عمران نے اسی انداز میں کہا اور خط کھول کر تحریر پڑھنے لگا۔ تحریر پڑھتے ہوئے وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا اور اس کے چہرے پر بھی ہمدردی اور تاسف کے ملے جلے تاثرات نمایاں ہونا شروع ہو گئے۔ اسے خط پڑھتے دیکھ کر سلیمان کچن کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ دودھ والی بوتل واپس لے کر آیا تو بچہ عمران کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ بچہ گود میں لئے ہوئے صوفے پر بیٹھا تھا۔ بچے کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔

”بالکل آپ کا بچہ معلوم ہو رہا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اسے آپ ہی گود لے لیں اور بن ماں کے باپ بن جائیں“...... سلیمان نے دودھ کی بوتل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ابھی یہ سو رہا ہے۔ جب جاگے گا تب دودھ پلانا“...... عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران کو سنجیدہ دیکھ کر وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے بوتل سامنے میز پر رکھی اور عمران کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”نجانے وہ مظلوم عورت کون تھی جو اس بچے کو اس طرح ہمارے دروازے کے پاس چھوڑ گئی تھی“...... سلیمان نے کہا۔

”حالات کی ستائی ہوئی معلوم ہوتی ہے“...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ خط پڑھ کر وہ واقعی سنجیدہ ہو گیا تھا اور اسے بچے کی معصومیت پر بے حد ترس آ رہا تھا اسی لئے اس نے بچے کو باسکٹ سے نکال کر اپنی گود میں ڈال لیا تھا اور بچہ بھی اس کی گود میں میٹھی اور گہری نیند سو رہا تھا جیسے وہ واقعی اپنے باپ کی گود میں ہو۔

”ہاں۔ لیکن وہ مظلوم عورت تھی کون“...... سلیمان نے کہا۔

”یہ تو تمہیں معلوم ہو گا۔ وہ بچہ تمہارے سپرد کر کے گئی ہے۔ باہر جا کر اسے ڈھونڈنا تمہاری ذمہ داری تھی۔ خط میں جو کچھ لکھا ہے اس سے تو ایسا لگتا ہے جیسے یا تو وہ یہاں سے بہت دور چلی گئی ہے یا پھر اس نے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا ہے“...... عمران نے کہا۔

”مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ اب میں اسے کہاں تلاش کروں

گا“...... سلیمان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تحریر صاف ستھری ہے اور جو کچھ لکھا گیا ہے اسے دیکھ کر صاف پتہ لگ رہا ہے کہ یہ عورت پڑھے لکھے خاندان سے ہے“...... عمران نے کہا۔

”پڑھا لکھا انسان ایسی احمقانہ حرکت کیسے کر سکتا ہے کہ بچے کو کسی اور کے دروازے پر رکھ کر چل دے خودکشی کرنے کے لئے“...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

”آج کے دور میں پڑھا لکھا ہی سب سے بڑا احمق تصور کیا جاتا ہے جیسا کہ میں“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سلیمان بے اختیار ہنس دیا۔

”یہ تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ جتنے زیادہ آپ پڑھے لکھے ہیں اتنے ہی آپ“...... سلیمان نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔

”ماش کی دال کھا کھا کر معدہ چوپٹ ہو جاتا ہے پیارے اور جب معدہ چوپٹ ہوتا ہے تو اس کا ڈائریکٹ اثر دماغ تک پہنچ جاتا ہے اور پھر میں تو کیا عالم فاضل اور دنیا کی بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والا بھی احمقوں کی صف میں ہی آ جاتا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تب تو اچھا ہی ہے کہ میں ماش کی دال نہیں کھاتا“...... سلیمان نے کہا اور عمران ہنس پڑا۔

”تم جیسے جاہل باورچی کو ماش کی دال زیادہ سے زیادہ کھانی چاہئے۔ اس کے کھانے سے پڑھا لکھا انسان اگر جاہل بنتا ہے تو تین وقت ماش کی دال کھانے والا جاہل سب سے بڑا عالم فاضل بن سکتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”وہ کیسے“...... سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے عمران کی یہ عجیب و غریب منطق اسے سمجھ میں نہ آئی ہو۔

”وہ ایسے کہ“...... ابھی عمران نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک اس کی گود میں موجود بچہ مچلا اور اس نے آنکھیں کھول دیں اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں عمران پر پڑیں اس نے اچانک حلق پھاڑ کر اور زور زور سے رونا شروع ہو گیا۔

”ارے ارے۔ یہ جاگ گیا ہے۔ لاؤ۔ بوتل لاؤ۔ اسے شاید بھوک لگی ہے“...... عمران نے کہا تو سلیمان نے میز پر رکھی ہوئی دودھ کی بوتل اٹھا کر عمران کو تھما دی۔ عمران نے بوتل کا نپل بچے کے منہ سے لگایا تو بچہ یوں دودھ پینے لگا جیسے وہ کئی دن سے بھوکا ہو۔ اسی لمحے عمران کے کمرے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

”یہ لو۔ تم اسے دودھ پلاؤ۔ میں دیکھتا ہوں کس کا فون ہے“...... عمران نے بچہ سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے آگے بڑھ کر عمران سے بچہ لے لیا۔ عمران اٹھا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔

"یس۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بن مال کے بچے کا اکلوتا بلکہ کنوارا باپ بول رہا ہوں"...... رسیور اٹھاتے ہی عمران کی زبان کا چرخہ چل پڑا۔

"چھوٹے صاحب۔ میں کوٹھی سے دینو بابا بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے ایک بلغم زدہ اور گھبراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

"ارے دینو بابا۔ آپ۔ السلام علیکم۔ کیا حال ہیں اور آپ کے بیوی بچے کیسے ہیں"...... عمران نے دینو بابا کی آواز پہچانتے ہوئے کہا۔ دینو بابا کوٹھی کے سینئر ترین ملازموں سے ایک تھا۔ وہ چونکہ خاصا بوڑھا ہو چکا تھا اس لئے اس کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے عمران اس سے زیادہ ہنسی مذاق نہیں کرتا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ میرے بیوی بچے بھی ٹھیک ہیں۔ لیکن بیٹا"...... دوسری طرف سے دینو بابا نے کہا۔ بات کرتے ہوئے اچانک وہ بری طرح سے کھانسنے لگا۔

"اوہ۔ آپ کو تو بہت کھانسی آ رہی ہے۔ علاج نہیں کیا آپ نے اس کھانسی کا"...... عمران نے کہا۔

"میں علاج کرا رہا ہوں بیٹا۔ اللہ بھلا کرے بڑے صاحب کا انہوں نے مجھے اچھی سے اچھی اور مہنگی سے مہنگی دوائیں لا کر دی ہیں۔ میں ان دواؤں کا استعمال بھی کر رہا ہوں لیکن اس عمر میں دوائیں بھی مشکل سے ہی فائدہ دیتی ہیں"...... دوسری طرف سے دینو بابا نے جواب دیا۔

"ہاں۔ یہ بھی ہے۔ بہرحال آپ فرمائیں کیسے یاد کیا تھا آپ نے مجھے"...... عمران نے انکساری سے کہا۔

"اوہ ہاں۔ اس بڑھاپے نے تو میری یادداشت بھی کمزور کر کے رکھ دی ہے۔ کچھ یاد ہی نہیں رہتا۔ کرنا کچھ ہوتا ہے اور کر کچھ دیتا ہوں۔ بہرحال بیٹا تم فوراً کوٹھی آ جاؤ۔ یہاں ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے"...... دوسری طرف سے دینو بابا نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"حادثہ۔ یا اللہ خیر۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں دینو بابا۔ کیسا حادثہ۔ کیا ہوا ہے۔ اماں بی اور ڈیڈی تو خیریت سے ہیں نا"...... عمران نے بے چینی سے پوچھا۔

"وہ خیریت سے ہیں۔ میں ثریا بٹیا کی بات کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ایک بڑا بھیانک حادثہ ہو گیا ہے"...... دوسری طرف سے دینو بابا نے کہا۔

"ثریا۔ اوہ اوہ۔ کیا ہوا ہے ثریا کو۔ جلدی بتائیں دینو بابا۔ آپ نے تو میرے اوسان ہی خطا کر دیئے ہیں"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"بیٹا۔ سب سے پہلے تو میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ ثریا بٹیا کے گھر اللہ تعالیٰ نے چاند سا بیٹا دیا ہے"...... دینو بابا نے کہا اور عمران اچھل پڑا۔

"ثریا کا بیٹا۔ اوہ ثریا کے گھر بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے اور اس

بارے میں مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں''...... عمران نے حیرت اور مسرت کے ملے جلے انداز میں کہا۔

''بیٹے کی پیدائش ابھی دو دن قبل ہوئی تھی بیٹا۔ بیگم صاحبہ اور بڑے صاحب نے ابھی بچے کی پیدائش کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ بیٹے کی پیدائش قریبی ہسپتال میں ہوئی تھی۔ زچہ اور بچہ کو ہسپتال والوں نے دو دنوں میں فارغ کیا تھا۔ بڑے صاحب ثریا بٹیا اور اس کے بچے کو خود گھر لے کر آئے تھے لیکن پھر یہاں آتے ہی حادثہ ہو گیا۔ حیرت انگیز اور ناقابل یقین حادثہ۔ ایسا حادثہ جس سے سب کی عقلیں خبط ہو کر رہ گئی ہیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سب کیسے ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے''...... دینو بابا نے بڑے ہراساں لہجے میں کہا اور عمران کا ایک بار پھر رنگ بدل گیا۔

''اوہ۔ ہوا کیا ہے۔ ثریا اور اس کا بچہ دونوں ٹھیک ہیں نا''۔ عمران نے بے چینی سے پوچھا۔

''اسی لئے کہہ رہا ہوں عمران بیٹا کہ تم کوٹھی آ جاؤ۔ اس وقت بیگم صاحبہ، بڑے صاحب اور ثریا بٹیا کو تمہاری بے حد ضرورت ہے۔ تینوں کے ہوش اُڑے ہوئے ہیں۔ اور......'' دوسری طرف سے دینو بابا نے کہا اور عمران غرا کر رہ گیا۔

''میں پوچھ رہا ہوں۔ ہوا کیا ہے دینو بابا''...... عمران نے غرا کر کہا۔ دینو بابا کا یہ پراسرار انداز اسے اب برا لگ رہا تھا۔

''بیٹا۔ وہ۔ وہ''...... دینو بابا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''دینو بابا''...... عمران اس قدر خوفناک انداز میں غرایا کہ دوسری طرف دینو بابا بے اختیار کانپ کر رہ گیا۔

''چھچھ۔ چھچھ۔ چھوٹے صاحب وہ ثریا بٹیا کا بیٹا غائب ہو گیا ہے''...... دوسری طرف سے دینو بابا نے کہا اور عمران کا یکلخت دماغ سلگ کر رہ گیا۔

''بیٹا غائب ہو گیا ہے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیسے غائب ہوا ہے وہ اور کہاں غائب ہوا ہے''...... عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا جیسے اسے دینو بابا کی نامکمل بات پر اور غصہ آ گیا ہو۔

''تمہیں شاید میری بات کا یقین نہیں آئے گا بیٹا۔ لیکن یہ سچ ہے۔ میں نے بچے کو ثریا بٹیا کے ہاتھوں سے اچانک دھواں بن کر غائب ہوتے دیکھا تھا''...... دوسری طرف سے دینو بابا نے کہا اور عمران کی آنکھیں حیرت سے سکڑ سی گئیں۔

دھواں بن کر۔ بچہ دھواں بن کر غائب ہوا ہے۔ کیا مطلب۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں دینو بابا۔ بچہ دھواں بن کر کیسے غائب ہو سکتا ہے۔ آپ ہوش میں تو ہیں''...... عمران نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا جیسے وہ سمجھ رہا ہو کہ دینو بابا اس سے مذاق کر رہا ہو۔

''ہاں بیٹا۔ میں نے خود اپنی ان دو گنہگار آنکھوں سے دیکھا تھا۔ میری بات کا یقین کرو۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میری اب عمر نہیں ہے جھوٹ بولنے کی''...... دینو بابا نے پھر پڑی

سے اترتے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار غصے سے ہونٹ بھینچ لئے۔

''آپ بتائیں میں آپ کی بات پر یقین کر لوں گا''...... عمران نے اس بار غصہ ضبط کرتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

''اللہ تمہارا بھلا کرے بیٹا۔ سنو۔ ثریا بٹیا اپنے کمرے میں بچے کو اٹھائے پیار کر رہی تھی۔ بیگم صاحبہ اور بڑے صاحب دوسرے کمرے میں تھے۔ میں ثریا بٹیا کے کمرے میں دودھ کا گلاس لے کر گیا تو بٹیا کو بچے سے کھیلتے دیکھ کر دروازے پر ہی رک گیا۔ مجھے دونوں ماں بیٹا کھیلتے دیکھ کر اچھے لگ رہے تھے اس لئے میں نے انہیں کمرے میں جا کر پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ میں ابھی ان دونوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک میں نے ثریا بٹیا کے ہاتھوں میں موجود بچہ دھوئیں میں تبدیل ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے دھواں ہوا میں غائب ہو گیا۔ بچے کو اس طرح دھواں بنتے دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ ثریا بٹیا بھی جیسے یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر گنگ رہ گئی تھی۔ اس نے بے اختیار ہاتھ مار مار کر دھواں پکڑنا چاہا لیکن دھواں بھلا وہاں کیسے رک سکتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا دھواں تحلیل ہو گیا اور پھر ثریا بٹیا نے زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر وہیں گر گئی۔ میں وہاں کھڑا پاگلوں کی طرح دیکھے جا رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ ثریا بٹیا کی چیخ سے پوری کوٹھی لرز اٹھی تھی۔ ثریا بٹیا کی چیخ سن کر سب اندر آ گئے۔ ثریا

بٹیا کو بے ہوش دیکھ کر اور وہاں بچے کو نہ پا کر سب کے ہوش اڑ گئے تھے۔ مجھے وہاں دیکھ کر بڑے صاحب نے پوچھا تو میں نے لرزتے ہوئے انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا تو سب حیران رہ گئے۔ میری باتوں کا کسی کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا۔ بڑے صاحب نے مجھے بری طرح سے ڈانٹنا شروع کر دیا کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بوڑھی آنکھیں دن کو جاگتے میں بھی خواب دیکھنا شروع ہو گئی ہیں۔ انہیں میری بات کا یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ثریا بٹیا کا بچہ دھواں بن کر غائب ہوا ہے۔ انہوں نے چیخ چیخ کر ساری کوٹھی سر پر اٹھا لی اور کوٹھی کے تمام افراد بچے کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ میں نے صاحب کو بہت یقین دلانے کی کوشش کی مگر صاحب میری کوئی بھی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انہوں نے مجھے زبردستی کوارٹر میں بھیج دیا ہے۔ میں بہت پریشان تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں بڑے صاحب کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں نے ثریا بٹیا کے بچے کو اپنی آنکھوں سے دھواں بن کر غائب ہوتے دیکھا تھا۔ میں کوارٹر میں آ کر رو رہا تھا پھر فون دیکھ کر مجھے تمہارا خیال آیا اس لئے میں نے تمہیں یہ سب بتانے کے لئے فون کیا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ تم بھی اس بوڑھے کی بات پر یقین کرو یا نہ کرو لیکن میں نے جو دیکھا تھا وہی تمہیں بتایا ہے۔ اس میں نہ میری نظروں کا دھوکہ ہے اور نہ ہی میرا کوئی جھوٹ''...... دوسری طرف سے دینو بابا نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ ان کی باتیں سن کر عمران

کے دماغ میں یکلخت آندھیاں سی چلنا شروع ہو گئی تھیں۔

”میں جانتا ہوں دینو بابا۔ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ مجھے آپ پر یقین ہے لیکن بچے کا دھواں بن کر غائب ہونا۔ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی“...... عمران نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”اس بات پر تو میں بھی حیران ہوں بیٹا۔ پتہ نہیں کیا جادو تماشہ تھا“...... دینو بابا نے کہا اور جادو کا سن کر عمران کے ذہن میں چھناکا سا ہوا اس بار اس کے ذہن میں حقیقتاً زہریلی چیونٹیاں سی رینگنا شروع ہو گئی تھیں۔

”ثریا اب کیسی ہے۔ اسے ہوش آیا ہے یا نہیں“...... عمران نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ بڑے صاحب نے ڈاکٹروں کو بلا رکھا ہے۔ لیکن ثریا بٹیا ابھی تک بے ہوش پڑی ہے“...... دینو بابا نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی وہاں آ رہا ہوں“...... عمران نے کہا اور دوسری طرف کا جواب سنے بغیر اس نے فوراً فون کریڈل پر رکھ دیا۔

”سلیمان۔ سلیمان“...... اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا لیکن باہر سے سلیمان کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ عمران تیزی سے باہر آیا لیکن سلیمان وہاں نہیں تھا۔ سامنے باسکٹ اور زہریلے دودھ کی بوتل ضرور پڑی تھی لیکن باسکٹ میں بچہ بھی نہیں تھا۔

”ہونہہ۔ اب یہ سلیمان کہاں چلا گیا ہے“...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے دو تین بار سلیمان کو آوازیں دیں لیکن جواب ندارد۔ عمران نے سوچا کہ شاید سلیمان بچے کو بہلانے کے لئے باہر لے گیا ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں گیا اور پھر چند لمحوں کے بعد لباس تبدیل کر کے باہر آ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کی سپورٹس کار کوٹھی کی جانب اڑی جا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں ابھی تک دینو بابا کے الفاظ ہتھوڑے کی ضربوں کی طرح لگتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے کہ ثریا کے ہاتھوں میں ہی اس کا بچہ دھواں بن کر غائب ہو گیا تھا۔

کرنل فریدی کے کمرے سے باہر آتے ہی کیپٹن حمید کی نظریں اس لڑکی پر پڑیں تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ کیونکہ وہ لڑکی وہی تھی جو اسے ریسٹورنٹ میں ملی تھی اور وہ اسے سات ہزار کا چکما دے کر نکل گئی تھی۔ اس لڑکی نے کیپٹن حمید کو اپنا نام کلاشی بتایا تھا۔ اسے وہاں دیکھ کر کیپٹن حمید غرا کر رہ گیا۔ وہ چند لمحے اسے غصے سے گھورتا رہا پھر وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''تم یہاں''...... کیپٹن حمید نے اسے تیز گھورتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

''جی ہاں۔ لیکن آپ''...... لڑکی نے اس کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ پہلی بار کیپٹن حمید کو دیکھ رہی ہو۔

''اچھا۔ تو اب میں تمہارے لئے انجان ہو گیا ہوں۔ پہچانا نہیں

کہ میں کون ہوں''...... کیپٹن حمید نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''سوری۔ کیا اس سے پہلے ہم مل چکے ہیں''...... لڑکی نے اسی طرح حیرت بھرے لہجے میں کہا اور کیپٹن حمید اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔

''بہت خوب۔ بڑی جلدی ریسٹورنٹ والی ملاقات بھول گئی ہو''...... کیپٹن حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

''ریسٹورنٹ۔ ملاقات۔ میں کچھ سمجھی نہیں''...... لڑکی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہونہہ۔ اب تم کہو گی کہ یہ کارڈ بھی تم نے مجھے نہیں دیا تھا''...... کیپٹن حمید نے کلاشی کا دیا ہوا کارڈ نکال کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ بالکل نہیں۔ جب میری آپ سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تو میں بھلا آپ کو کارڈ کیسے دے سکتی ہوں اور یہ کارڈ۔ یہ کارڈ تو کسی ہوٹل کا معلوم ہو رہا ہے''...... لڑکی نے کہا۔

''ہونہہ۔ تو تمہارا نام کلاشی نہیں ہے''...... کیپٹن حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''نہیں میں کلاشی نہیں ہوں''...... لڑکی نے جواب دیا۔

''ہونہہ۔ اگر تم کلاشی نہیں ہو تو پھر کون ہو اور کیا نام ہے تمہارا''...... کیپٹن حمید نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ کرنل فریدی ہیں''...... لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں کیپٹن حمید ہوں"...... کیپٹن حمید نے غصے سے کہا۔

"سوری۔ میں آپ سے نہیں بلکہ کرنل صاحب سے ملنے کے لئے آئی ہوں اور اپنا نام بھی میں انہیں ہی بتاؤں گی۔ کہاں ہیں وہ"...... لڑکی نے کہا۔

"کیوں۔ کیا کام ہے تمہیں کرنل فریدی سے"...... کیپٹن حمید نے اسی انداز میں کہا۔

"یہ بھی میں انہیں ہی بتاؤں گی"...... لڑکی نے کہا۔

"ہونہہ۔ یہاں میرے اور کرنل فریدی کے رتبے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی سمجھو کہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید یہاں ایک ہی ہیں"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"فرق تو ہے"...... لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"کیسا فرق"...... کیپٹن حمید نے چونک کر کہا۔

"اگر کرنل فریدی اور آپ ایک ہوتے آپ کے نام کے ساتھ کیپٹن نہیں کرنل ہوتا"...... لڑکی نے کہا تو کیپٹن حمید نے غصے سے ہونٹ بھینچ لئے۔ لڑکی ضرورت سے زیادہ چالاک معلوم ہو رہی تھی۔

"زیادہ چالاک مت بنو۔ بتاؤ مجھے۔ تم کیوں آئی ہو یہاں"۔ کیپٹن حمید نے بدستور غصے سے کہا۔

"کرنل فریدی صاحب سے ملنے کے لئے آئی ہوں"...... لڑکی نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا جیسے اسے کیپٹن حمید کے غصے کی کوئی پرواہ نہ ہو اور نہ وہ اس سے مرعوب ہوئی ہو۔

"کرنل فریدی تم جیسی چالاک اور دھوکے باز لڑکیوں سے نہیں ملا کرتا"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"چالاک۔ دھوکے باز۔ کیا مطلب۔ آپ سے کس نے کہا ہے کہ میں چالاک اور دھوکے باز ہوں"...... لڑکی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں قدرے غصے کا عنصر بھی تھا۔

"ریسٹورنٹ میں تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا تھا اور دس آدمیوں کے کھانے کا بل میرے سر منڈھ دیا تھا۔ کیا یہ دھوکہ نہیں تھا اور مجھے یہ کارڈ تھما کر بڑے اطمینان سے وہاں سے نکل گئی تھی یہ تمہاری چالاکی نہیں تھی تو اور کیا تھا"...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"اوہیلو۔ تم کیپٹن ہو اور کرنل فریدی کے ساتھی ہو اس لئے میں تمہاری عزت کر رہی ہوں۔ میں تمہیں آپ آپ کہہ رہی ہوں اور تم۔ ہونہہ۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے کہ میں تمہیں نہیں جانتی اور جب میں کسی ریسٹورنٹ میں گئی ہی نہیں تو تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں تم سے ملی بھی تھی اور تم سے دھوکہ بھی کیا تھا"...... لڑکی نے اس بار بڑے غصیلے لہجے میں کہا جیسے کیپٹن حمید کے تو تڑاخ سے اسے سچ مچ غصہ آ گیا ہو۔ اس سے پہلے کہ کیپٹن حمید کچھ کہتا اسی لمحے کرنل فریدی کمرے سے باہر آ گیا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں"...... کرنل فریدی نے کیپٹن حمید کی طرف تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ہیں کرنل فریدی۔ مل لو ان سے۔ پھر میں بعد میں تم سے پوچھوں گا کہ کون ہو تم"...... کیپٹن حمید نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا اور تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور لڑکی سر جھٹک کر غور سے کرنل فریدی کی طرف دیکھنے لگی پھر وہ آگے بڑھی اور کرنل فریدی کے نزدیک چلی گئی۔

"ہیلو سر"...... اس نے مصافحے کے لئے کرنل فریدی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سوری۔ میں لڑکیوں سے ہاتھ نہیں ملاتا"...... کرنل فریدی نے خشک لہجے میں کہا تو لڑکی کا رنگ بدل گیا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے خفت اور غصے کے تاثرات نمودار ہوئے مگر اس نے فوراً ہی خود کو نارمل کر لیا۔

"سوری۔ میں آپ سے ایک ضروری سلسلے میں ملنے آئی ہوں"...... اس نے ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"فرمائیں"...... کرنل فریدی نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"کیا ہم کہیں الگ بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں"...... لڑکی نے کیپٹن حمید کی طرف ترچھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ کرنل فریدی نے ایک لمحے کے لئے اسے غور سے دیکھا پھر اس نے سر جھٹک کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوکے۔ آئیں"...... کرنل فریدی نے کہا اور اپنے آفس کی طرف مڑ گیا۔ آفس میں آ کر وہ میز کے پیچھے جا کر اپنی مخصوص

کرسی پر بیٹھ گیا اور لڑکی جو اس کے پیچھے پیچھے اندر آ گئی تھی اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"تشریف رکھیں"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"شکریہ"...... لڑکی نے کہا اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک ہینڈ بیگ تھا جو اس نے میز پر رکھ دیا تھا۔

"میں سائی فان سے آپ کو ملنے کے لئے آئی ہوں"...... لڑکی نے غور سے کرنل فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے مٹھاس بھرے لہجے میں کہا۔

"سائی فان میں آپ کہاں رہتی ہیں"...... کرنل فریدی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آرگسٹن روڈ پر ایک پیلس ہے۔ پرل پیلس۔ اس کے ساتھ نیو کالونی میں میری رہائش ہے"...... لڑکی نے کہا۔

"اتنی دور سے آپ مجھ سے ملنے کے لئے آئی ہیں۔ کوئی خاص وجہ"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"یس سر"...... لڑکی نے کہا۔

"آپ میرے بارے میں کیا جانتی ہیں اور اس عمارت کا آپ کو پتہ کس نے بتایا ہے"...... کرنل فریدی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں تھا اور اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے تھے۔ اسی لئے کرنل فریدی کو اس لڑکی کے وہاں آنے پر واقعی بے حد حیرت ہو رہی تھی۔

"میں آپ کے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں سر اسی لئے میں سیدھی یہاں چلی آئی تھی"...... لڑکی نے کہا۔

"آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے آپ پراسرار علوم کی ماہر ہیں اور کسی بھی شخص اور کسی بھی جگہ کے بارے میں معلوم کرنا آپ کے لئے بے حد آسان ہو"...... کرنل فریدی نے منہ بنا کر کہا۔

"لیس سر۔ میں اکوماری جانتی ہوں۔ آپ اکوماری کے بارے میں تو جانتے ہوں گے۔ پراسرار علوم میں سب سے زیادہ پراسرار علم اکوماری کا ہی ہے"...... لڑکی نے کہا تو کرنل فریدی کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"اکوماری۔ آپ کا مطلب ہے قدیم مصری کالا جادو"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"جی ہاں۔ میں اکوماری کی ماہرہ ہوں"...... لڑکی نے کہا اور کرنل فریدی کا منہ بن گیا۔

"تو آپ جادوگرنی ہیں"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"اس دور میں آپ مجھے جادوگرنی نہیں وچ کوئین ضرور کہہ سکتے ہیں۔ میں واقعی اکوماری کی وچ کوئین ہوں"...... لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔ بہرحال میرے پاس آنے کی کوئی خاص وجہ"...... کرنل فریدی نے اسی انداز میں کہا۔ یہ جان کر کہ وہ لڑکی جادوگرنی ہے اس کا منہ بن گیا تھا۔

"بہت خاص وجہ ہے۔ اتنی خاص کہ آپ سنیں گے تو اچھل پڑیں گے"...... لڑکی نے کہا۔

"بولو"...... کرنل فریدی نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

"میں آپ کو ایک چیز دکھاتی ہوں۔ پہلے آپ اسے دیکھ لیں پھر بات کرتے ہیں"...... لڑکی نے کہا اور اس نے میز پر پڑا ہوا اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور اسے کھولنے لگی۔ اس نے ہینڈ بیگ کھول کر اس میں ہاتھ ڈالا اور پھر جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی ایک تھیلی تھی جس کا منہ سیاہ دھاگے سے بند تھا۔ اس نے سرخ تھیلی میز پر رکھی اور ہینڈ بیگ بند کر کے ایک طرف رکھ دیا اور پھر اس نے تھیلی اٹھائی اور کرنل فریدی کی طرف بڑھا دی۔

"یہ کیا ہے"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"خود ہی کھول کر دیکھ لیں"...... لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"سوری۔ جب تک بتاؤ گی نہیں کہ اس تھیلی میں کیا ہے میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا"...... کرنل فریدی نے دوبارہ خشک انداز اپناتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ آپ تو ضرورت سے زیادہ شکی مزاج ہیں۔ بہرحال میں تھیلی کھولتی ہوں اور دکھاتی ہوں کہ اس میں کیا ہے"...... لڑکی نے کہا اور اس نے تھیلی کے منہ پر بندھا ہوا سیاہ دھاگہ کھولا اور پھر اس تھیلی میں ہاتھ ڈال کر اس نے تھیلی میں سے کوئی چیز نکال لی۔ اس نے مٹھی بند کر رکھی تھی۔ چند لمحے وہ کرنل فریدی کی طرف

مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کرنل فریدی کے سامنے یکلخت مٹھی کھول دی۔ اس نے جیسے ہی مٹھی کھولی کرنل فریدی کی آنکھوں میں تیز چمک سی پڑی۔ تیز چمک کی وجہ سے کرنل فریدی کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے بند ہو گئیں۔

''یہ کیا ہے''...... کرنل فریدی نے تیز آواز میں کہا اور دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملنے لگا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے لڑکی کی ہتھیلی پر سیاہ رنگ کا ایک موتی دکھائی دیا جو مٹر کے دانے سے کچھ چھوٹا تھا۔ سیاہ ہونے کے باوجود موتی میں بے پناہ چمک تھی۔

''اسے غور سے دیکھیں تو آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کیا ہے''...... لڑکی نے اس بار بڑے پراسرار اور بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ سن کر کرنل فریدی چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا لیکن لڑکی کا چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا جس پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

''او کے۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔ یہ سیاہ موتی ہے۔ اب اسے میرے سامنے سے ہٹا لو''...... کرنل فریدی نے کرخت لہجے میں کہا۔ اس سیاہ موتی کی چمک نے جیسے اس کے ذہن میں ہلچل سی مچا دی تھی۔ نجانے کیا بات تھی کہ اس موتی کی طرف دیکھتے ہوئے کرنل فریدی کو اپنے دماغ میں آگ سی بھرتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

''ایسے نہیں۔ اسے آپ اپنے ہاتھ میں لیں۔ پھر آپ کو اس موتی کی حقیقت کا اصل اندازہ ہو گا''...... لڑکی نے کہا تو کرنل

فریدی نے بے اختیار ہاتھ بڑھایا اور لڑکی کی ہتھیلی سے سیاہ موتی اٹھانے ہی لگا تھا کہ اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔ ایک انجان سی قوت اسے موتی کو ہاتھ لگانے سے روک رہی تھی۔ کرنل فریدی کے چہرے پر یکلخت بے زاری اور غصہ ابھر آیا۔

''کیا ہوا''...... لڑکی نے کرنل فریدی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ تم اس موتی کو پیچھے ہٹاؤ۔ مجھے اس سے گھن آ رہی ہیں۔ نجانے یہ کیسا موتی ہے''...... کرنل فریدی نے ہاتھ کھینچتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔ لڑکی نے ایک لمحے کے لئے غور سے کرنل فریدی کی طرف دیکھا اور پھر اس نے کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلایا اور موتی مٹھی میں بند کر کے ایک جھٹکے سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کرنل فریدی اسے اچانک اٹھتے دیکھ کر چونک پڑا۔ لڑکی نے کرسی ہٹائی اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگی جیسے وہ واپس جا رہی ہو۔ اس کا ہینڈ بیگ میز پر ہی پڑا تھا۔ جیسے ہو اسے اٹھانا بھول گئی ہو۔

''سنو۔ کہاں جا رہی ہو تم''...... کرنل فریدی نے اسے اس طرح اٹھ کر واپس جاتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کہیں نہیں۔ یہ لو۔ پکڑو''...... لڑکی نے اچانک مڑتے ہوئے کہا اور سیاہ موتی کرنل فریدی کی طرف اچھال دیا۔ کرنل فریدی کا ہاتھ غیر ارادی طور پر بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دوسرے لمحے سیاہ موتی اس کے ہاتھ میں تھا۔ جیسے ہی کرنل فریدی

نے سیاہ موتی دبوچا اچانک اسے ایک زور دار جھٹکا لگا اور اس کا سارا جسم یکبارگی بری طرح سے جھنجھنا اٹھا۔ بجلی کی ایک تیز رو جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سرایت کرتی چلی گئی اور وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سیاہ موتی ایک طرف پھینکنا چاہا لیکن سیاہ موتی اس کی ہتھیلی سے یوں چپک گیا تھا جیسے مقناطیس، لوہے سے چپک جاتا ہے۔

"یہ۔ یہ۔ کیا۔ یہ میرے ہاتھ سے الگ کیوں نہیں ہو رہا ہے"...... کرنل فریدی کے حلق سے لرزتی اور کپکپاتی ہوئی آواز نکلی۔ دوسرے لمحے وہ لہرایا اور کرسی پر گر گیا ساتھ ہی اس کا سر ڈھلک کر میز سے آ ٹکرایا۔ کرنل فریدی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے روح کھینچ لی گئی ہو۔ کرنل فریدی کا ذہن فوراً اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

کرنل فریدی کو اس طرح میز پر گرتے دیکھ کر لڑکی کے ہونٹوں پر پُراسرار اور انتہائی زہر انگیز مسکراہٹ آ گئی۔ وہ سیاہ موتی کو ہاتھ نہیں لگا رہا تھا اس لئے لڑکی نے اس پر نفسیاتی وار کیا تھا۔ اس نے اٹھ کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے اچانک مڑ کر سیاہ موتی کرنل فریدی کی طرف اچھال دیا تھا اور کرنل فریدی نے غیر ارادتاً سیاہ موتی فضا میں دبوچ لیا تھا اور اس موتی کے اس کے ہاتھ میں آتے ہی کرنل فریدی بے ہوش ہو گیا تھا۔

لڑکی نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ تھوڑا کھلا ہوا تھا۔ لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر دروازے کی طرف کرتے ہوئے اپنی انگلیوں کو مخصوص انداز میں حرکت دی تو دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور اندر سے دروازے کو خود بخود لاک بھی لگ گیا۔

لڑکی مڑی اور کرنل فریدی کی طرف دیکھنے لگی جو میز پر سر رکھے یوں پڑا ہوا تھا جیسے سیاہ موتی نے اس کے جسم سے جان ہی نکال لی ہو اور وہ بے جان ہو گیا ہو۔ لڑکی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دوبارہ اس کرسی پر آ کر بیٹھ گئی جس پر وہ پہلے بیٹھی ہوئی تھی۔

"بس اب اٹھ جاؤ کرنل فریدی"...... اس نے کرنل فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس بار اس کے منہ سے عجیب سرسراتی ہوئی آواز نکلی تھی۔ اپنا نام سن کر کرنل فریدی کے جسم کو ہلکا سا جھٹکا لگا لیکن اس نے سر نہیں اٹھایا۔

"میں کہہ رہی ہوں سر اٹھاؤ کرنل فریدی۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو"...... لڑکی نے تیز لہجے میں کہا اور اس بار کرنل فریدی یوں اٹھ کر بیٹھ گیا جیسے وہ گہری نیند سویا ہوا ہو اور اچانک کسی نے اسے بری طرح سے جھنجھوڑ کر جگا دیا ہو۔ کرنل فریدی کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اس کے کاندھے ڈھلکے ہوئے تھے اور اس کا چہرہ یوں بجھا بجھا سا نظر آ رہا تھا جیسے وہ ابھی ابھی کسی قبر سے نکل کر آیا ہو۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس کی آنکھوں میں چمک نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور وہ لڑکی کی طرف پلکیں جھپکائے بغیر یوں دیکھ رہا تھا جیسے لڑکی نے اسے ہپناٹائز کر دیا ہو۔

"تمہارے ہاتھ میں سیاہ موتی ہے کرنل فریدی۔ اب تم اس سیاہ موتی کے زیر اثر ہو"...... لڑکی نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں سیاہ موتی کے زیر اثر ہوں"...... کرنل فریدی کے منہ سے جواباً ایسی آواز نکلی جیسے وہ کسی گہرے اور اندھے کنویں سے بول رہی ہو۔

"سیاہ موتی تمہاری ہتھیلی سے چپک گیا ہے۔ یہ اس وقت تک تمہارے ہاتھ پر چپکا رہے گا جب تک میں یا کوئی دوسری شیطانی طاقت تم سے یہ موتی واپس نہ مانگ لے"...... لڑکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے"...... کرنل فریدی نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"اب سنو۔ میں زابیلا ہوں۔ تاریک دنیا کی باسی۔ اب تم بولو۔ کیا نام ہے میرا"...... لڑکی نے اپنے لہجے میں درشتگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"زابیلا۔ تمہارا نام زابیلا ہے"...... کرنل فریدی نے کسی معمول کی طرح اسے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ مجھے خصوصی طور پر تاریک دنیا سے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔ میں تاریک دنیا کی سیاہ طاقت ہوں۔ تم تک پہنچنے کے لئے میں نے اس دنیا کی ایک لڑکی کا جسم حاصل کر رکھا ہے تاکہ میں انسانی زبان بول سکوں۔ اس انسانی جسم میں، میں ہر انسانی زبان بول سکتی ہوں اور سمجھ بھی سکتی ہوں بلکہ اس انسانی جسم میں ہونے کی وجہ سے میں تمہارا اور ان تمام انسانوں کے نام بھی لے سکتی ہوں جو عام شیطانی ذریات اور بدروحیں اپنی زبان پر نہیں لا سکتیں۔ کیا تم میری باتیں سمجھ رہے ہو"...... زابیلا نے کہا۔

"ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں"...... کرنل فریدی نے اسی انداز میں کہا۔ سیاہ موتی بدستور اس کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر چپکا ہوا تھا اور اس سیاہ موتی کی وجہ سے وہ جیسے اس شیطانی ذریت زابیلا کا معمول بن گیا تھا اور کرنل فریدی چونکہ ماورائی طاقتوں کے بارے میں خاص معلومات نہیں رکھتا تھا اس لئے وہ اس شیطانی طاقت کی چال میں آ گیا تھا اور شیطانی طاقت نے سیاہ موتی کی وجہ سے اسے آسانی سے اپنا معمول بنا لیا تھا۔ زابیلا نے چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر اس نے میز پر پڑا ہوا اپنا ہینڈ بیگ کھولا اور اس میں ہاتھ ڈال کر اس نے ہینڈ بیگ سے ایک فوٹو گراف نکال لیا۔

"اب یہ تصویر غور سے دیکھو"...... زابیلا نے فوٹو گراف کرنل فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ کرنل فریدی کا ہاتھ مشینی انداز میں حرکت میں آیا اور اس نے زابیلا سے تصویر لے لی اور پھر وہ اس تصویر کو دیکھنے لگا۔

تصویر پر ایک کٹا ہوا سبز رنگ کا لمبا اور بھاری انسانی ہاتھ دکھائی دے رہا تھا جو زمین سے باہر کی طرف نکلا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زمین میں کسی کی لاش دفنائی گئی ہو اور اس کا ایک ہاتھ جان بوجھ کر زمین سے باہر رکھا گیا ہو۔ ہاتھ کے ارد گرد جھاڑیاں

اُگی ہوئی تھیں اور وہاں ہر طرف خشک پتے بکھرے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ہاتھ کی انگلیاں یوں مڑی ہوئی تھیں جیسے کسی کا منہ دبوچنا چاہتی ہو۔ ان انگلیوں کے ناخن پرندوں کے پنجوں کی طرح انتہائی نوکیلے اور لمبے تھے۔

"یہ تصویر تاریک دنیا کے ایک جنگل کی ہے۔ یہ جنگل افریقہ کے انتہائی شمال میں واقع ہے۔ جنگل بے حد گھنا ہے اور اس جنگل پر ہر وقت چونکہ کہر چھائی رہتی ہے اس لئے وہاں ہر طرف تاریکی رہتی ہے۔ اس جنگل میں نہ کبھی دن ہوتا ہے اور نہ رات۔ تاریکی کی وجہ سے اس جنگل کو تاریک جنگل کہا جاتا ہے اور اسی جنگل میں شیطان کی ایک بہت بڑی دنیا آباد ہے"...... زابیلا نے کرنل فریدی کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"شیطانی دنیا"...... کرنل فریدی کے منہ سے نکلا۔

"ہاں۔ شیطان کا تعلق چونکہ تاریکی سے ہے اس لئے تم اس دنیا کو تاریک دنیا یا پھر ڈارک ورلڈ بھی کہہ سکتے ہو"...... زابیلا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہو اور یہ تصویر"...... کرنل فریدی نے سیاہ موتی کے زیر اثر ہونے کے باوجود انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں ہمارے لئے ڈارک ورلڈ میں جانا ہے"...... زابیلا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ڈارک ورلڈ۔ لیکن کیوں۔ میں وہاں جا کر کیا کروں گا"...... کرنل فریدی نے اسی طرح سے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"اس تصویر میں تمہیں جو زندہ ہاتھ دکھائی دے رہا ہے تم نے جنگل میں اسے تلاش کرنا ہے۔ اس ہاتھ کے نیچے ایک پرانا سیاہ رنگ کا صندوق دفن ہے۔ تم نے ہمارے لئے اس ہاتھ کو ختم کر کے زمین کھود کر وہ سیاہ صندوق نکالنا ہے"...... زابیلا نے کہا۔

"سیاہ صندوق"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"ہاں۔ سیاہ صندوق۔ اس سیاہ صندوق میں کچھ اہم چیزیں ہے جو صدیوں سے وہاں دفن ہیں۔ ہمیں ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ اس صندوق کو وہاں سے صرف تم ہی نکال کر لا سکتے ہو۔ تم سیاہ موتی کے زیر اثر ہو اور اس موتی کی وجہ سے تم اب میری غلامی میں آ چکے ہو اور میں چاہتی ہوں کہ تم میرے لئے ان جنگلوں میں جاؤ اور وہاں سے وہ سیاہ صندوق نکال کر لاؤ۔ جب تک تم مجھے سیاہ صندوق نہیں لا کر دو گے تب تک تم اس سیاہ موتی کی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکو گے۔ جنگل ہر قسم کے خطرات سے بھرا ہوا ہے تمہیں وہاں دشوار گزار راستوں پر بھی چلنا پڑے گا اور جنگل کے مصائب کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔ ان جنگلوں میں ماورائی طاقتیں بھی ہیں لیکن ماورائی طاقتیں تمہارا راستہ نہیں روکیں گی بلکہ ان میں سے کچھ طاقتیں سیاہ صندوق تک پہنچنے میں تمہاری رہنمائی بھی کریں گی جو کسی بھی شکل اور کسی بھی روپ میں تمہارے سامنے آ سکتی

ہیں۔ تم وہاں اکیلے جانا چاہو تو اکیلے چلے جانا۔ اپنی ٹیم لے جانا چاہو تو ٹیم لے جانا۔ بہتر تو یہ ہو گا کہ تم جنگل میں اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ افراد لے کر جاؤ کیونکہ تمہارے راستے میں جو مشکلات آئیں گی ان کا تم اکیلے مقابلہ نہیں کر سکو گے اور وہاں خاص طور پر تمہارا مقابلہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور ان کے لیڈر سے ہونے کا بھی امکان ہے۔ وہ بھی اس صندوق کے حصول کی کوشش کر سکتے ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ سیاہ صندوق تم حاصل کرو وہ بھی ہمارے لئے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور ان کا لیڈر جب بھی تمہارے سامنے آئے تو تم اسے اپنا دشمن تصور کرو گے اور اس کا وہی حشر کرو گے جیسا کہ تم غیر ملکی ایجنٹوں اور جرائم پیشہ اور سفاک لوگوں کا کرتے ہو۔ ان جنگلوں میں تمہارے سب سے بڑے دشمن وہی ہوں گے اس لئے تمہارے ذہن میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی موت کی چھاپ ہونی چاہئے۔ ایسی چھاپ جو ان سب کی موت کے بعد ہی محو ہو۔

یہ سیاہ موتی تمہارے ذہن میں ان دو مخصوص باتوں کے علاوہ کوئی رد و بدل نہیں کرے گا۔ تم ایسے ہی رہو گے۔ جیسے پہلے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو تم نے کیسے بریف کرنا ہے اور اپنے ساتھ لے جانے کے لئے انہیں کیا کہنا ہے یہ سب تم خود ہی کرو گے۔ اس کے علاوہ تمہارے انداز، تمہارے کردار اور تمہاری ذہانت اور کارکردگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ میں تمہیں دوبارہ پہلے جیسا

ہشاش بشاش بنا دوں گی تا کہ کسی کو بھی یہ محسوس نہ ہو کہ تم میرے یا سیاہ موتی کے زیر اثر ہو۔ سیاہ موتی اسی طرح تمہاری ہتھیلی پر ہی چپکا رہے گا۔ یہ تمہارے سوا کسی کو دکھائی نہیں دے گا۔ جب تم جنگل سے سیاہ صندوق حاصل کر کے میرے حوالے کر دو گے تو تمہیں اس سیاہ موتی کی قید سے آزاد کر دیا جائے گا“...... زابیلا نے رکے بغیر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ کرنل فریدی خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا یہ سب سنتے ہوئے اس کے چہرے پر کوئی تاثر نمودار نہیں ہوا تھا۔ البتہ اس کی آنکھیں اسی طرح ساکت تھیں وہ پلکیں بھی نہیں جھپکا رہا تھا۔

”لیکن تم مجھے اس سلسلے میں کیوں ڈال رہی ہوں۔ ان سب باتوں سے میرا کیا تعلق ہے“...... کرنل فریدی نے کہا۔

”میں جانتی ہوں کہ تم اپنا ہر کام اپنے ملک اور قوم کی مفاد کے لئے کرتے ہو اور تمہارا آج تک کسی ماورائی معاملے سے واسطہ نہیں پڑا ہے۔ تمہیں یہ سب باتیں عجیب معلوم ہوں گی۔ لیکن میں تمہیں ایک اور بات بتا دوں جس کا تعلق تمہارے ملک اور قوم کے مفاد سے ہے۔ تم میرا کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک اور قوم کے مفاد کے لئے بھی کچھ کر سکتے ہو“...... زابیلا نے کہا۔

”کون سا کام“...... کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔

”تمہیں اپنے ملک کے سائنس دان ڈاکٹر رتیش کمار کا تو پتہ ہی ہو گا“...... زابیلا نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ وہ میرا بہت اچھا دوست ہے اور کافرستان کی اہم لیبارٹری میں کام کرتا ہے‘‘...... کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔

’’ہاں۔ میں اسی کی بات کر رہی ہوں‘‘...... زابیلا نے کہا۔

’’کیوں۔ کیا ہوا ہے اسے‘‘...... کرنل فریدی نے کہا۔

’’اسے کچھ نہیں ہوا ہے۔ لیکن تم شاید نہیں جانتے کہ وہ پچھلے دنوں ایک سائنسی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے جزیرہ ایڈورڈ گیا تھا۔ جہاں دنیا بھر کے سائنس دان اکھٹے ہونے والے تھے۔ ڈاکٹر رتیش کمار افریقی ریاستوں سے ہوتا ہوا ایک فوجی ہیلی کاپٹر سے جزیرہ ایڈورڈ پہنچایا گیا تھا۔ تمہیں یہ تو پتہ ہو گا کہ ڈاکٹر رتیش کمار اپنی جو بھی ایجاد کرتا ہے اس کا فارمولہ وہ اپنی ایک نجی ڈائری میں ضرور درج کرتا ہے اور وہ نجی ڈائری ہر وقت اس کے پاس رہتی ہے۔ وہ ڈائری اپنے ہی بنائے ہوئے کوڈ میں تحریر کرتا تھا جسے دوسرا کوئی ڈی کوڈ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی ڈائری جہاں جاتا تھا ساتھ لے جاتا تھا۔ اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا وہ جزیرہ ایڈورڈ جاتے ہوئے اپنی ڈائری ساتھ لے گیا تھا جو اس کے ایک بریف کیس میں تھی۔ جب ہیلی کاپٹر اسے افریقی جنگلوں کے اوپر سے جزیرہ ایڈورڈ کی طرف لے جا رہا تھا تو ہیلی کاپٹر میں فنی خرابی پیدا ہو گئی تھی اور پائلٹوں کو ہیلی کاپٹر سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کبھی دائیں طرف جھک جاتا تھا اور کبھی بائیں طرف۔ اسی

طرح وہ کبھی گھوم کر بالکل الٹا ہو جاتا تھا اور اس میں موجود تمام افراد الٹ پلٹ جاتے تھے۔ ہیلی کاپٹر کے دونوں دروازے کھلے ہوئے تھے اور بریف کیس چونکہ ڈاکٹر کے پاس اس کے قدموں میں رکھا ہوا تھا اس لئے اسے معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا کہ کب بریف کیس اس کے پیروں سے نکل کر جنگل میں گر گیا ہے۔ جب ہیلی کاپٹر کا توازن درست ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا بریف کیس وہاں نہیں ہے۔ ڈاکٹر رتیش کمار نے وہیں شور مچانا شروع کر دیا۔ چنانچہ پائلٹ ہیلی کاپٹر نیچے لے گئے اور ہر طرف ڈاکٹر رتیش کمار کا بریف کیس تلاش کیا گیا لیکن وہ بھلا انہیں وہاں کیسے مل سکتا تھا۔ بریف کیس تو بہت پہلے اور بہت دور گر چکا تھا۔ بریف کیس میں چونکہ ڈاکٹر رتیش کمار کی پرسنل ڈائری تھی جس میں کچھ مکمل اور کچھ ادھورے فارمولے درج تھے اور اس ڈائری میں ڈاکٹر رتیش کی جان پھنسی ہوئی تھی اس لئے وہ بہت پریشان تھا۔ وہ کسی کو اس ڈائری کے بارے میں کچھ بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے ہر طرف تلاش کرنے کے باوجود بھی جب اسے بریف کیس نہ ملا تو وہ انتہائی پریشان ہو گیا اور پھر وہ ایڈورڈ چلا گیا۔ لیکن اس کے دماغ میں بریف کیس اور پرسنل ڈائری پھنسی ہوئی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کس طرح جنگلوں میں جا کر اور کہاں سے اپنا بریف کیس تلاش کرے۔ وہ ڈائری کی حقیقت کسی کو نہیں بتا سکتا تھا اس لئے وہ وقتی طور پر خاموش ہو گیا۔ کانفرنس اٹنڈ کر کے

اب وہ واپس آ گیا ہے لیکن اس کی جان ابھی تک اسی جنگل میں ہی اٹکی ہوئی ہے جہاں اس کا بریف کیس گرا تھا۔ اس نے ڈائری کے بارے میں اپنے ملک کی اعلیٰ حکام کو بھی کچھ نہیں بتایا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسا ہو جو خاموشی سے اس کی مدد کرے اور افریقہ کے جنگلوں میں جا کر اس کا بریف کیس اسے لا کر دے دے۔ اس کے ذہن میں تمہارا نام ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جلد تم سے رابطہ کرے اور تمہیں اس حقیقت سے آگاہ کر کے تمہیں افریقہ کے جنگلوں میں جانے کا کہے۔ بہرحال وہ تم سے رابطہ کرے نہ کرے میں تمہیں یہ بتا دوں کہ اس ڈائری کا علم تمہارے ہمسایہ ملک کی سیکرٹ سروس کو ہو چکا ہے اور تم وہاں جاؤ یا نہ جاؤ پاکیشیائی سیکرٹ سروس اس بریف کیس کو حاصل کرنے کے لئے وہاں جانے کے لئے تیار ہو گئی ہے۔ عمران کو بریف کیس میں موجود اس ڈائری کا بھی پتہ چل گیا ہے جس میں ڈاکٹر رتیش کمار کے ایک سے بڑھ کر ایک فارمولے درج ہیں۔ اب تم خود ہی سوچ سکتے ہو کہ اگر وہ ڈائری پاکیشیا کے ہاتھ لگ گئی تو تمہارے ملک کو کس حد تک ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے''...... زابیلا مسلسل بولتی چلی گئی۔

''اوہ۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس ڈائری کے بارے میں کیسے پتہ چلا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''یہ میں نہیں جانتی کہ اسے کیسے پتہ چلا ہے لیکن میں تمہیں مصدقہ طور پر کہہ سکتی ہوں کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ڈائری کا

پتہ ہے اور وہ اسے حاصل کرتے ضرور جائیں گے''...... زابیلا نے مکاری سے کہا اور کرنل فریدی کے چہرے پر تشویش کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

''نہیں نہیں۔ وہ ڈائری اگر عمران کے ہاتھ لگ گئی تو انہیں ڈاکٹر رتیش کی تمام ایجادات کا علم ہو جائے گا اور انہیں فارمولے بھی مل جائیں گے جس سے کافرستان کو ناقابل تلافی کی حد تک نقصان ہو گا''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ تم میرا کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کی عزت اور فارمولے بھی بچا سکتے ہو۔ اس سلسلے میں تمہاری میں بھرپور مدد کر سکتی ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ وہ بریف کیس کہاں ہے''...... زابیلا نے کہا

''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ہر بات پر عمل کروں گا اور ڈارک ورلڈ کی زمین سے سیاہ صندوق نکال کر تمہیں لا دوں گا۔ لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ تم نے ڈاکٹر رتیش کی پرسنل ڈائری کے بارے میں جو بتایا ہے وہ بالکل سچ ہے''...... کرنل فریدی نے سپاٹ انداز میں کہا۔

''تم خود ڈاکٹر رتیش کمار سے بات کر لو۔ وہ تمہارا دوست ہے۔ تم سے کچھ نہیں چھپائے گا''...... زابیلا نے کہا تو کرنل فریدی نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''ٹھیک ہے۔ میں اس سے بات کروں گا اور اگر مجھے اس نے

یقین دلا دیا کہ واقعی اس کے ساتھ ایسا سب کچھ ہوا تھا جو تم نے مجھے بتایا ہے تو میں وہاں ضرور جاؤں گا اور ڈاکٹر رتیش کمار کا بریف کیس حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں زمین میں دفن سیاہ صندوق بھی نکال کر دے دوں گا''...... کرنل فریدی نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تمہیں ایسا کرنا ہی پڑے گا کرنل فریدی۔ ڈارک ورلڈ میں جا کر جب تک تم زندہ ہاتھ کے نیچے دفن سیاہ صندوق نہیں نکالو گے میں اور میری بہن ہابیلا سایوں کی طرح تمہارے ساتھ رہیں گی۔ اور یاد رکھنا تمہیں میری اور میری بہن کی مدد کے بغیر وہ بریف کیس نہیں ملے گا چاہے تم سارے جنگلوں کو ہی کیوں نہ چھان لو۔ تمہارے پاس دو دن اور دو راتیں ہیں۔ اس دوران تم اپنے ساتھیوں کو ڈارک ورلڈ لے جانے کے لئے تیار کر لو۔ یہ فیصلہ بھی تمہیں کرنا ہے کہ تم اپنے ساتھ کسے لے جاتے ہو اور کسے نہیں''...... زابیلا نے اسی انداز میں کہا۔

''کیا تم اور تمہاری بہن ہابیلا ہمارے ساتھ رہیں گی''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں اور میری بہن ہابیلا ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں گی۔ تم اور تمہارے ساتھی ڈارک ورلڈ جا کر سیاہ صندوق حاصل کرنے میں ناکام رہے یا پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس اور ان کے لیڈر کے سامنے آنے پر انہیں معاف کیا یا جان بوجھ کر انہیں زندہ چھوڑ

دیا تو اس کا خمیازہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بھگتنا ہوگا۔ میں اور میری بہن ہابیلا تمہارے ساتھ انسانی شکلوں میں رہیں گی لیکن تم ہماری اصلیت کسی کو نہیں بتاؤ گے۔ ضرورت پڑنے پر ہم دونوں بھی تمہاری مدد کریں گی''...... زابیلا نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیا مجھے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنا ہو گا''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''ہاں۔ ہر صورت میں اور ہر حال میں۔ سیاہ صندوق تک یا تم اور تمہارے ساتھی پہنچ سکتے ہو یا پھر عمران اور ان کے ساتھی۔ جبکہ ہمارا آقا چاہتا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو سیاہ صندوق تک پہنچنے ہی نہ دیا جائے۔ سیاہ صندوق تک تم پہنچو اور اسے حاصل کرو اور یہ کامیابی تمہیں تب ہی مل سکتی ہے جب تم عمران اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دو''...... زابیلا نے کہا۔

''کون آقا''...... کرنل فریدی نے اسی انداز میں پوچھا۔

''آقا تابوش۔ میں آقا تابوش کی کنیز ہوں۔ اسی نے مجھے یہاں بھیجا ہے''...... زابیلا نے کہا۔

''یہ تابوش ہے کہاں۔ کیا میری اس سے بات یا ملاقات ہو سکتی ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''ابھی نہیں۔ جب تم سیاہ صندوق حاصل کر لو گے تو تمہیں آقا سے ملا دیا جائے گا۔ تم بس اب وہی کرو گے جو میں نے تمہیں بتایا ہے''...... زابیلا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں سیاہ صندوق حاصل کرنے کے لئے ڈارک ورلڈ ضرور جاؤں گا۔ میرے راستے میں جو بھی دیوار آئے گی میں اسے پاش پاش کر دوں گا اور اگر عمران اور اس کے ساتھیوں نے میرے سامنے آنے کی غلطی کی تو یہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی اور آخری کوشش ہو گی۔ میں ان سب کو ہلاک کر دوں گا''...... کرنل فریدی کہتا چلا گیا۔

''گڈ۔ میری بتائی ہوئی تمام باتیں اچھی طرح سے ذہن نشین کر لو۔ سیاہ موتی تمہیں منحرف نہیں ہونے دے گا لیکن اس کے باوجود تم نے میرے اور میری بہن کے ساتھ کوئی دھوکہ کرنے کی کوشش کی تو اس کا تمہیں سخت خمیازہ بھگتنا پڑے گا''...... زابیلا نے کہا۔

''نہیں۔ میں کوئی دھوکہ نہیں دوں گا''...... کرنل فریدی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ اب میرا جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ روانگی کے وقت میں اپنی بہن ہابیلا کو لے آؤں گی اور پھر ہم اکٹھے ہی روانہ ہوں گے''...... زابیلا نے کہا۔

''ٹھیک ہے''...... کرنل فریدی نے عامل کے کسی معمول کے انداز میں کہا اور زابیلا اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس نے ہاتھ اٹھا کر کرنل فریدی کی طرف کیا تو کرنل فریدی کا کملایا ہوا چہرہ بحال ہوتا چلا گیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک بھی آ گئی تھی لیکن یہ چمک اس

چمک سے کہیں کم تھی جو ہارڈ سٹون کی ذہانت اور فطانت کی چمک ہوا کرتی تھی۔

''تم یہاں سے غائب ہو کر مت جانا۔ میرے ساتھیوں نے تمہیں دروازے سے عام انسانوں کی طرح اندر آتے دیکھا ہے اس لئے تم انسانوں کے انداز میں ہی یہاں سے جانا''...... کرنل فریدی نے کہا۔ اس بار اس نے نارمل انداز میں بات کی تھی جیسے وہ زابیلا کے اثر سے نکل آیا ہو۔

''میں جانتی ہوں۔ تم بے فکر رہو۔ تمہارے کسی ساتھی کو یہ علم نہیں ہو گا کہ میں کون ہوں۔ سب مجھے اسی طرح انسانی روپ میں ہی دیکھیں گے''...... زابیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے دروازے کی طرف اپنا ایک ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ کیا تو اچانک دروازے کا لاک اور دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی زابیلا تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی اور پھر وہ اسی تیزی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔ جیسے ہی زابیلا دروازے سے باہر گئی اسی لمحے کرنل فریدی کو جھٹکا لگا اور وہ پلکیں جھپکنا شروع ہو گیا۔ جیسے وہ اب زابیلا کے اثر سے باہر آیا ہو۔ اس کا چہرہ پہلے ہی نارمل ہو چکا تھا لیکن اس کی نظریں سامنے خالی کرسی پر پڑیں تو اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں ہوتے چلے گئے۔ جیسے وہ زابیلا کو وہاں نہ پا کر حیران ہو رہا ہو حالانکہ زابیلا اس کے سامنے انگلیوں کے اشارے سے لاک اور دروازہ کھول کر باہر گئی

تھی۔ کرنل فریدی کے ذہن میں زابیلا کی بتائیں ہوئی تمام باتیں محو ہو گئی تھیں۔ اسے صرف اتنا یاد تھا کہ زابیلا نے اسے ڈاکٹر رتیش کمار کے بارے میں بتایا تھا جس کا پرسنل ڈائری والا ایک بریف کیس افریقہ کے گھنے جنگلوں میں کہیں گر گیا تھا اور اس ڈائری میں ایسے ایسے فارمولے تھے جو اگر عمران کے ہاتھ آ جاتے تو کافرستان کو ناقابلِ تلافی کی حد تک نقصان پہنچ سکتا تھا۔

جیسے ہی عمران فون سننے کے لئے دوسرے کمرے میں گیا سلیمان کے ہاتھوں میں موجود بچہ یکلخت دھواں بن کر غائب ہو گیا۔ بچے کو اس طرح اچانک دھواں بن کر غائب ہوتے دیکھ کر سلیمان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ گنگ سا ہو کر جیسے پتھر کا بت بن گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا اور اس کے منہ سے کوئی آواز نکلتی اچانک سیاہ دھوئیں کی ایک لہر سی نمودار ہوئی اور سلیمان کی ناک میں گھستی چلی گئی۔ سلیمان نے یکلخت زور دار چھینک ماری اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اسے ایک زور دار جھٹکا لگا اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سارے جسم پر چیونٹیاں سی رینگ رہی ہوں۔ اس کا رنگ سفید ہو گیا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم سے اس کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ اس کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے بند ہوئیں اور پھر جیسے ہی اس نے

آنکھیں کھولیں اس کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑ گئی تھیں۔

"مکاشو۔ مجھے مکاشو کے پاس جانا ہے ابھی۔ اسی وقت"...... اچانک سلیمان کے منہ سے کھوئی کھوئی اور غیر انسانی آواز نکلی اور پھر وہ جیسے بغیر سوچے سمجھے مشینی انداز میں بیرونی دروازے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ اسے اپنا دماغ خالی خالی سا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے ذہن کے پردے پر صرف جوزف کی تصویر تھی۔ اس تصویر کے سوا اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ اس کے اندر ایک انجانی طاقت تھی جو اس سے سب کچھ کروا رہی تھی۔ دروازہ کھولتے ہی وہ باہر نکل گیا اور مڑ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ نارمل انداز میں چل رہا تھا لیکن اس کی آنکھیں یوں سکڑی ہوئی تھیں جیسے وہ نیند کے عالم میں چل رہا ہو۔ سلیمان کی جو حالت ہو رہی تھی اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ نارمل حالت میں نہیں ہے یا اس پر کوئی انجانی طاقت حاوی ہو چکی ہے۔ وہ نارمل انداز میں سیڑھیاں اتر کر وہ سڑک پر آیا اور پھر وہ پیدل ہی ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد اسے ایک ٹیکسی مل گئی۔ اس نے اشارے سے ٹیکسی کو روکا اور پھر دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"کہاں جانا ہے صاحب"...... ٹیکسی ڈرائیور نے سر گھما کر اس سے مخاطب ہو کر پوچھا تو سلیمان نے اسے رانا ہاؤس کا پتہ بتا دیا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلایا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ ٹیکسی مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ سلیمان سیٹ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا اور وہ جیسے پلکیں جھپکائے بغیر تیزی سے بھاگتی ہوئی سڑک دیکھ رہا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیکسی رک گئی۔

"صاحب"...... ٹیکسی ڈرائیور نے سر گھما کر سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا تو سلیمان چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ کی منزل آ گئی ہے"...... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا اور سلیمان نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو ٹیکسی رانا تہور علی صندوقی کی عمارت کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے"...... سلیمان نے کہا اور ٹیکسی کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اس کی نظریں گیٹ پر جمی ہوئی تھیں جیسے وہ گیٹ کے پار دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ سلیمان نے ٹیکسی کا دروازہ بند نہ کیا اور آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

"صاحب"...... ٹیکسی ڈرائیور نے کھڑکی سے سر نکال کر اس سے مخاطب ہو کر کہا تو سلیمان رکا اور مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ کرایہ دینا بھول رہے ہیں"...... ٹیکسی ڈرائیور نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"تم یہیں رکو۔ مجھے تھوڑی دیر کا کام ہے اور پھر مجھے واپس بھی جانا ہے"...... سلیمان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے صاحب۔ میں انتظار کرتا ہوں"...... ٹیکسی ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا کر کہا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیکسی کا پچھلا دروازہ بند کیا اور ٹیکسی سڑک کی سائیڈ کی طرف لے گیا۔ سلیمان ایک بار پھر گیٹ کی طرف بڑھا۔ گیٹ کے قریب جا کر اس نے سائیڈ دیوار پر لگے ہوئے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ اندر سے کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی۔ چند لمحوں کے بعد گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھلی اور وہاں جوزف کا چہرہ دکھائی دیا۔

"ارے سلیمان۔ تم یہاں"...... سلیمان کو دیکھ کر جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ دروازہ کھولو"...... سلیمان نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"ایک منٹ۔ ابھی کھولتا ہوں"...... جوزف نے کہا اس کا کھڑکی سے سر ہٹا اور کھڑکی بند ہو گئی اور پھر چند لمحوں کے بعد گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھل گیا۔ جوزف باہر آ گیا۔

"خیریت۔ آج تم یہاں کا راستہ کیسے بھول گئے"...... جوزف نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اندر چلو۔ مجھے تم سے کام ہے"...... سلیمان نے اسی طرح سنجیدگی سے کہا اور جوزف چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیسا کام اور یہ تمہارے چہرے کا رنگ کیوں اُڑا ہوا ہے۔ کہاں سے آ رہے ہو تم"...... جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اندر آ کر بتاتا ہوں"...... سلیمان نے کہا اور جوزف چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا اور پھر اس نے کاندھے اچکائے اور دروازے سے اندر چلا گیا۔ سلیمان بھی اس کے پیچھے اندر آ گیا۔ اندر آ کر اس نے دروازہ بند کیا اور دروازے کو کنڈا لگا دیا۔

"ہاں اب بتاؤ"...... جوزف نے اس سے پوچھا۔

"کیا بتاؤں"...... سلیمان نے کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے"...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں"...... سلیمان نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"تو بتاؤ۔ کیا کام ہے"...... جوزف نے کہا۔

"پہلے بتاؤ جوانا کہاں ہے"...... سلیمان نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اپنے کسی نجی کام کے سلسلے میں ایکریمیا گیا ہوا ہے۔ اس کا کل فون آیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اسے آنے میں ابھی وقت لگے گا"...... جوزف نے کہا۔

"تو تم یہاں اکیلے ہو"...... سلیمان نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں"...... جوزف نے پوچھا۔

"کچھ نہیں"...... سلیمان نے مبہم سے انداز میں کہا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو اور تم نے بتایا نہیں کہ تمہیں مجھ سے کیا کام

ہے''...... جوزف نے کہا۔

''جوزف۔ میں تم سے ایک چیز لینے کے لئے آیا ہوں۔ امید ہے تم وہ چیز دینے سے مجھے انکار نہیں کرو گے''...... سلیمان نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

''کیا چیز''...... جوزف نے پوچھا۔

''جو بھی ہے۔ پہلے وعدہ کروں کہ تم مجھے انکار نہیں کرو گے''...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

''تم بتاؤ۔ میں انکار نہیں کروں گا''...... جوزف نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں۔ ایسے نہیں۔ تم وعدہ کرو''...... سلیمان نے اسے زور دیتے ہوئے کہا۔

''دیکھو سلیمان۔ میرے پاس ایسا کچھ خاص نہیں ہے جو میں تمہیں دے سکوں لیکن پھر بھی تم جو مانگو گے میں انکار نہیں کروں گا''...... جوزف نے کہا۔

''میں تم سے وعدہ کرنے کا کہہ رہا ہوں''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''میری زبان سے نکلی ہوئی ہر بات وعدہ ہوتی ہے۔ میں نے کہا ہے نا کہ تم جو بھی مانگو گے میں تمہیں دے دوں گا بشرطیکہ وہ چیز میرے پاس ہوئی تو''...... جوزف نے کہا۔

''سوچ لو۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو''...... سلیمان نے کہا۔

''نہیں۔ میں انکار نہیں کروں گا''...... جوزف نے سر جھٹک کر کہا۔

''اوکے۔ پچھلے دنوں صاحب اور تم ساکاکارا کے ماورائی سلسلے میں مصروف تھے''...... سلیمان نے کہا۔

''ہاں''...... جوزف نے سر ہلا کر کہا۔

''تمہاری آنکھیں نوچنے کے لئے ایک شیطانی طاقت ہاکاما آئی تھی''...... سلیمان نے کہا۔ **(اس کے لئے ظہیر احمد کا ایکشن اور پُراسراریت سے بھرپور ناول ''ساکاکارا'' پڑھیں)**

''ہاں۔ لیکن تم یہ سب کیوں کہہ رہے ہو''...... جوزف نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاکاما اور تمہارا زبردست مقابلہ ہوا تھا لیکن وہ تمہارے پاس موجود ایک خنجر سے ڈر کر بھاگ گیا تھا اور تم نے افریقہ کے جنگلوں میں جا کر اس خنجر سے ہاکاما جیسی شیطانی ذریت کو ذبح بھی کیا تھا''...... سلیمان نے جیسے جوزف کی بات ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ وہ گملوگی ماگی کا خنجر ہے۔ اس سے شیطانی ذریات ڈرتی ہیں اور اس خنجر سے واقعی شیطانی ذریات کو ذبح کر کے فنا کیا جا سکتا ہے''...... جوزف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''کیا گملوگی ماگی کا خنجر اب بھی تمہارے پاس ہے''...... سلیمان نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ وہ خنجر مجھے فادر جوشوا نے خصوصی طور پر تحفے میں دیا

تھا''...... جوزف نے کہا۔

''کہاں ہے وہ خنجر''...... سلیمان نے پوچھا اور جوزف بری طرح سے چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''تمہیں اس خنجر سے کیا مطلب ہے اور تم گملوگی ماگی کے خنجر کے بارے میں اتنا کیوں پوچھ رہے ہو''...... جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں تم سے وہ خنجر لینے کے لئے آیا ہوں''...... سلیمان نے ایک ایک لفظ رک رک کر کہا اور جوزف یکلخت اچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلنے لگیں۔

''خنجر۔ تمہیں گملوگی ماگی خنجر چاہئے۔ مگر کیوں۔ تم اس خنجر کا کیا کرو گے''...... جوزف نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں کیا کروں گا اور کیا نہیں کروں گا اسے چھوڑو۔ تم بس وہ خنجر لا کر مجھے دے دو''...... سلیمان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ گملوگی ماگی کا خنجر میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ وہ شیطانی ذریات کو ذبح کرنے کے کام آتا ہے۔ سبزیاں ترکاریاں کاٹنے کے لئے نہیں''...... جوزف نے منہ بنا کر کہا۔

''دیکھ لو جوزف۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں تم سے جو بھی مانگوں گا تم مجھے دو گے۔ اب تم خنجر دینے سے انکار کر کے خود ہی اپنے وعدے سے منحرف ہو رہے ہو''...... سلیمان نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں اپنے وعدے سے منحرف نہیں ہو رہا۔ لیکن خنجر۔ میں تمہیں خنجر کیسے دے سکتا ہوں''...... جوزف نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''اب یا تو مجھے گملوگی ماگی کا خنجر دو یا پھر صاف کہہ دو کہ مکاشو خاندان کا پرنس وعدہ کرنا تو جانتا ہے لیکن وعدہ پورا کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے''...... سلیمان نے طنزیہ لہجے میں کہا اور جوزف اسے غصیلی نگاہوں سے گھورنے لگا۔

''ایسی بات مت کرو سلیمان۔ پرنس مکاشو وعدہ کرنا بھی جانتا ہے اور نبھانا بھی''...... جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تو پھر گملوگی ماگی کا خنجر لا کر دو مجھے''...... سلیمان نے کہا۔

''تم اس خنجر سے کرنا کیا چاہتے ہو''...... جوزف نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے اس کی ضرورت ہے۔ بس۔ اس کے علاوہ میں تمہیں اور کچھ بھی نہیں بتا سکتا''...... سلیمان نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیوں نہیں بتا سکتے۔ گملوگی ماگی کا خنجر کوئی معمولی خنجر نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے اگر یہ خنجر کسی شیطانی طاقت کے ہاتھ لگ گیا تو......'' جوزف کہتے کہتے رک گیا۔

''تو۔ تو کیا ہو گا''...... سلیمان نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ تم بتاؤ تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر کیوں چاہئے۔ تم اس کا کرو گے کیا''...... جوزف نے سر جھٹک کر کہا۔

''جوزف۔ تم خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ اپنا وعدہ پورا کرو اور گملوگی ماگی کا خنجر لا کر مجھے دے دو۔ مجھے گملوگی ماگی کے خنجر کی اشد ضرورت ہے''...... سلیمان نے کہا۔ اس بار اس کے لہجے میں بے پناہ سختی تھی۔

''میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا لیکن جب تک تم مجھے بتاؤ گے نہیں کہ تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر کیوں چاہئے تب تک میں تمہیں وہ خنجر نہیں دوں گا''...... جوزف نے بھی اپنا لہجہ انتہائی سخت کرتے ہوئے کہا۔

''مطلب یہ کہ تم مجھے خنجر نہیں دینا چاہتے''...... سلیمان نے تیوریوں پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔

''نہیں ایسے نہیں۔ جس طرح تم مانگ رہے ہو''...... جوزف نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

''سوچ لو۔ تمہارا یہ انکار تم پر بھاری پڑ سکتا ہے''...... سلیمان نے غرا کر کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو''...... جوزف نے حیرت اور غصے سے کہا۔

''جو چاہو سمجھ لو۔ میں تم سے گملوگی ماگی کا خنجر لینے کے لئے آیا ہوں اگر تم اپنے وعدے کے مطابق خنجر خود ہی لا کر مجھے دو گے تو ٹھیک۔ ورنہ......'' سلیمان نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

''ورنہ کیا''...... جوزف نے غرا کر کہا۔ جوزف کو سلیمان کے

بدلے ہوئے انداز پر غصہ آنا شروع ہو گیا تھا۔

''میری آنکھوں میں دیکھو''...... سلیمان نے تیز لہجے میں کہا۔ جوزف نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو اچانک اسے زبردست جھٹکا لگا اور وہ بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ جیسے کسی نے یکلخت اسے پوری قوت سے پیچھے کی طرف دھکا دے دیا ہو۔ اس کے چہرے پر زمانے بھر کی حیرت ابھر آئی تھی۔

''دکوشا۔ تت۔ تت۔ تمہاری آنکھوں میں دکوشا کا سایہ''...... جوزف نے حیرت اور خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں دکوشا ہوں۔ میں نے اس انسان کے دماغ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ تم بخوبی جانتے ہو کہ میں کون ہوں''...... اس بار سلیمان کے منہ سے کڑکتی ہوئی آواز نکلی۔

''ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ مگر تم۔ یہاں کیسے۔ تم تو تاریک دنیا کے باسی ہو''...... جوزف نے اسی انداز میں کہا۔

''ہاں۔ میں تاریک دنیا کا رہنے والا ہوں۔ تاریک دنیا کے آقا نے مجھے یہاں گملوگی ماگی کا خنجر لینے کے لئے بھیجا ہے۔ میں جانتا تھا کہ تم گملوگی ماگی کا خنجر کسی بھی صورت میں مجھے نہیں دو گے۔ اس لئے میں اس انسان کے دماغ پر قبضہ کر کے یہاں آیا ہوں۔ اگر تمہیں اس انسان کی زندگی عزیز ہے تو جاؤ اور جا کر گملوگی ماگی کا خنجر لا کر مجھے دے دو ورنہ میں اس انسان کا کیا حشر کر سکتا

ہوں تم اس سے بھی واقف ہو‘‘...... سلیمان کے منہ سے انتہائی خوفناک اور غراہٹ بھری آواز نکلی۔ جوزف حیرت اور غصے سے سلیمان کو گھور رہا تھا۔ سلیمان کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں خون کی سرخی ابھر آئی تھی۔ تیز اور گہری سرخی۔

’’تو تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر چاہئے‘‘...... جوزف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ آقا کو اس خنجر کی ضرورت ہے‘‘...... سلیمان کے منہ سے دکوشا کی آواز نکلی۔

’’کون ہے تمہارا آقا‘‘...... جوزف نے پوچھا۔

’’موکات‘‘...... سلیمان نے اسی طرح دکوشا کی آواز میں کہا اور موکات کا نام سن کر جوزف ایک بار پھر اچھل پڑا۔

’’موکات۔ تم موکات کے غلام ہو‘‘...... جوزف نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ میں موکات کا غلام ہوں‘‘...... سلیمان نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

’’لیکن موکات کو تو صدیوں پہلے موت کے گھاٹ اتار کر اس کے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے اور پھر ان ٹکڑوں کو الگ الگ جگہ دفن کر دیا گیا تھا‘‘...... جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’ہاں۔ ایسا ہی تھا لیکن موکات کے ٹکڑے زمین سے نکال کر ایک جگہ جمع کر دیئے گئے تھے اور پھر ان ٹکڑوں کو جوڑ کر اسے زندہ

کیا گیا تھا۔ اب موکات زندہ بھی ہے اور طاقتور بھی‘‘...... دکوشا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

’’کس نے زندہ کیا تھا موکات کو اور کیوں‘‘...... جوزف نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

’’اسے زندہ کرنے والا پجاری تابوش ہے۔ اسی نے موکات کے الگ الگ ٹکڑے تلاش کئے تھے اور پھر انہیں جوڑ کر اس نے موکات کو زندہ کر دیا۔ موکات، تابوش کا غلام ہے اور میں موکات کا‘‘...... دکوشا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’اوہ۔ موکات زندہ ہو گیا ہے۔ یہ تو نہایت خطرناک بات ہے۔ کہاں ہے وہ‘‘...... جوزف نے غصے اور پریشانی سے ہونٹ بھینچے ہوئے کہا۔

’’وہ تاریک جنگل میں ہے‘‘...... دکوشا نے جواب دیا۔

’’تاریک جنگل۔ کون سی جگہ ہے تاریک جنگل اور موکات جنگل میں کیا کر رہا ہے‘‘...... جوزف نے پوچھا۔

’’افریقہ کے شمال میں ایک جنگل ہے جسے لاشا کا جنگل کہا جاتا ہے۔ یہ جنگل انتہائی گھنا اور تاریک ہے اس لئے اسے تاریک جنگل کہا جاتا ہے۔ موکات ان جنگلوں کی تاریکیوں سے باہر آنا چاہتا ہے۔ لیکن‘‘...... دکوشا کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

’’لیکن کیا۔ بتاؤ۔ تم خاموش کیوں ہو گئے ہو‘‘...... جوزف نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر حقیقتاً تشویش کے گہرے سائے

نمایاں ہو گئے تھے اور اس کے دماغ میں جیسے آندھیاں سی چل رہی تھیں۔

"نہیں۔ اس کے بارے میں تمہیں میں مزید کچھ نہیں بتا سکتا"...... دکوشا نے غرا کر کہا۔

"کیوں۔ جب تم نے اتنا سب کچھ بتا دیا تو پھر یہ کیوں نہیں"...... جوزف نے منہ بنا کر پوچھا۔

"یہ موکات کا راز ہے جو میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ مجھے اجازت نہیں ہے اور اب بس۔ میں نے تمہیں جتنا بتانا تھا بتا دیا ہے۔ اب تم جاؤ اور جا کر مجھے گملوگی ماگی کا خنجر لا کر دو۔ فوراً"...... دکوشا نے سخت لہجے میں کہا۔

"لیکن موکات کو گملوگی ماگی کے خنجر کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اس خنجر سے کیا کرنا چاہتا ہے"...... جوزف نے جیسے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

"جوزف۔ میں نے کہا ہے کہ میں نے تمہیں جتنا بتانا تھا بتا دیا ہے۔ اب تم مجھے گملوگی ماگی کا خنجر دے دو ورنہ میں تمہارے اس ساتھی کو تمہاری آنکھوں کے سامنے جلا کر راکھ بنا دوں گا"...... دکوشا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ نہیں۔ ایسا مت کرنا۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ میرے سامنے آ جاؤ۔ میں تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر دے دوں گا"...... جوزف نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں اس کا جسم تب تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم مجھے خنجر نہیں دے دیتے۔ میں جانتا ہوں اگر میں نے اس کا جسم آزاد کر دیا تو تم فوراً مجھے دبوچ لو گے اور گملوگی ماگی کے خنجر سے ذبح کر دو گے"...... دکوشا نے کہا اور جوزف نے بے اختیار غصے سے جبڑے بھینچ لئے۔

"جب تک میرا اس آدمی پر قبضہ ہے تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس لئے اگر اس انسان کی زندگی چاہتے ہو تو فوراً گملوگی ماگی کا خنجر لا کر مجھے دے دو"...... دکوشا نے کہا۔

"گملوگی ماگی کا خنجر یہاں نہیں ہے۔ میں نے حفاظت کے لئے اسے یہاں سے بہت دور چھپا رکھا ہے"...... جوزف نے اسے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"زیادہ چالاک مت بنو۔ میں دکوشا ہوں۔ میری سینکڑوں آنکھیں ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ گملوگی ماگی کا خنجر اس عمارت کے ایک تہہ خانے میں ایک پرانے صندوق میں موجود ہے۔ جہاں تم نے دوسرا سامان بھی رکھا ہوا ہے"...... دکوشا کہا اور جوزف اسے گھور کر رہ گیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اسے اپنی گرفت سے آزاد کرو۔ میں تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر لا کر دیتا ہوں"...... جوزف نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں خنجر لئے بغیر اسے اپنی گرفت سے آزاد نہیں کروں

گا۔ جلدی کرو۔ مجھے خنجر لا کر دو۔ میں یہاں زیادہ دیر نہیں رک سکتا“ ...... سلیمان کے منہ سے دکوشا کی سخت اور غصیلی آواز نکلی۔

”نہیں۔ ایسے نہیں۔ جب تک تم اسے اپنی گرفت سے آزاد نہیں کرو گے۔ میں تمہیں خنجر نہیں دوں گا“ ...... جوزف نے بھی سخت لہجہ اپناتے ہوئے کہا۔

”تو کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے ہلاک کر دوں“ ...... دکوشا نے غراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کر دو اسے ہلاک۔ مجھے یقین ہے کہ موکات کو اس خنجر کی ضرورت کسی شیطانی مقصد کے لئے ہی ہو سکتی ہے اور اس کا شیطانی مقصد انسانیت کے خلاف ہی ہو گا۔ میں بے شمار انسانوں کو تباہی سے بچانے کے لئے ایک انسان کی ہلاکت برداشت کر لوں گا۔ تم اسے ہلاک کر دو۔ میں تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر نہیں دوں گا“ ...... جوزف نے کرخت لہجے میں کہا۔

”ایک بار پھر سوچ لو“ ...... دکوشا غرایا۔

”میں سوچ سمجھ کر ہی بول رہا ہوں۔ تم ایک بار اسے ہلاک تو کرو۔ پھر دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔ جیسے ہی تم اسے ہلاک کرو گے میں تمہیں گردن سے پکڑ لوں گا اور پھر تمہیں اسی گملوگی ماگی کے خنجر سے ذبح کر دوں گا“ ...... جوزف نے کہا اور سلیمان اسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگا۔ اسی لمحے اچانک سلیمان برق رفتاری سے گھوما۔ اس نے گھومتے ہوئے بیک کک اس قدر تیزی سے اور اچانک جوزف کے سینے پر ماری کہ جوزف کو سوچنے سمجھنے کا موقع بھی نہ ملا تھا اور وہ اُڑتا ہوا پشت کے بل دور جا گرا۔

سلیمان کی کک میں نجانے اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی کہ اس نے دیوقامت اور انتہائی بھاری بھرکم جوزف کو یوں دور اچھال پھینکا تھا جیسے وہ بے حد ہلکا پھلکا ہو۔ جوزف جیسے ہی نیچے گرا اسی لمحے سلیمان نے لمبی چھلانگ لگائی اور ہوا میں تیرتا ہوا جوزف کے قریب آ گیا۔ جوزف اٹھنے ہی لگا تھا کہ سلیمان کی زوردار ٹھوکر جوزف کے پہلو پر پڑی۔ جوزف کے منہ سے اس بار تیز چیخ نکلی اور اس کا جسم ہوا میں اٹھا اور رول ہوتا ہوا پیچھے دیوار سے جا ٹکرایا۔ دیوار سے ٹکراتے ہی وہ اٹھا اسی لمحے سلیمان نے قریب آ کر اس کے منہ پر مکا مارنا چاہا لیکن جوزف نے برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا مکے والا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر روک لیا۔ اس نے سلیمان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سلیمان نے اسے دوسرے ہاتھ کا پنچ مارنا چاہا لیکن جوزف نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔

”ہوش میں آؤ دکوشا۔ تم اس طرح زبردستی مجھ سے خنجر حاصل نہیں کر سکتے“ ...... جوزف نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے غرا کر کہا۔

”میں ایسا کر سکتا ہوں“ ...... دکوشا غرایا اس نے اپنا جسم پیچھے کیا اور ساتھ ہی وہ اچھلا اور جوزف کے ہاتھوں میں الٹی قلابازی لگاتا

ہوا گھوم گیا۔ جیسے ہی اس کے پیر گھوم کر دوبارہ زمین پر لگے جوزف کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور اس بار جوزف، سلیمان کے اوپر سے ہوتا ہوا اس کے عقب میں آ گیا۔ سلیمان کے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئے تھے۔ ابھی وہ سنبھل ہی رہا تھا کہ سلیمان بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کی نیم دائرے میں گھومتی ہوئی ٹانگ ٹھیک جوزف کے سر پر پڑی۔ جوزف کے منہ سے زور دار چیخ نکلی۔ اس نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی مگر سلیمان نے جھپٹ کر اس کی گردن پکڑ لی۔ دوسرے لمحے وہ بھاری بھر کم جوزف کو گردن سے پکڑ کر یوں اوپر اٹھا رہا تھا جیسے اس کے سامنے جوزف ایک دبلا پتلا اور کمزور سا انسان ہو۔ جوزف نے تڑپ کر سلیمان کے منہ پر پنچ مارنا چاہا لیکن سلیمان نے اپنا سر پیچھے کر لیا۔ اسی لمحے سلیمان نے اپنے ہاتھ کو مخصوص انداز میں حرکت دی اور جوزف کو گھما کر پوری قوت سے زمین پر پٹخ دیا۔ جوزف کے منہ سے زور دار چیخ نکلی اور پھر اس کی چیخ یکلخت خرخراہٹوں کی آواز میں بدل گئی۔ اسے زمین پر گراتے ہی سلیمان نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا تھا اور جوزف کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی گردن پر سلیمان کے پیر کی بجائے ہزاروں من وزنی چٹان آ گئی ہو۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سلیمان کی ٹانگ پکڑی اور اسے الٹانے کے لئے زور لگایا لیکن ایک تو سلیمان کی ٹانگ کا وزن بہت زیادہ تھا اور دوسرے گردن پر دباؤ ہونے کی وجہ سے جوزف کا پورا زور نہیں لگ رہا تھا۔

”بس جوزف۔ بس۔ اب تم حرکت نہیں کر سکتے“...... سلیمان کے منہ سے خوفناک آواز نکلی۔

”تت۔ تت۔ تم۔ تم“...... جوزف کے منہ سے خرخراتی ہوئی آواز نکلی۔

”اب میں چاہوں تو صرف ایک جھٹکے سے تمہاری گردن کی ہڈی توڑ سکتا ہوں جوزف۔ بولو۔ تم مجھے گملوگی ماگی کا خنجر دینے کے لئے تیار ہو یا نہیں“۔ سلیمان کے منہ سے دکوشا کی غضبناک آواز نکلی اور ساتھ ہی اس نے جوزف کی گردن پر اپنے پیر کا دباؤ بڑھا دیا۔ ایک لمحے کے لئے جوزف کو یوں محسوس ہوا جیسے واقعی اس کی گردن کی ہڈی تڑخ رہی ہو۔ وہ بری طرح سے تڑپ کر رہ گیا۔

”مم۔ مم۔ میں۔ میں“...... تکلیف کی وجہ سے جوزف کے منہ سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔

”میں پہلے تمہیں ہلاک کروں گا اور پھر اس شخص کو جو میری گرفت میں ہے۔ اس کے بعد باہر جا کر میں کسی اور کو اپنی گرفت میں لے لوں گا اور پھر اس شخص کے ساتھ میں یہاں آ کر تہہ خانے میں جاؤں گا اور اس شخص کے ذریعے گملوگی ماگی کا خنجر حاصل کر لوں گا۔ اس لئے میری بات مان جاؤ۔ میں تمہیں اب ایک آخری موقع دے رہا ہوں۔ بولو۔ خنجر دیتے ہو یا پھر میں تمہارا کام تمام کر دوں“...... سلیمان نے خشک لہجے میں کہا۔

”رک۔ رک۔ رکو۔ مجھے مت مارو۔ مم۔ مم۔ میں تمہیں خنجر دے دوں گا“...... جوزف نے اذیت زدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں ایسے نہیں۔ وعدہ کرو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا تو تم مجھے گملوگی ماگی کا خنجر دو گے“...... سلیمان نے اس کی گردن پر پیر کا دباؤ اور زیادہ بڑھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا اور اس بار جوزف کو اپنا سانس سینے میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کے دماغ میں زور دار دھماکے ہونے شروع ہو گئے تھے اور اس کی آنکھیں شدید اذیت سے جیسے باہر کو ابل رہی تھیں۔

”ہاں۔ ہاں۔ میں تمہیں خنجر دوں گا۔ میں تمہیں خنجر دوں گا“...... جوزف نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔

”پھر وہی بات۔ تم اس وقت میرے پیر کے نیچے ہو جوزف۔ میں جانتا ہوں جیسے ہی میں پیر ہٹاؤں گا تم اپنی بات سے مکر جاؤ گے اس لئے جب تک تم وعدہ نہیں کرو کہ تم مجھے گملوگی ماگی کا خنجر ضرور دو گے تب تک میں تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا۔ وعدہ کرو ابھی اور اسی وقت“...... سلیمان نے گرج کر کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ مم۔ مم۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر ضرور دوں گا“...... جوزف نے اذیت بھرے انداز میں بری طرح سے تڑپتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اب ہوئی بات۔ اٹھو اور جاؤ۔ جا کر مجھے خنجر لا کر دو“...... سلیمان نے اس کی گردن سے پیر ہٹاتے ہوئے کہا۔ جیسے ہی اس نے جوزف کی گردن سے پاؤں ہٹایا جوزف کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے اس کے پھیپھڑوں سے ہوا کا طوفان نکل آیا ہو۔ جوزف نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑ لی اور وہ گردن مسلتا اور اسے گھورتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ اب بھی تکلیف کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے سلیمان سے دور ہٹتا چلا گیا جیسے اسے ڈر ہو کہ سلیمان دوبارہ اس پر حملہ نہ کر دے۔

”کیا دیکھ رہے ہو“...... سلیمان نے اسے غضبناک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”کچھ نہیں۔ میں چونکہ تم سے وعدہ کر چکا ہوں اس لئے میں تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر لا دیتا ہوں۔ لیکن یاد رکھنا دکوشا۔ تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ تم سے میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا“...... جوزف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا“...... سلیمان نے کاندھے اچکا کر کہا۔

”ایسا وقت ضرور آئے گا۔ میں اس وقت اس آدمی کی وجہ سے مجبور ہوں جس پر تم نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ورنہ“...... جوزف نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ بس کرو۔ باقی باتیں بعد میں کر لینا۔ پہلے اپنا وعدہ پورا کرو“...... سلیمان نے کہا اور جوزف اسے تیز نظروں سے گھورتا ہوا مڑا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا رہائشی حصے کی طرف بڑھتا

چلا گیا۔ ایک دروازہ کھول کر وہ اندر گیا اور پھر تقریباً دس منٹ کے بعد وہ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دو دھاروں والا مخصوص خنجر تھا۔ جس سے اس نے ساکاکارا کے سلسلے میں افریقہ میں جا کر ساکاکارا نامی بھیانک مخلوق ذبح کی تھی۔

''یہ لو خنجر''...... جوزف نے خنجر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا جیسے گملوگی ماگی کا خنجر دکوشا جیسے شیطان کو دیتے ہوئے اسے افسوس ہو رہا ہو۔

''اسے میرے قدموں میں پھینک دو''...... سلیمان نے کرخت آواز میں کہا تو جوزف نے اسے تیز نظروں سے گھورا اور خنجر سلیمان کے پیروں کے پاس پھینک دیا۔

''بہت خوب۔ اب تم بیس قدم پیچھے ہٹ جاؤ''...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

''کیوں۔ میرے بیس قدم پیچھے ہٹنے سے کیا ہو گا''...... جوزف نے منہ بنا کر کہا۔

''جو کہہ رہا ہوں وہ کرو''...... سلیمان غرایا اور جوزف اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا ہوا قدم پیچھے ہٹانے لگا۔ جیسے ہی وہ بیس قدم پیچھے ہٹا اچانک اس نے سلیمان کی ناک اور کانوں سے سیاہ دھواں سا نکلتے دیکھا۔ دھواں لہراتا ہوا تیزی سے سلیمان کے قدموں کے پاس پڑے ہوئے گملوگی ماگی خنجر پر آ کر پھیل گیا۔ یہ دیکھ کر جوزف بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے پوری

قوت سے خنجر کی طرف چھلانگ لگائی جیسے وہ وہاں سے خنجر اٹھا لینا چاہتا ہو لیکن اس سے پہلے کہ وہ آگے آتا دھواں ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ دھویں کے تحلیل ہونے کے ساتھ ہی زمین پر پڑا ہوا گملوگی ماگی کا خنجر بھی غائب ہو گیا تھا۔ اسی لمحے سلیمان جو ناک اور کانوں سے دھواں نکلتے ہی بری طرح سے لہرا رہا تھا اچانک الٹ کر گر پڑا۔

دھواں اور خنجر غائب ہوتے دیکھ کر جوزف ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت بے پناہ تاسف اور پریشانی کے تاثرات پھیل گئے۔ وہ مایوس ہو کر دھم سے اسی جگہ گر کر بیٹھ گیا جہاں کھڑا تھا۔ تاسف اور پریشانی کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر بے پناہ خوف کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔

کوٹھی میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ثریا کا نومولود بچہ کوٹھی سے غائب ہوگیا تھا۔ جس سے نہ صرف ثریا کا برا حال ہو رہا تھا بلکہ اماں بی پر بھی بار بار غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ سر عبدالرحمٰن الگ پریشان تھے۔ بچے کی تلاش کے ساتھ ساتھ انہیں اماں بی اور ثریا کو سنبھالنا بے حد مشکل ہو رہا تھا۔ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض اور دیگر اعلیٰ افسران کو وہاں بلا لیا تھا جو پوری شد و مد کے ساتھ بچے کی تلاش کر رہے تھے۔

دینو بابا نے سر عبدالرحمٰن کو بتایا تھا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے ثریا کے ہاتھوں میں موجود بچے کو دھواں بن کر غائب ہوتے ہوئے دیکھا تھا لیکن سر عبدالرحمٰن بھلا ان دقیانوسی اور جاہلانہ باتوں پر کہاں یقین کر سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ دینو بابا ایک تو بوڑھے ہیں دوسرے وہ پرانے خیالات کے مالک ہیں اور تیسرے ان کی

نظریں بھی بے حد کمزور ہیں۔ اس کے علاوہ دینو بابا بڑھاپے کے عالم میں بعض اوقات ایسی باتیں کر جاتے تھے جو عقل و فہم سے بالا تر ہوتی تھیں۔ سر عبدالرحمٰن نے انہیں کئی بار آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ وہ بڑھاپے کی اس عمر میں پہنچ چکے ہیں کہ اب انہیں کام کاج چھوڑ کر آرام کرنا چاہیے۔ سر عبدالرحمٰن نے انہیں کوٹھی کے عقبی حصے میں ہی مستقل ایک سرونٹ کوارٹر دے رکھا تھا۔ انہوں نے دینو بابا سے یہ تک کہہ دیا تھا کہ وہ کام نہ کریں اس کے باوجود وہ ان کی ہر ممکن امداد کرتے رہیں گے لیکن دینو بابا کو بیٹھ کر روٹیاں توڑنے کی عادت نہیں تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ بوڑھی ہڈیاں جب تک کام کرتی رہیں سلامت رہتی ہیں۔ آرام اور بے کاری کی عادت انہیں کمزور اور لاغر کر سکتی ہے۔ اس لئے وہ کام کرتے رہنا چاہتا ہے تو ان کی بات سن کر سر عبدالرحمٰن خاموش ہو جاتے تھے۔

سر عبدالرحمٰن بعض اوقات دینو بابا کی بے تکی باتوں پر ہنس دیتے تھے لیکن دینو بابا کی یہ بات انہیں کسی طور پر ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ ثریا کا بیٹا ثریا کے ہاتھوں میں ہی دھواں بن کر غائب ہو گیا تھا۔ انہوں نے دینو بابا کی اس بات پر اس کی بے حد سرزنش کی تھی اور انہیں زبردستی ان کے سرونٹ کوارٹر میں بھیج دیا تھا۔ جب سے ثریا کا بیٹا لاپتہ ہوا تھا ثریا کبھی عجیب و غریب باتیں کرنا شروع کر دیتی تھی اور کبھی چیخیں مارتی ہوئی بے ہوش ہو جاتی تھی۔ بیٹے کی گمشدگی نے اس کے دماغ پر برا اثر ڈالا تھا۔

سرعبدالرحمٰن نے اپنے فیملی ڈاکٹر عبدالباسط کو بلا رکھا تھا جو ثریا کے ساتھ ساتھ اماں بی کی بھی ٹریٹمنٹ کر رہے تھے۔ سرعبدالرحمٰن کو ثریا کے نارمل ہونے کا انتظار تھا۔ ثریا کی جو حالت تھی اس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اس کا بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے سے غائب کیا گیا ہے۔ اب جب تک وہ نارمل نہ ہو جاتی اس وقت تک سرعبدالرحمٰن اس سے نہیں پوچھ سکتے تھے کہ آخر ہوا کیا تھا اور اس سے اس کا بچہ کون لے گیا تھا۔

سرعبدالرحمٰن ثریا کے کمرے کے باہر راہداری میں دونوں ہاتھ پشت پر باندھے نہایت بے صبری اور بے چینی سے ثریا کے نارمل ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ اسی لمحے سوپر فیاض تیز تیز چلتا ہوا آ گیا۔ سوپر فیاض نے سرعبدالرحمٰن کے قریب آ کر انہیں نہایت مؤدبانہ انداز میں سیلوٹ کیا۔

"کچھ پتہ چلا"...... سرعبدالرحمٰن نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی بے چینی سے پوچھا۔

"نو سر۔ ہم نے ہر طرف چھان بین کر لی ہے۔ ہماری انوٹی گیشن کے مطابق کوٹھی میں کوئی غیر متعلق شخص نہیں آیا اور نہ ہی ہمیں بچے کے اغوا ہونے کے کوئی آثار ملے ہیں"...... سوپر فیاض مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"نانسنس۔ اگر بچہ اغوا نہیں ہوا تو پھر وہ کہاں چلا گیا ہے"۔ سرعبدالرحمٰن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"معلوم نہیں سر۔ لیکن سر یہ حقیقت ہے کہ بچہ اغوا نہیں ہوا ہے"...... سوپر فیاض نے سرعبدالرحمٰن کو غصے میں دیکھ کر دبے دبے لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں اور تمہاری انوٹی گیشن کو خوب جانتا ہوں۔ نانسنس۔ تم سے کوئی بھی کام ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔ بچہ کوٹھی سے غائب ہوا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ اسے اغوا نہیں کیا گیا۔ دو دن کا بچہ اگر اغوا نہیں ہوا ہے تو کیا وہ خود اپنے پیروں پر چل کر کہیں چلا گیا ہے۔ نانسنس"...... سرعبدالرحمٰن نے اسی طرح انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری سر۔ مجھے تو اس معاملے میں دینو بابا کا بیان اہم معلوم ہوتا ہے"...... سوپر فیاض نے اسی انداز میں کہا۔

"شٹ اپ۔ یو نانسنس۔ دینو بابا کا تو بڑھاپے میں دماغ سٹھیا گیا ہے۔ اسے تو اول فول بکنے کی عادت ہے اور تم۔ تم اس کی دقیانوسی اور جاہلانہ باتوں میں آ گئے ہو۔ کس دنیا میں رہتے ہو تم۔ کیا یہ جہالت کی دنیا ہے۔ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے یا دینو بابا کی طرح تم بھی سٹھیا گئے ہو"...... سرعبدالرحمٰن نے گرجتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض کا رنگ زرد ہو گیا۔

"س۔ س۔ سوری سر۔ مم۔ مم۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ مم۔ مم۔ میں"...... سوپر فیاض نے سرعبدالرحمٰن کو غصے میں دیکھ کر انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''دینو بابا کا تو کہنا ہے کہ بچے کو جن بھوت اٹھا کر لے گئے ہیں۔ وہ جادو کے زور سے غائب ہوا ہے۔ کیا تم بھی ان احمقانہ باتوں کو مانتے ہو۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ اس جدید دور میں جن، بھوت اور جادو۔ ہونہہ۔ پاگل ہو گئے ہیں سب کے سب اور اگر تم بھی ایسا ہی سوچتے ہو تو جاؤ ان جنوں بھوتوں کے پاس جاؤ اور بچے کو تلاش کرو۔ بچہ اغوا ہوا ہے، جادو سے غائب ہو یا اسے جن اور بھوت اٹھا کر لے گئے ہیں میں کچھ نہیں جانتا۔ تم زمین آسمان ایک کر دو اور کسی بھی حالت میں میرے نواسے کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ مجھے اپنا نواسہ چاہئے اور بس''...... سر عبدالرحمٰن نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

''لل۔ لل۔ لیکن سر''...... سوپر فیاض نے بوکھلا کر کہا۔

''شٹ اپ یو نانسنس۔ میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ جاؤ ابھی جاؤ۔ اب میں تمہیں شام تک کا وقت دیتا ہوں۔ شام تک اگر میرا نواسہ نہ ملا تو میں تمہیں ڈس مس کر دوں گا۔ سمجھے تم''...... سر عبدالرحمٰن نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

''یس۔ یس سر''...... سوپر فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''گٹ آؤٹ۔ یو نانسنس۔ اب مجھے اپنی شکل تب دکھانا جب تمہیں بچہ مل جائے۔ ورنہ مجھے اپنی شکل مت دکھانا نانسنس۔ جاؤ اب چلے جاؤ یہاں سے''...... سر عبدالرحمٰن کا پارہ بری طرح سے

چڑھا ہوا تھا۔

''یس سر۔ میں جا رہا ہوں سر اور میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ بچے کا پتہ چل جائے سر''...... سوپر فیاض نے مرے مرے لہجے میں کہا۔

''کوشش نہیں۔ مجھے رزلٹ چاہئے۔ سو فیصد اور قطعی یقینی رزلٹ۔ سمجھے تم''...... سر عبدالرحمٰن نے غرا کر کہا۔

''یس سر۔ او کے سر''...... سوپر فیاض نے کہا اور مڑ گیا۔ اسی لمحے گیٹ سے عمران کی کار اندر داخل ہوئی۔

''اس احمق کو یہاں کس نے بلایا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے بالکنی سے نیچے دیکھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

''معلوم نہیں سر''...... سوپر فیاض نے کہا۔ عمران نے کار پورچ میں روکی اور پھر کار سے نکل کر باہر آ گیا۔ اس نے نیچے سے ہی سوپر فیاض اور سر عبدالرحمٰن کو بالکنی میں دیکھ لیا تھا جو ثریا کے کمرے کے سامنے تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ دائیں طرف سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آ گیا۔

''ہیلو ڈیڈی۔ ہائے سوپر''...... عمران نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے مخصوص لہجے میں کہا اور سر عبدالرحمٰن کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے اسے بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

"بدتمیزی۔ کک۔ کک۔ کون سی بدتمیزی۔ کہاں ہے۔ کدھر ہے"...... عمران نے بوکھلا کر احمقانہ انداز میں ناچتے ہوئے اپنے ارد گرد دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہ سلام نہ دعا۔ سیدھی لٹھ اٹھائی اور مار دی۔ ہیلو ڈیڈی، ہائے سوپر"...... سرعبدالرحمٰن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لل۔ لل۔ لٹھ۔ لیکن ڈیڈی۔ میرے تو دونوں ہاتھ خالی ہیں۔ دیکھ لیں میرے پاس کوئی لٹھ نہیں ہے"...... عمران نے اسی طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں دونوں ہاتھ سرعبدالرحمٰن کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"سلام کرنے کی توفیق نہیں ہے تمہیں"...... سرعبدالرحمٰن نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہے۔ بالکل ہے۔ بلکہ بہت زیادہ ہے ڈیڈی۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"...... عمران نے بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور سوپر فیاض کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہاں کیسے آئے ہو"...... سرعبدالرحمٰن نے منہ بنا کر کہا۔

"اوپر سیڑھیاں چل کر آیا ہوں اور کوٹھی میں اپنی کار میں آیا ہوں"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"نانسنس۔ میں پوچھ رہا ہوں۔ یہاں کیوں آئے ہو۔ کس نے

بلایا ہے تمہیں"...... سرعبدالرحمٰن نے غصے سے کہا۔

"جج۔ جج۔ جی۔ وہ میرے پیٹ میں درد ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ سر پر اماں بی کی جوتیاں یا پھر آپ سے تھوڑی سی ڈانٹ ڈپٹ کھا لوں جو میرے پیٹ درد کے لئے معجون اکسیر کی سی تاثیر رکھتا ہے۔ اس لئے یہاں آ گیا"...... عمران نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور سرعبدالرحمٰن کے ہونٹوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ آ گئی جبکہ سوپر فیاض، سرعبدالرحمٰن کے سامنے بڑی مشکلوں سے اپنے پیٹ میں مچلنے والے قہقہے کو روک سکا تھا۔

"اب ختم ہو گیا پیٹ درد"...... سرعبدالرحمٰن نے پوچھا۔

"نہیں۔ اگر تھوڑی اور ڈانٹ ڈپٹ مل جاتی تو"...... عمران نے شرماتے ہوئے کہا۔

"نانسنس۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہاں کیا ہوا ہے"...... سرعبدالرحمٰن نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ معلوم ہے"...... عمران نے اسی انداز میں زور زور سے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"کیا معلوم ہے تمہیں"...... سرعبدالرحمٰن نے اسے تیز نظروں سے گھور کر پوچھا۔

"یہ کہ ثریا نے آپ کو ماموں بنا دیا ہے اور مجھے نانا۔ اوہ۔ اوہ۔ سس۔ سس۔ سوری۔ مم میرا مطلب ہے۔ وہ۔ وہ۔ مم۔ مم میں۔ میں ماموں اور آپ بڑے ماموں۔ مم۔ نانا بن گئے

ہیں''...... عمران نے بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا جیسے سر عبدالرحمٰن کی موجودگی میں اس کے منہ سے الٹ پلٹ الفاظ نکل رہے ہوں۔

''نانسنس۔ میں نانا بنا ہوں اور تم ماموں''...... سر عبدالرحمٰن نے غصے سے کہا۔

''جی ہاں۔ جی ہاں بالکل۔ مم۔ مم۔ میں بھی یہی کہنے والا تھا''...... عمران نے جلدی سے کہا۔

''تمہیں پتہ ہے۔ ثریا کا بیٹا اغوا ہو گیا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

''اغوا۔ لیکن دینو بابا تو کہہ رہے تھے''...... عمران کہتے کہتے رک گیا اور اس کے منہ سے دینو بابا کا نام سن کر سر عبدالرحمٰن کی تیوریوں پر بل آ گئے۔

''تو تمہیں یہاں دینو بابا نے بلایا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''جی نہیں۔ جی ہاں۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے جی ہاں''...... عمران نے سر عبدالرحمٰن کو غصے میں دیکھ کر گڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''کیا جی ہاں۔ جی نہیں۔ نانسنس۔ کیا بتایا ہے اس نے تمہیں''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

''جی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ۔ وہ''...... عمران نے اسی انداز میں کہا جیسے سر عبدالرحمٰن کو غصے میں دیکھ کر اس کے منہ سے کوئی

بات ہی نہ نکل رہی ہو۔

''نانسنس۔ تم بھی دینو بابا کی فرسودہ باتوں میں آ گئے ہو۔ دو دن کا بچہ دھواں بن کر کیسے غائب ہو سکتا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

''پپ۔ پپ۔ پتہ نہیں۔ یہ تو بچے سے پوچھنا پڑے گا''...... عمران نے کہا۔

''بچے سے۔ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ دو دن کا بچہ کیسے کچھ بتا سکتا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے سخت لہجے میں کہا۔

''اس کی ماں تو کچھ بتا سکتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''وہ ابھی ہوش میں نہیں ہے۔ بچے کی گمشدگی نے اس کے دماغ پر برا اثر ڈالا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

''میں اس سے پوچھتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''کیا پوچھتا ہوں۔ کس سے پوچھتا ہوں''...... سر عبدالرحمٰن نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ثریا سے۔ وہ میری بہن ہے۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے دو دن پہلے مجھے ماموں بنایا تھا تو پھر مجھے کیوں نہیں بتایا گیا''...... عمران نے کہا۔

''یہ پوچھو گے تم اس سے جا کر''...... سر عبدالرحمٰن غراتے ہوئے کہا۔

''جج۔ جج۔ جی۔ آپ کہتے ہیں تو نہیں پوچھوں گا''...... عمران

نے سہم کر کہا۔

''نانسنس۔ میں نے کہا ہے نا کہ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ جاؤ جا کر اس کے بچے کو تلاش کرو۔ اور تم۔ تم ابھی تک یہاں کھڑے ہو''...... سر عبدالرحمٰن نے پہلے عمران سے اور پھر سوپر فیاض کو بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ یس سر۔ میں جا رہا ہوں سر''...... سوپر فیاض نے بوکھلا کر کہا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔

''اس احمق کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا تو سوپر فیاض رک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

''ڈیڈی نے احمق کو ساتھ لے جانے کے لئے کہا ہے۔ مجھے نہیں''...... عمران نے اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر کہا اور سوپر فیاض کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ ابھر آئی۔

''میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ جاؤ اس کے ساتھ اور مل کر بچے کو تلاش کرو''...... سر عبدالرحمٰن نے غصے سے کہا۔

''بچے کی کوئی تصویر۔ اس کی کوئی نشانی اور اس کا نام''...... عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

''بچے کا ابھی کوئی نام نہیں رکھا گیا تھا اور اس کی تصویر۔ دو دن کے بچے کی تصویر۔ نانسنس''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

''اس بچے کی کوئی شناختی علامت تو یاد ہو گی آپ کو''...... عمران نے کہا۔

''عمران''...... سر عبدالرحمٰن غرائے۔

''سس۔ سس۔ سوری۔ میں بھول گیا تھا۔ دو دن کے بچے کا شناختی کارڈ کیسے بن سکتا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں بہت جلد آپ کے بھانجے۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے اپنے بھانجے کو ڈھونڈ نکالوں گا''...... عمران نے کہا اور سر عبدالرحمٰن اسے گھور کر رہ گئے۔

''آؤ''...... عمران نے سوپر فیاض سے کہا اور تیز تیز چلتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ سوپر فیاض نے بھی اس کے پیچھے قدم بڑھا دیئے۔

''ان احمقانہ حرکات سے تمہیں کیا ملتا ہے''...... سوپر فیاض نے اس کے نزدیک آتے ہوئے آہستگی سے پوچھا۔

''کن احمقانہ حرکات کی بات کر رہے ہو پیارے''...... عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔

''وہی جو تم اپنے ڈیڈی کے سامنے اوٹ پٹانگ بول رہے تھے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''باپ بیٹے کی باتوں پر دھیان نہ دیا کرو''...... عمران نے کہا اور کچھ سوچ کر رک گیا۔

''کیا ہوا۔ رک کیوں گئے''...... سوپر فیاض نے اسے رکتے دیکھ کر پوچھا۔

''شاید میری تمہارے ساتھ چلنے کی چابی ختم ہو گئی ہے۔ تم ایک منٹ یہیں رکو میں ابھی آتا ہوں''...... عمران نے کہا اور پلٹ کر

واپس سر عبدالرحمٰن کی طرف بڑھتا چلا گیا جن کے پاس ایک لیڈی ڈاکٹر کھڑی باتیں کر رہی تھی۔ وہ لیڈی ڈاکٹر بھی ڈاکٹر عبدالباسط کی طرح ان کی فیملی ڈاکٹر تھیں جو اماں بی اور گھر کی دوسری خواتین کے چیک اپ کے لئے مخصوص تھیں۔

''اب کیا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے اسے واپس آتے دیکھ کر بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

''وہ ایک نظر ثریا کو دیکھنا چاہتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''ثریا ابھی نیند میں ہے۔ اسے جگانا مناسب نہیں ہوگا''...... سر عبدالرحمٰن کی بجائے لیڈی ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ایک نظر دیکھ لینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے نا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ بالکل نہیں۔ آپ دیکھ لیں''...... لیڈی ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ وہ چونکہ فیملی ڈاکٹر تھی اس لئے وہ عمران کو جانتی تھی۔ عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ثریا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر آ گیا۔ سامنے ایک نفیس بیڈ پر ثریا جیسے گہری نیند سو رہی تھی۔ اس پر ایک پرنٹڈ لحاف تھا۔ لحاف سے اس کا ایک ہاتھ باہر نکلا ہوا تھا۔ ثریا کا چہرہ دیکھ کر عمران کے چہرے پر چڑھا ہوا حماقتوں کا نقاب اتر گیا اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ کے نزدیک آ گیا۔

نیند میں ہونے کے باوجود ثریا کے چہرے پر خوف کے تاثرات

ہی اس نے جوزف کی گردن سے پاؤں ہٹایا جوزف کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے اس کے پھیپھڑوں سے ہوا کا طوفان نکل آیا ہو۔ جوزف نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑ لی اور وہ گردن مسلتا اور اسے گھورتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ اب بھی تکلیف کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے سلیمان سے دور ہٹتا چلا گیا جیسے اسے ڈر ہو کہ سلیمان دوبارہ اس پر حملہ نہ کر دے۔

''کیا دیکھ رہے ہو''...... سلیمان نے اسے غضبناک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں۔ میں چونکہ تم سے وعدہ کر چکا ہوں اس لئے میں تمہیں گملوگی ماگی کا خنجر لا دیتا ہوں۔ لیکن یاد رکھنا دکوشا۔ تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ تم سے میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا''...... جوزف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا''...... سلیمان نے کاندھے اچکا کر کہا۔

''ایسا وقت ضرور آئے گا۔ میں اس وقت اس آدمی کی وجہ سے مجبور ہوں جس پر تم نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ورنہ''...... جوزف نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ بس کرو۔ باقی باتیں بعد میں کر لینا۔ پہلے اپنا وعدہ پورا کرو''...... سلیمان نے کہا اور جوزف اسے تیز نظروں سے گھورتا ہوا مڑا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا رہائشی حصے کی طرف بڑھتا

چلا گیا۔ ایک دروازہ کھول کر وہ اندر گیا اور پھر تقریباً دس منٹ کے بعد وہ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دو دھاروں والا مخصوص خنجر تھا۔ جس سے اس نے ساکاکارا کے سلسلے میں افریقہ میں جا کر ساکاکارا نامی بھیانک مخلوق ذبح کی تھی۔

''یہ لو خنجر''...... جوزف نے خنجر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا جیسے گملوگی ماگی کا خنجر دکوشا جیسے شیطان کو دیتے ہوئے اسے افسوس ہو رہا ہو۔

''اسے میرے قدموں میں پھینک دو''...... سلیمان نے کرخت آواز میں کہا تو جوزف نے اسے تیز نظروں سے گھورا اور خنجر سلیمان کے پیروں کے پاس پھینک دیا۔

''بہت خوب۔ اب تم بیس قدم پیچھے ہٹ جاؤ''...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

''کیوں۔ میرے بیس قدم پیچھے ہٹنے سے کیا ہوگا''...... جوزف نے منہ بنا کر کہا۔

''جو کہہ رہا ہوں وہ کرو''...... سلیمان غرایا اور جوزف اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا ہوا قدم پیچھے ہٹانے لگا۔ جیسے ہی وہ بیس قدم پیچھے ہٹا اچانک اس نے سلیمان کی ناک اور کانوں سے سیاہ دھواں سا نکلتے دیکھا۔ دھواں لہراتا ہوا تیزی سے سلیمان کے قدموں کے پاس پڑے ہوئے گملوگی ماگی خنجر پر آ کر پھیل گیا۔ یہ دیکھ کر جوزف بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے پوری

قوت سے خنجر کی طرف چھلانگ لگائی جیسے وہ وہاں سے خنجر اٹھا لینا چاہتا ہو لیکن اس سے پہلے کہ وہ آگے آتا دھواں ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ دھویں کے تحلیل ہونے کے ساتھ ہی زمین پر پڑا ہوا گملوگی ماگی کا خنجر بھی غائب ہو گیا تھا۔ اسی لمحے سلیمان جو ناک اور کانوں سے دھواں نکلتے ہی بری طرح سے لہرا رہا تھا اچانک الٹ کر گر پڑا۔

دھواں اور خنجر غائب ہوتے دیکھ کر جوزف ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت بے پناہ تاسف اور پریشانی کے تاثرات پھیل گئے۔ وہ مایوس ہو کر دھم سے اسی جگہ گر کر بیٹھ گیا جہاں کھڑا تھا۔ تاسف اور پریشانی کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر بے پناہ خوف کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔

کوٹھی میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ثریا کا نومولود بچہ کوٹھی سے غائب ہو گیا تھا۔ جس سے نہ صرف ثریا کا برا حال ہو رہا تھا بلکہ اماں بی پر بھی بار بار غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ سر عبدالرحمٰن الگ پریشان تھے۔ بچے کی تلاش کے ساتھ ساتھ انہیں اماں بی اور ثریا کو سنبھالنا بے حد مشکل ہو رہا تھا۔ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض اور دیگر اعلیٰ افسران کو وہاں بلا لیا تھا جو پوری شد و مد کے ساتھ بچے کی تلاش کر رہے تھے۔

دینو بابا نے سر عبدالرحمٰن کو بتایا تھا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے ثریا کے ہاتھوں میں موجود بچے کو دھواں بن کر غائب ہوتے ہوئے دیکھا تھا لیکن سر عبدالرحمٰن بھلا ان دقیانوسی اور جاہلانہ باتوں پر کہاں یقین کر سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ دینو بابا ایک تو بوڑھے ہیں دوسرے وہ پرانے خیالات کے مالک ہیں اور تیسرے ان کی

نظریں بھی بے حد کمزور ہیں۔ اس کے علاوہ دینو بابا بڑھاپے کے عالم میں بعض اوقات ایسی باتیں کر جاتے تھے جو عقل و فہم سے بالا تر ہوتی تھیں۔ سر عبدالرحمٰن نے انہیں کئی بار آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ وہ بڑھاپے کی اس عمر میں پہنچ چکے ہیں کہ اب انہیں کام کاج چھوڑ کر آرام کرنا چاہئے۔ سر عبدالرحمٰن نے انہیں کوٹھی کے عقبی حصے میں ہی مستقل ایک سرونٹ کوارٹر دے رکھا تھا۔ انہوں نے دینو بابا سے یہ تک کہہ دیا تھا کہ وہ کام نہ کریں اس کے باوجود وہ ان کی ہر ممکن امداد کرتے رہیں گے لیکن دینو بابا کو بیٹھ کر روٹیاں توڑنے کی عادت نہیں تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ بوڑھی ہڈیاں جب تک کام کرتی رہیں سلامت رہتی ہیں۔ آرام اور بے کاری کی عادت انہیں کمزور اور لاغر کر سکتی ہے۔ اس لئے وہ کام کرتے رہنا چاہتا ہے تو ان کی بات سن کر سر عبدالرحمٰن خاموش ہو جاتے تھے۔

سر عبدالرحمٰن بعض اوقات دینو بابا کی بے تکی باتوں پر ہنس دیتے تھے لیکن دینو بابا کی یہ بات انہیں کسی طور پر ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ ثریا کا بیٹا ثریا کے ہاتھوں میں ہی دھواں بن کر غائب ہو گیا تھا۔ انہوں نے دینو بابا کی اس بات پر اس کی بے حد سرزنش کی تھی اور انہیں زبردستی ان کے سرونٹ کوارٹر میں بھیج دیا تھا۔ جب سے ثریا کا بیٹا لاپتہ ہوا تھا ثریا کبھی عجیب و غریب باتیں کرنا شروع کر دیتی تھی اور کبھی چیخیں مارتی ہوئی بے ہوش ہو جاتی تھی۔ بیٹے کی گمشدگی نے اس کے دماغ پر برا اثر ڈالا تھا۔

سر عبدالرحمٰن نے اپنے فیملی ڈاکٹر عبدالباسط کو بلا رکھا تھا جو ثریا کے ساتھ ساتھ اماں بی کی بھی ٹریٹمنٹ کر رہے تھے۔ سر عبدالرحمٰن کو ثریا کے نارمل ہونے کا انتظار تھا۔ ثریا کی جو حالت تھی اس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اس کا بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے سے غائب کیا گیا ہے۔ اب جب تک وہ نارمل نہ ہو جاتی اس وقت تک سر عبدالرحمٰن اس سے نہیں پوچھ سکتے تھے کہ آخر ہوا کیا تھا اور اس سے اس کا بچہ کون لے گیا تھا۔

سر عبدالرحمٰن ثریا کے کمرے کے باہر راہداری میں دونوں ہاتھ پشت پر باندھے نہایت بے صبری اور بے چینی سے ثریا کے نارمل ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ اسی لمحے سوپر فیاض تیز تیز چلتا ہوا آ گیا۔ سوپر فیاض نے سر عبدالرحمٰن کے قریب آ کر انہیں نہایت مؤدبانہ انداز میں سیلوٹ کیا۔

”کچھ پتہ چلا“...... سر عبدالرحمٰن نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی بے چینی سے پوچھا۔

”نو سر۔ ہم نے ہر طرف چھان بین کر لی ہے۔ ہماری انوسٹی گیشن کے مطابق کوٹھی میں کوئی غیر متعلق شخص نہیں آیا اور نہ ہی ہمیں بچے کے اغوا ہونے کے کوئی آثار ملے ہیں“...... سوپر فیاض مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نانسنس۔ اگر بچہ اغوا نہیں ہوا تو پھر وہ کہاں چلا گیا ہے“۔ سر عبدالرحمٰن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”معلوم نہیں سر۔ لیکن سر یہ حقیقت ہے کہ بچہ اغوا نہیں ہوا ہے“...... سوپر فیاض نے سر عبدالرحمٰن کو غصے میں دیکھ کر دبے دبے لہجے میں کہا۔

”میں تمہیں اور تمہاری انوسٹی گیشن کو خوب جانتا ہوں۔ نانسنس۔ تم سے کوئی بھی کام ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔ بچہ کوٹھی سے غائب ہوا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ اسے اغوا نہیں کیا گیا۔ دو دن کا بچہ اگر اغوا نہیں ہوا ہے تو کیا وہ خود اپنے پیروں پر چل کر کہیں چلا گیا ہے۔ نانسنس“...... سر عبدالرحمٰن نے اسی طرح انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ مجھے تو اس معاملے میں دینو بابا کا بیان اہم معلوم ہوتا ہے“...... سوپر فیاض نے اسی انداز میں کہا۔

”شٹ اپ۔ یو نانسنس۔ دینو بابا کا تو بڑھاپے میں دماغ سٹھیا گیا ہے۔ اسے تو اول فول بکنے کی عادت ہے اور تم۔ تم اس کی دقیانوسی اور جاہلانہ باتوں میں آ گئے ہو۔ کس دنیا میں رہتے ہو تم۔ کیا یہ جہالت کی دنیا ہے۔ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے یا دینو بابا کی طرح تم بھی سٹھیا گئے ہو“...... سر عبدالرحمٰن نے گرجتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض کا رنگ زرد ہو گیا۔

”سس۔ سس۔ سوری سر۔ مم۔ مم۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ مم۔ مم۔ میں“...... سوپر فیاض نے سر عبدالرحمٰن کو غصے میں دیکھ کر انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ڈینو بابا کا تو کہنا ہے کہ بچے کو جن بھوت اٹھا کر لے گئے ہیں۔ وہ جادو کے زور سے غائب ہوا ہے۔ کیا تم بھی ان احمقانہ باتوں کو مانتے ہو۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ اس جدید دور میں جن، بھوت اور جادو۔ ہونہہ۔ پاگل ہو گئے ہیں سب کے سب اور اگر تم بھی ایسا ہی سوچتے ہو تو جاؤ ان جنوں بھوتوں کے پاس جاؤ اور بچے کو تلاش کرو۔ بچہ اغوا ہوا ہے، جادو سے غائب ہوا یا اسے جن اور بھوت اٹھا کر لے گئے ہیں میں کچھ نہیں جانتا۔ تم زمین آسمان ایک کر دو اور کسی بھی حالت میں میرے نواسے کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ مجھے اپنا نواسہ چاہئے اور بس"...... سر عبدالرحمٰن نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"لل۔ لل۔ لیکن سر"...... سوپر فیاض نے بوکھلا کر کہا۔

"شٹ اپ یو نانسنس۔ میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ جاؤ ابھی جاؤ۔ اب میں تمہیں شام تک کا وقت دیتا ہوں۔ شام تک اگر میرا نواسہ نہ ملا تو میں تمہیں ڈس مس کر دوں گا۔ سمجھے تم"...... سر عبدالرحمٰن نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

"یس۔ یس سر"...... سوپر فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"گٹ آؤٹ۔ یو نانسنس۔ اب مجھے اپنی شکل تب دکھانا جب تمہیں بچہ مل جائے۔ ورنہ مجھے اپنی شکل مت دکھانا نانسنس۔ جاؤ اب چلے جاؤ یہاں سے"...... سر عبدالرحمٰن کا پارہ بری طرح سے

چڑھا ہوا تھا۔

"یس سر۔ میں جا رہا ہوں سر اور میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ بچے کا پتہ چل جائے سر"...... سوپر فیاض نے مرے مرے لہجے میں کہا۔

"کوشش نہیں۔ مجھے رزلٹ چاہئے۔ سو فیصد اور قطعی یقینی رزلٹ۔ سمجھے تم"...... سر عبدالرحمٰن نے غرا کر کہا۔

"یس سر۔ او کے سر"...... سوپر فیاض نے کہا اور مڑ گیا۔ اسی لمحے گیٹ سے عمران کی کار اندر داخل ہوئی۔

"اس احمق کو یہاں کس نے بلایا ہے"...... سر عبدالرحمٰن نے بالکنی سے نیچے دیکھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

"معلوم نہیں سر"...... سوپر فیاض نے کہا۔ عمران نے کار پورچ میں روکی اور پھر کار سے نکل کر باہر آ گیا۔ اس نے نیچے سے ہی سوپر فیاض اور سر عبدالرحمٰن کو بالکنی میں دیکھ لیا تھا جو ثریا کے کمرے کے سامنے تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ دائیں طرف سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آ گیا۔

"ہیلو ڈیڈی۔ ہائے سوپر"...... عمران نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے مخصوص لہجے میں کہا اور سر عبدالرحمٰن کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے"...... سر عبدالرحمٰن نے اسے بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

"بدتمیزی۔ کک۔ کک۔ کون سی بدتمیزی۔ کہاں ہے۔ کدھر ہے"...... عمران نے بوکھلا کر احمقانہ انداز میں ناچتے ہوئے اپنے ارد گرد دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہ سلام نہ دعا۔ سیدھی لٹھ اٹھائی اور مار دی۔ ہیلو ڈیڈی، ہائے سوپر"...... سر عبدالرحمٰن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لل۔ لل۔ لٹھ۔ لیکن ڈیڈی۔ میرے تو دونوں ہاتھ خالی ہیں۔ دیکھ لیں میرے پاس کوئی لٹھ نہیں ہے"...... عمران نے اسی طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں دونوں ہاتھ سر عبدالرحمٰن کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"سلام کرنے کی توفیق نہیں ہے تمہیں"...... سر عبدالرحمٰن نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہے۔ بالکل ہے۔ بلکہ بہت زیادہ ہے ڈیڈی۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"...... عمران نے بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور سوپر فیاض کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہاں کیسے آئے ہو"...... سر عبدالرحمٰن نے منہ بنا کر کہا۔

"اوپر سیڑھیاں چل کر آیا ہوں اور کوٹھی میں اپنی کار میں آیا ہوں"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"نانسنس۔ میں پوچھ رہا ہوں۔ یہاں کیوں آئے ہو۔ کس نے

بلایا ہے تمہیں"...... سر عبدالرحمٰن نے غصے سے کہا۔

"جج۔ جج۔ جی۔ وہ میرے پیٹ میں درد ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ سر پر اماں بی کی جوتیاں یا پھر آپ سے تھوڑی سی ڈانٹ ڈپٹ کھا لوں جو میرے پیٹ درد کے لئے معجون اکسیر کی سی تاثیر رکھتا ہے۔ اس لئے یہاں آ گیا"...... عمران نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور سر عبدالرحمٰن کے ہونٹوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ آ گئی جبکہ سوپر فیاض، سر عبدالرحمٰن کے سامنے بڑی مشکلوں سے اپنے پیٹ میں مچلنے والے قہقہے کو روک سکا تھا۔

"اب ختم ہو گیا پیٹ درد"...... سر عبدالرحمٰن نے پوچھا۔

"نہیں۔ اگر تھوڑی اور ڈانٹ ڈپٹ مل جاتی تو"...... عمران نے شرماتے ہوئے کہا۔

"نانسنس۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہاں کیا ہوا ہے"...... سر عبدالرحمٰن نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ معلوم ہے"...... عمران نے اسی انداز میں زور زور سے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"کیا معلوم ہے تمہیں"...... سر عبدالرحمٰن نے اسے تیز نظروں سے گھور کر پوچھا۔

"یہ کہ ثریا نے آپ کو ماموں بنا دیا ہے اور مجھے نانا۔ اوہ۔ اوہ۔ سس۔ سس۔ سوری۔ مم میرا مطلب ہے۔ وہ۔ وہ۔ مم۔ مم میں۔ میں ماموں اور آپ بڑے ماموں۔ مم۔ نانا بن گئے

ہیں''...... عمران نے بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا جیسے سر عبدالرحمٰن کی موجودگی میں اس کے منہ سے الٹ پلٹ الفاظ نکل رہے ہوں۔

''نانسنس۔ میں نانا بنا ہوں اور تم ماموں''...... سر عبدالرحمٰن نے غصے سے کہا۔

''جی ہاں۔ جی ہاں بالکل۔ مم۔ مم۔ میں بھی یہی کہنے والا تھا''...... عمران نے جلدی سے کہا۔

''تمہیں پتہ ہے۔ ثریا کا بیٹا اغوا ہو گیا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

''اغوا۔ لیکن دینو بابا تو کہہ رہے تھے''...... عمران کہتے کہتے رک گیا اور اس کے منہ سے دینو بابا کا نام سن کر سر عبدالرحمٰن کی تیوریوں پر بل آ گئے۔

''تو تمہیں یہاں دینو بابا نے بلایا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''جی نہیں۔ جی ہاں۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے جی ہاں''...... عمران نے سر عبدالرحمٰن کو غصے میں دیکھ کر گڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''کیا جی ہاں۔ جی نہیں۔ نانسنس۔ کیا بتایا ہے اس نے تمہیں''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

''جی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ۔ وہ''...... عمران نے اسی انداز میں کہا جیسے سر عبدالرحمٰن کو غصے میں دیکھ کر اس کے منہ سے کوئی

بات ہی نہ نکل رہی ہو۔

''نانسنس۔ تم بھی دینو بابا کی فرسودہ باتوں میں آ گئے ہو۔ دو دن کا بچہ دھواں بن کر کیسے غائب ہو سکتا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

''پپ۔ پپ۔ پتہ نہیں۔ یہ تو بچے سے پوچھنا پڑے گا''...... عمران نے کہا۔

''بچے سے۔ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ دو دن کا بچہ کیسے کچھ بتا سکتا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے سخت لہجے میں کہا۔

''اس کی ماں تو کچھ بتا سکتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''وہ ابھی ہوش میں نہیں ہے۔ بچے کی گمشدگی نے اس کے دماغ پر برا اثر ڈالا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

''میں اس سے پوچھتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''کیا پوچھتا ہوں۔ کس سے پوچھتا ہوں''...... سر عبدالرحمٰن نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ثریا سے۔ وہ میری بہن ہے۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے دو دن پہلے مجھے ماموں بنایا تھا تو پھر مجھے کیوں نہیں بتایا گیا''...... عمران نے کہا۔

''یہ پوچھو گے تم اس سے جا کر''...... سر عبدالرحمٰن غراتے ہوئے کہا۔

''جج۔ جج۔ جی۔ آپ کہتے ہیں تو نہیں پوچھوں گا''...... عمران

نے سہم کر کہا۔

"نانسنس۔ میں نے کہا ہے نا کہ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ جاؤ جا کر اس کے بچے کو تلاش کرو۔ اور تم۔ تم ابھی تک یہاں کھڑے ہو"...... سر عبدالرحمٰن نے پہلے عمران سے اور پھر سوپر فیاض کو بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یس سر۔ میں جا رہا ہوں سر"...... سوپر فیاض نے بوکھلا کر کہا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔

"اس احمق کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ"...... سر عبدالرحمٰن نے کہا تو سوپر فیاض رک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"ڈیڈی نے احمق کو ساتھ لے جانے کے لئے کہا ہے۔ مجھے نہیں"...... عمران نے اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر کہا اور سوپر فیاض کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ جاؤ اس کے ساتھ اور مل کر بچے کو تلاش کرو"...... سر عبدالرحمٰن نے غصے سے کہا۔

"بچے کی کوئی تصویر۔ اس کی کوئی نشانہ اور اس کا نام"...... عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

"بچے کا ابھی کوئی نام نہیں رکھا گیا تھا اور اس کی تصویر۔ دو دن کے بچے کی تصویر۔ نانسنس"...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

"اس بچے کی کوئی شناختی علامت تو یاد ہو گی آپ کو"...... عمران نے کہا۔

"عمران"...... سر عبدالرحمٰن غرائے۔

"سس۔ سس۔ سوری۔ میں بھول گیا تھا۔ دو دن کے بچے کا شناختی کارڈ کیسے بن سکتا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں بہت جلد آپ کے بھانجے۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے اپنے بھانجے کو ڈھونڈ نکالوں گا"...... عمران نے کہا اور سر عبدالرحمٰن اسے گھور کر رہ گئے۔

"آؤ"...... عمران نے سوپر فیاض سے کہا اور تیز تیز چلتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ سوپر فیاض نے بھی اس کے پیچھے قدم بڑھا دیئے۔

"ان احمقانہ حرکات سے تمہیں کیا ملتا ہے"...... سوپر فیاض نے اس کے نزدیک آتے ہوئے آہستگی سے پوچھا۔

"کن احمقانہ حرکات کی بات کر رہے ہو پیارے"...... عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔

"وہی جو تم اپنے ڈیڈی کے سامنے اوٹ پٹانگ بول رہے تھے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"باپ بیٹے کی باتوں پر دھیان نہ دیا کرو"...... عمران نے کہا اور کچھ سوچ کر رک گیا۔

"کیا ہوا۔ رک کیوں گئے"...... سوپر فیاض نے اسے رکتے دیکھ کر پوچھا۔

"شاید میری تمہارے ساتھ چلنے کی چابی ختم ہو گئی ہے۔ تم ایک منٹ یہیں رکو میں ابھی آتا ہوں"...... عمران نے کہا اور پلٹ کر

واپس سر عبدالرحمٰن کی طرف بڑھتا چلا گیا جن کے پاس ایک لیڈی ڈاکٹر کھڑی باتیں کر رہی تھی۔ وہ لیڈی ڈاکٹر بھی ڈاکٹر عبدالباسط کی طرح ان کی فیملی ڈاکٹر تھیں جو اماں بی اور گھر کی دوسری خواتین کے چیک اپ کے لئے مخصوص تھیں۔

''اب کیا ہے''...... سر عبدالرحمٰن نے اسے واپس آتے دیکھ کر بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

''وہ ایک نظر ثریا کو دیکھنا چاہتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''ثریا ابھی نیند میں ہے۔ اسے جگانا مناسب نہیں ہوگا''...... سر عبدالرحمٰن کی بجائے لیڈی ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ایک نظر دیکھ لینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے نا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ بالکل نہیں۔ آپ دیکھ لیں''...... لیڈی ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ وہ چونکہ فیملی ڈاکٹر تھی اس لئے وہ عمران کو جانتی تھی۔ عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ثریا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر آ گیا۔ سامنے ایک نفیس بیڈ پر ثریا جیسے گہری نیند سو رہی تھی۔ اس پر ایک پرنٹڈ لحاف تھا۔ لحاف سے اس کا ایک ہاتھ باہر نکلا ہوا تھا۔ ثریا کا چہرہ دیکھ کر عمران کے چہرے پر چڑھا ہوا حماقتوں کا نقاب اتر گیا اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ کے نزدیک آ گیا۔

نیند میں ہونے کے باوجود ثریا کے چہرے پر خوف کے تاثرات نمایاں تھے۔ عمران، ثریا کے بیڈ کے قریب آ کر اس کے سرہانے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں ثریا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''تم فکر نہ کرو میری بہن۔ تمہارا بیٹا میرا بھانجا ہے اور میں اپنے بھانجے کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہے میں اسے بہت جلد لا کر تمہاری گود میں ڈال دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ عمران کا تمہارے بھائی کا وعدہ''...... عمران نے ثریا کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ وہ چند لمحے ثریا کا ہاتھ پکڑے اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے ثریا کا ہاتھ آہستگی سے بیڈ پر رکھ کر چھوڑ دیا۔ اسی لمحے اس کی نظریں ثریا کی ہتھیلی پر پڑیں تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جھپٹ کر ایک بار پھر ثریا کا ہاتھ پکڑا اور غور سے اس کی ہتھیلی دیکھنے لگا۔ ثریا کی ہتھیلی قدرے سیاہی مائل تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ثریا نے جلتی ہوئی موم بتی کے اوپر ہاتھ کیا ہوا اور دھویں کی سیاہی اس کی ہتھیلی پر چھاپ چھوڑ گئی ہو۔ عمران نے ثریا کا دوسرا ہاتھ لحاف سے نکالا۔ اس کے دوسرے ہاتھ پر بھی سیاہ دھویں کے نشان تھے۔

''یہ تم کیا کر رہے ہو''...... اچانک عقب سے سر عبدالرحمٰن کی کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی تو عمران نے فوراً ثریا کا ہاتھ چھوڑا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سر عبدالرحمٰن اور لیڈی ڈاکٹر دروازے کے پاس کھڑے تھے۔

"ڈاکٹر صاحبہ۔ آپ نے ثریا کے ہاتھوں کو دیکھا ہے"...... عمران نے لیڈی ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا جس کا نام رخسانہ تھا۔

"ہاتھ۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے اس کے ہاتھوں کو"...... سر عبدالرحمٰن نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں۔ میں نے ثریا کے ہاتھ دیکھے ہیں۔ اس کے دونوں ہاتھوں پر سیاہی سی لگی ہوئی ہے"...... لیڈی ڈاکٹر رخسانہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سیاہی۔ کیسی سیاہی"...... سر عبدالرحمٰن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ خود ہی دیکھ لیں"...... عمران نے کہا۔ سر عبدالرحمٰن چند لمحے اس کی طرف دیکھتے رہے اور پھر وہ ثریا کی طرف بڑھ گئے جبکہ عمران لیڈی ڈاکٹر رخسانہ کی طرف آ گیا۔

"ثریا کی حالت اب کیسی ہے"...... اس نے لیڈی ڈاکٹر سے پوچھا۔

"یہ سہمی ہوئی ہے۔ وقفے وقفے سے اسے ہوش آتا ہے۔ ہوش میں آتے ہی یہ خوف سے چلانے لگتی ہے اور پھر یکلخت بے ہوش ہو جاتی ہے"...... لیڈی ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ کس بات سے ڈری ہوئی ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اس کی کنڈیشن دیکھ کر لگتا ہے جیسے اس نے کوئی نہایت

خوفناک اور انتہائی بھیانک منظر دیکھا ہو۔ ایسا بھیانک منظر جس نے ثریا کے دل و دماغ پر بہت زیادہ اور بے حد گہرے اثرات ڈال دیئے ہیں"...... لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔

"اور اب۔ کیا اس کے دل سے خوف نکل گیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ ابھی نہیں۔ میں نے اسے طویل بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا ہے۔ یہ بارہ گھنٹوں تک سوئی رہیں تو بہتر ہو گا۔ بارہ گھنٹوں کے بعد جب اسے ہوش آئے گا تب تک یہ کافی حد تک نارمل ہو چکی ہوں گی"...... لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔

"کوئی خطرے والی بات تو نہیں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ بے فکر رہیں"...... لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔ عمران کو امید تھی کہ سر عبدالرحمٰن نے لیڈی ڈاکٹر کو بچے کی گمشدگی اور خاص طور پر دینو بابا کی بتائی ہوئی باتوں کے بارے میں نہیں بتایا ہو گا اسی لئے وہ لیڈی ڈاکٹر سے یہ سب سوال کر رہا تھا۔

"حیرت ہے۔ مجھے یہ سیاہی پہلے کیوں دکھائی نہیں دی اور اس سیاہی کا ثریا کے ہاتھوں پر ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے"...... سر عبدالرحمٰن نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا جو غور سے ثریا کے دونوں ہاتھوں پر موجود سیاہی دیکھ رہے تھے۔

"مطلب صاف ہے ڈیڈی"...... عمران نے ان کی طرف

مڑتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا''...... سر عبدالرحمٰن نے اس کی طرف دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہی کہ دینو بابا کی باتوں میں کچھ نہ کچھ سچائی تو ضرور ہے''...... عمران نے لیڈی ڈاکٹر کی طرف کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر سر عبدالرحمٰن کے تیور ایک بار پھر بدل گئے۔

''کیا بکواس کر رہے ہو''...... سر عبدالرحمٰن نے غرا کر کہا۔ لیڈی ڈاکٹر کی موجودگی میں انہوں نے زیادہ بات نہیں کی تھی۔

''میں بکواس نہیں کر رہا ہوں۔ لیکن جو سچ ہے اسے بدلا نہیں جا سکتا''...... عمران نے کہا۔

''ہونہہ۔ میں نہیں مانتا ان فرسودہ اور دقیانوسی باتوں کو۔ تم جاؤ یہاں سے''...... سر عبدالرحمٰن نے سخت لہجے میں کہا۔

''میں اماں بی کے پاس جا کر ان سے بات کرتا ہوں۔ وہ اس حقیقت کو ضرور سمجھیں گی''...... عمران نے کہا اور پھر وہ سر عبدالرحمٰن کو ٹاٹا کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ راہداری کے اختتام پر سوپر فیاض کھڑا اس کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔

''کہاں رہ گئے تھے تم''...... عمران کو آتے دیکھ کر سوپر فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ میرے انتظار میں تمہارے بال سفید ہو گئے ہیں

کیا''...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ اب کرنا کیا ہے''...... سوپر فیاض نے پوچھا۔

''پہلے تم بتاؤ کہ تم نے اب تک کیا کیا ہے''...... عمران نے الٹا اس سے پوچھا۔

''مجھ سے جو ہو سکتا تھا وہ میں نے کر دیا ہے۔ میں نے نہایت باریک بینی سے چھان بین کی تھی لیکن مجھے ایسا کوئی کلیو نہیں ملا جس سے پتہ چلتا ہو کہ بچے کو کوٹھی سے کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔ میں نے کوٹھی کے تمام ملازمین سے بھی پوچھ گچھ کی ہے۔ سوائے دینو بابا کے کسی کا بیان قابل ذکر نہیں ہے لیکن تمہارے ڈیڈی، دینو بابا کی کوئی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ثریا ہوش میں نہیں ہے۔ اگر اسے ہوش ہوتا تو وہ حقائق سے پردہ اٹھا سکتی تھی۔ بہرحال میرے ساتھی بچے کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اردگرد کی رہائش گاہیں چیک کی جا رہی ہیں اور ہم نے جگہ جگہ ناکے لگا دیئے ہیں۔ دو دن کا بچہ جہاں نظر آئے گا اس سے پتہ چل جائے گا کہ اسے یہاں سے کون لے گیا ہے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''یہ سب تم بچے سے پوچھو گے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ جس کے پاس بچہ ہو گا''...... سوپر فیاض نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ سیڑھیاں اتر کر دائیں طرف مڑ گیا۔ سوپر فیاض حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"اب کہاں جا رہے ہو"...... سوپر فیاض نے پوچھا۔

"دینو بابا کے پاس۔ وہ نیک اور بزرگ آدمی ہیں۔ ان سے دعا لے لو ہو سکتا ہے تمہارے بھی بھٹکے ہوئے قدم سیدھی راہ پر آ جائیں"...... عمران نے کہا۔

"کیا مطلب"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"مطلب تم اچھی طرح سے سمجھتے ہو پیارے۔ جن کی جیبیں اور بینک بیلنس اِدھر اُدھر سے بھرتے ہوں ان کی ٹانگوں میں لڑکھڑاہٹ آ ہی جاتی ہے اور لڑکھڑاتے ہوئے قدم بھٹک بھی جاتے ہیں۔ جانا کہیں اور ہوتا ہے اور پہنچ کہیں اور جاتا ہے۔ موقع اچھا ہے دینو بابا سے دعا کرا لو تمہارے کام آئے گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔ عمران کا اشارہ واضح طور پر سوپر فیاض کی انکم کی طرف تھا جو وہ منتھلی کے طور پر ہوٹلوں، کلبوں، جواء خانوں اور بار رومز سے اینٹھتا رہتا تھا۔ اس سے پہلے کہ سوپر فیاض کچھ کہتا اچانک عمران کی جیب میں موجود سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ایک تو میں ان بجنے بجانے والی چیزوں سے بے حد عاجز ہوں۔ جب دیکھو جہاں دیکھو سیل فون کی بے سری گھنٹیاں بجنا شروع ہو جاتی ہیں۔ نہ دن کو چین نہ رات کو سکون۔ میرا بس چلے تو میں فون بنانے والوں کی تمام گھنٹیاں ہی بند کرا دوں"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور جیب سے سیل فون نکال لیا۔ سیل فون

کے ڈسپلے سکرین پر رانا ہاؤس کے نمبر تھے۔

"ایک منٹ۔ میں ابھی آتا ہوں"...... عمران نے سوپر فیاض سے کہا اور اس کا جواب سنے بغیر تیز تیز چلتا ہوا ایک طرف آ گیا۔

"رانا ہاؤس کے نمبر ڈسپلے ہونے کا مطلب تھا کہ اسے جوزف کال کر رہا ہے اور اس وقت جوزف کا کال کرنا خالی از علت نہیں ہو سکتا تھا۔ ثریا کے بیٹے کا دھواں بن کر پُراسرار انداز میں غائب ہونا عمران کو پہلے سے ہی کھٹک رہا تھا اور اب جوزف کی کال دیکھ کر اسے یقین ہو رہا تھا کہ اس کے دماغ میں موجود احساسات اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ ایک بار پھر کوئی ماورائی سلسلہ شروع ہونے جا رہا ہے۔

"یس۔ عمران سپیکنگ"...... عمران نے کال رسیو کر کے سیل فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"جوزف بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے جوزف کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے۔ تم اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہو"...... جوزف کی گھبراہٹ زدہ آواز سن کر عمران نے بے چینی سے پوچھا۔

"باس۔ آپ جہاں بھی ہیں سب کام چھوڑ کر فوراً میرے پاس آ جائیں۔ ابھی فوراً"...... دوسری طرف سے جوزف نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا جیسے اس کے منہ میں بولنے والی مشین فٹ ہو گئی ہو۔

''کیوں۔ کیا ہوا۔ سب خیریت تو ہے نا''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں باس۔ خیریت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں اس وقت آپ کوٹھی میں ہیں۔ آپ کی سسٹر ثریا کا بیٹا گم ہو گیا ہے، اگر آپ بچے کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو پلیز آپ میرے پاس آ جائیں۔ ہری اپ باس۔ پلیز باس۔ ہری اپ''...... دوسری طرف سے جوزف نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا اور اس کے منہ سے ثریا کے بیٹے کی گمشدگی کا سن کر عمران بری طرح سے اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات نمودار ہو گئے۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے کہ ثریا کا بیٹا گم ہو گیا ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں آپ کو سب بتا دوں گا باس۔ آپ پلیز یہاں آ جائیں۔ ثریا کے بیٹے کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس لئے پلیز باس۔ پلیز دیر نہ کریں۔ آپ جتنی دیر کریں گے پریشانی اتنی ہی بڑھ جائے گی''...... دوسری طرف سے جوزف نے منت بھرے لہجے میں کہا اور عمران کا رنگ بدل گیا۔

''اوکے۔ میں آ رہا ہوں''...... عمران نے کہا۔ اس نے سیل فون آف کیا اور اسے جیب میں ڈال کر تیز تیز چلتا ہوا پورچ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''اب اس طرف کہاں جا رہے ہو۔ عمران۔ عمران''...... اسے پورچ کی طرف جاتے دیکھ کر سوپر فیاض نے اونچی آواز میں کہا

لیکن عمران نے جیسے اس کی آواز سنی ہی نہیں تھی۔ وہ فوراً اپنی کار میں آ بیٹھا۔ دوسرے لمحے وہ کار اسٹارٹ کر کے اسے بیک کرتا ہوا گیٹ کی طرف لے جا رہا تھا۔

''ہونہہ۔ احمق کہیں کا۔ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے''...... سوپر فیاض نے اسے کار لے جاتے دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا۔ کوٹھی کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ عمران نے کار گیٹ سے باہر نکالی اور پھر وہ کار موڑ کر سڑک پر لے آیا اور پھر تھوڑی ہی دیر میں اس کی کار رانا ہاؤس کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

جوزف کے الفاظ اس کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اترے ہوئے محسوس ہو رہے تھے کہ ثریا کے بچے کی جان خطرے میں ہے۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ وہ کار نہایت تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کار کو اڑا کر رانا ہاؤس لے جائے اور جلد سے جلد جوزف تک پہنچ جائے۔

کہر اور تاریکی میں ڈوبے ہوئے لاشا کا جنگل میں ہر طرف گہری اور پُراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ خاموشی اور سکوت کا وہاں ایسا عالم تھا کہ سوئی بھی اگر گرتی تو اس کی بھی آواز آ جاتی۔ اس جنگل میں خطرناک اور زہریلے حشرات الارض کے ساتھ ساتھ سیاہ چیتوں اور سیاہ بن مانسوں کی بھی بہتات تھی جو جنگل کے تقریباً ہر حصے میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ بن مانس انسانی قد کاٹھ سے کئی گنا بڑے تھے۔ ان کے ایک زوردار تھپڑ سے انسانی سر دھڑ سے الگ ہو کر دور جا گرتا تھا اور یہ بن مانس تیز ناخنوں سے بڑے بڑے اور طاقتور درندوں کو بھی چند لمحوں میں چیر پھاڑ دیتے تھے۔

لاشا کا جنگل میں زہریلے سانپوں اور ناگوں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی۔ یہاں بلیک وائپر، گرین وائپر، کوبرا اور ان جیسے بے شمار نسلوں کے انتہائی زہریلے سانپ تھے جن کا کاٹا پانی بھی نہیں مانگتا تھا۔

اسی طرح اس جنگل کی دلدلوں میں اینا کونڈا جیسے اژدہے بھی موجود تھے جو ہاتھی کے بچوں کو سالم نگل سکتے تھے۔ غرضیکہ لاشا کا جنگل درندوں، زہریلے حشرات الارض اور خون آشام مکھیوں اور مچھروں سے بھی بھرا ہوا تھا۔ خاص طور پر اس جنگل کو خون چوسنے والی چمگادڑوں کی آماجگاہ سمجھا جاتا تھا۔ جو کسی جاندار سے چمٹ جاتیں تو اسے اس وقت تک نہیں چھوڑتی تھیں جب تک وہ اس کا سارا خون نہ چوس جائیں۔ چمگادڑیں خون آشام بھی تھیں اور زہریلی بھی، جن کے کاٹنے سے بڑے سے بڑا اور طاقتور جانور بھی زندہ نہیں بچ سکتا تھا۔ جنگل میں زہریلے کانٹوں والے پودے بھی تھے اور ایسے زندہ درخت بھی جن کی گرفت میں آنے والے کو سوائے موت کے کچھ بھی نہیں ملتا تھا۔ اس جنگل کے باسی تاریکی کے عادی تھے اور انتہائی تاریکی ہونے کے باوجود جنگلوں میں یوں گھومتے پھرتے تھے جیسے دن کی روشنی کی طرح انہیں تاریکی میں بھی بخوبی دکھائی دیتا ہو۔ لاشا کا جنگل میں کہر کی وجہ سے چونکہ سورج کی روشنی نہیں پہنچتی تھی اس لئے یہاں کا درجہ حرارت نقطہ انجماد کے قریب ہی رہتا تھا۔ اس جنگل میں موسلا دھار اور طوفانی بارشیں بھی ہوتی رہتی تھیں جس سے درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی کئی درجے نیچے آ جاتا تھا۔

طوفانی ہواؤں اور جھکڑوں میں اتنی طاقت ہوتی تھی کہ درخت جڑوں سمیت اکھڑ اکھڑ کر میلوں دور جا گرتے تھے۔ جس سے جنگل

میں آئے دن خوفناک حد تک تباہی آتی رہتی تھی۔ لاشا کا جنگل میں ایک وحشی قبیلہ بھی آباد تھا۔ یہ قبیلہ لاشا کا قبیلہ کہلاتا تھا۔ یہ قبیلہ انسانی نہیں بلکہ ایک جناتی قبیلہ تھا۔ قبیلے کا سردار تابوش ایک لمبا تڑنگا اور مضبوط جسامت کا مالک تھا۔ اس کے جسم میں اتنی طاقت تھی کہ وہ جنگل کے خوفناک درندوں کا خالی ہاتھوں آسانی سے مقابلہ کر لیتا تھا خاص طور پر جنگل کے بن مانس جب اس کے سامنے آتے تھے تو وہ ان پر زخمی درندوں کی طرح پل پڑتا تھا اور ایک ہی وقت میں کئی کئی بن مانسوں کا اکیلا مقابلہ کر کے انہیں ہلاک کر دیتا تھا۔ تابوش طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بے رحم، سفاک اور خونخوار تھا۔ اپنے سوا وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قبیلے کا طاقتور سے طاقتور اور جسیم وحشی بھی اس کا سامنا کرنے سے گھبراتا تھا۔ قبیلے والے اسے سردار کہنے کی بجائے تابوش کہتے تھے جو کہ اس کا اصل نام تھا۔

لاشا کا قبیلہ بہت بڑا قبیلہ تھا۔ یہ قبیلہ چونکہ تاریک دنیا میں رہتا تھا اس لئے ان میں جاہلانہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ان کا رہن سہن، ان کے رسم و رواج اور ان کا طرز زندگی حیوانی تھی۔ ان سب کے دلوں میں بے رحمی، سفاکی اور خونخواری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دوسرے قبیلوں اور جنگلوں کے انسان ان کے ہاتھ آ جاتے تو یہ ان کے ساتھ انتہائی ظالمانہ اور بے رحمانہ سلوک کرتے تھے۔ انہیں طرح طرح کی اذیتیں دے کر نہایت بھیانک موت

سے ہمکنار کرتے تھے اور ان کا خون پینے اور ان کا گوشت کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

قبیلے کے جنات تابوش کے ہر حکم پر سر جھکاتے تھے اور اس کے نقش قدم پر شیطان کے پجاری بنے ہوئے تھے۔ تابوش شیطان کا بہت بڑا پجاری تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اسے شیطان کے دربار تک رسائی حاصل تھی اور جب بھی ضرورت ہوتی تھی وہ شیطان کے دربار میں چلا جاتا تھا۔ لاشا کا قبیلے کے وحشی جنات ہونے کی وجہ سے جنگل کی تاریکی میں بھی دیکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے اور جنگل کی مخصوص جڑی بوٹیوں کے استعمال کی وجہ سے جنگل کے خطرناک درندے اور حشرات الارض ان سے دور دور ہی رہتے تھے۔ ان وحشیوں کا رنگ انتہائی سیاہ تھا۔ اندھیرے میں وہ اندھیرے کا ہی جزو معلوم ہوتے تھے۔ لباس کے طور پر انہوں نے صرف سرخ رنگ کی شلواریں سی پہنی ہوتی تھیں جبکہ باقی جسم پر سفید رنگ کے عجیب و غریب نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ہتھیاروں کی شکل میں موٹے ڈنڈے، تلواریں، نیزے۔ تیر کمان اور کلہاڑیاں تھیں جن کے استعمال میں وہ سب ایک دوسرے سے بڑھ کر ماہر تھے۔

قبیلے والے روشنی اور آگ سے بے حد ڈرتے تھے۔ آگ اور روشنی ان کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتی تھی۔ ان کا تعلق چونکہ تاریک دنیا کے شیطانوں سے تھا اس لئے انہیں روشنی کی دنیا سے

بے حد نفرت تھی۔ اسی لئے وہ تاریکی پسند کرتے تھے اور تاریکی میں ہی رہتے تھے۔ لاشاکا کے جنگل وسط میں ایک بہت بڑی جھیل بھی تھی جو درختوں اور چھوٹی موٹی پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی آگے جا کر ایک بڑے نالے کی شکل اختیار کر لیتی تھی اور پھر یہ نالہ دور سمندر میں جا گرتا تھا۔

وسطی جھیل کے شمال میں سینکڑوں سال ایک پرانے محل کے کھنڈرات تھے۔ محل کا رنگ سیاہ تھا اور اس کے بہت سے حصہ منہدم ہو چکے تھے۔ چند ایک کمرے اور چند دالان سلامت تھے لیکن وہاں بھی ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی تھی۔ لمبی لمبی راہداریوں، کمروں اور تہہ خانوں میں حشرات الارض اور جنگلی جانوروں کا قبضہ تھا۔ اندرونی حصوں میں چمگادڑوں کے مسکن تھے۔ ان کھنڈرات کے اندر اور باہر خودرو جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں، جھاڑیاں اتنی بڑی اور اونچی تھیں کہ کھنڈر کے بیشتر حصے ان جھاڑیوں میں ہی چھپ گئے تھے۔

اس کھنڈر میں ایک تہہ خانہ ایسا تھا جو محل کے آخری کنارے پر تھا۔ تہہ خانے میں جانے کے لئے ایک کمرے سے گھومتی ہوئی سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ سیڑھیوں کی حالت ابتر تھی اور تہہ خانے میں تو جیسے ٹوٹی پھوٹی شاخیں، گرد و غبار، خشک پتے اور جھاڑیاں ہی جھاڑیاں بھری ہوئی تھیں۔ تہہ خانے کے دائیں طرف ایک چھوٹا سا چبوترا تھا۔ اس چبوترے پر ایک پرانا اور انتہائی سالخوردہ تابوت رکھا ہوا تھا۔ تابوت کے اوپر والے حصے پر عجیب اور بھیانک شیطانوں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔

بھیانک اور شیطانی شکلیں تہہ خانے کی دیواروں پر بھی گندھی ہوئی تھیں۔ تہہ خانے کی دیواروں پر بڑے بڑے ہاتھ دکھائی دے رہے تھے جو باہر نکلے ہوئے تھے۔ ان ہاتھوں میں بڑی بڑی مشعلیں تھیں جو بجھی ہوئی تھیں۔ تہہ خانے میں جگہ جگہ سانپ، مکڑیاں اور دوسرے حشرات الارض رینگ رہے تھے اور چھت پر سیاہ چمگادڑیں اُلٹی لٹکی ہوئی تھیں۔ تابوت کے اوپر سیاہ رنگ کی ایک بڑی اور خوفناک کھوپڑی بھی بنی ہوئی تھی جس کی آنکھیں سرخ اور بے حد بھیانک تھیں۔

اچانک سیڑھیوں پر اترتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور چند ہی لمحوں میں لاشاکا قبیلے کا سردار تابوش سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آ گیا۔ سردار تابوش کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک بڑا اور موٹا ڈنڈا تھا جس کے کنارے پر لمبے لمبے کانٹے نکلے ہوئے تھے۔ سیڑھیاں اترتا ہوا سردار تابوش نیچے آیا۔ اس نے جیسے ہی تہہ خانے میں قدم رکھے۔ زمین پر رینگنے والے حشرات الارض کائی کی طرح تیزی سے چھٹتے چلے گئے۔ وہ جیسے سردار تابوش کے لئے راستہ صاف کرتے جا رہے تھے۔ سردار تابوش سیڑھیوں سے نیچے آ کر رکا اور تیز نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور پھر اس نے آہستہ آہستہ اس چبوترے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جس پر سیاہ تابوت رکھا ہوا

تھا۔ چبوترے کے قریب آ کر سردار تابوش ایک بار پھر رک گیا۔ اس کی نظریں تابوت پر تھیں۔

''میں آ گیا ہوں موکات۔ باہر آؤ۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے''...... سردار تابوش نے تابوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے تابوت کا ڈھکنا ہلا اور آہستہ آہستہ اوپر اٹھنا شروع ہو گیا۔ چند ہی لمحوں میں تابوت پورا کھل گیا اور پھر اچانک تابوت سے دو ہاتھ باہر نکل آئے۔ سیاہ رنگ کے سوکھے ہوئے ہاتھ جن کے ساتھ کھال خشک پتوں کی طرح چپکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ ان ہاتھوں کی انگلیاں لمبی تھیں اور ناخن پرندوں کے پنجوں کی طرح نوکیلے اور تیز دکھائی دے رہے تھے۔ دونوں ہاتھوں نے دائیں بائیں تابوت کے کناروں کو پکڑا اور پھر تابوت سے جیسے ایک بھیانک اور سوکھا سڑا انسان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس انسان کے جسم پر کھال چپکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا سر گنجا تھا منہ لمبا اور آنکھیں بڑی بڑی اور پھٹی پھٹی سی دکھائی دے رہی تھیں۔ ناک کی جگہ دو سوراخ تھے۔ اس کے چہرے اور باقی جسم کی ہڈیاں بھی ہاتھوں کی ہڈیوں کی طرح ابھری ہوئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی انسانی ڈھانچے پر زبردستی سیاہ کھال منڈھ دی گئی ہو۔ اس ڈھانچے نما سیاہ انسان کی گردن بے حد پتلی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ سر گھمایا اور بڑی بڑی آنکھوں سے سردار تابوش کی طرف دیکھنے لگا۔

''خالی ہاتھ آئے ہو تابوش''...... اس استخوانی ڈھانچے کے منہ سے غراہٹ بھری آواز نکلی۔

''ہاں۔ ابھی تو خالی ہاتھ آیا ہوں۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں میرے ساتھی یہاں تمہاری بھینٹ لے کر آ جائیں گے خون کی بھینٹ''...... سردار تابوش نے کہا۔

''اچھا ہے۔ میں ان کا انتظار کروں گا''...... استخوانی ڈھانچے نے کہا جسے سردار تابوش نے موکات کہا تھا۔

''میں تمہیں یہ بتانے کے لئے آیا ہوں موکات کہ میرے پاس وہ تینوں بچے پہنچ چکے ہیں جن کے بارے میں تم نے مجھے بتایا تھا''...... سردار تابوش نے کہا۔

''اچھا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ میری طاقت دکوشا بھی پرنس مکاشو سے گملوگی ماگی کا مقدس خنجر لے آیا ہے''...... موکات نے کہا اور تابوش کے چہرے پر مسرت ابھر آئی۔

''اوہ۔ گملوگی ماگی کا خنجر مل گیا ہے۔ بہت خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ اب کالے بت کے قدموں میں ان تینوں بچوں کو ذبح کیا جا سکتا ہے۔ ان بچوں کا خون جیسے ہی کالے بت پر پڑے گا کالا بت جاگ جائے گا جو ہزاروں سالوں سے سویا ہوا ہے اور پھر وہ جاگ کر ہمارے لئے وہ تمام راستے کھول دے گا جہاں سے ہم ان اندھیروں سے نکل کر روشنی میں بھی جا سکتے ہیں''...... تابوش نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ کالا بت جاگے گا تو وہ تم سب کے لئے روشنیوں کے

تمام دروازے کھول دے گا۔ پھر جس طرح تم اس تاریک دنیا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے آتے جاتے ہو اسی طرح تمہیں اور تمہارے قبیلے والوں کے لئے روشنی کی دنیا میں بھی آنا جانا آسان ہو جائے گا''...... موکات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہمارے لئے اگر روشنی کی دنیا میں جانے کے لئے راستے کھول دیئے جائیں تو ہم اور زیادہ مضبوط اور طاقتور ہو جائیں گے اور ہم دنیا کے کسی حصے میں بھی جا کر کسی بھی جن یا انسان کو اپنا شکار کر سکیں گے''...... تابوش نے کہا۔

''ہاں ایسا ہی ہو گا اور دنیا میں تم جا کر جو بھی شکار کرو گے وہ شیطان کا غلام بن جائے گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے''...... موکات نے اسی انداز میں کہا۔

''تو بتاؤ۔ کہاں ہے وہ خنجر۔ میں ابھی جا کر ان تینوں بچوں کو کالے بت کے قدموں میں ذبح کر دیتا ہوں''...... تابوش نے کہا۔

''وہ بچے کہاں ہے''...... موکات نے اسے جواب دینے کی بجائے الٹا اس سے پوچھا۔

''وہ قبیلے کی عورتوں کے پاس ہیں۔ کالے بت پر ان کی بھینٹ دینے تک ان عورتوں کو بچوں کی دیکھ بھال پر مامور کر دیا ہے''...... تابوش نے کہا۔

''ان بچوں کی بھینٹ کالے بت کے قدموں پر تب ہی چڑھائی جائے گی جب وہ بچے چالیس دنوں کے ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے نہیں''...... موکات نے کہا۔

''چالیس دن۔ اوہ۔ لیکن یہ بات تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی تھی''...... تابوش نے کہا۔

''ساری باتیں میں تمہیں ایک وقت میں نہیں بتا سکتا تھا۔ میں تمہیں صرف وہی باتیں بتانے کا پابند ہوں جس کی مجھے مہا شیطان اجازت دیتا ہے''...... موکات نے کہا۔

''اوہ۔ تو کیا تمہیں مہا شیطان نے مجھے بتانے سے منع کیا تھا''...... تابوش نے چونک کر کہا۔

''ہاں''...... موکات نے کہا۔

''لیکن کیوں۔ اس کی کوئی وجہ تو ہو گی''...... تابوش نے پوچھا۔

''اس کی وجہ تمہیں آقا ہی بتا سکتا ہے''...... موکات نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں خود ہی بڑے دربار میں جا کر بڑے آقا سے بات کر لوں گا''...... تابوش نے کہا۔

''ان بچوں کی عمر ابھی تین روز کی ہے۔ جس دن ان کی عمریں چالیس دنوں کی ہوں گی اس وقت انہیں کالے بت کی بھینٹ چڑھایا جائے گا۔ تب تک تمہیں ان بچوں کی دیکھ بھال کرنی ہے۔ ان کی غذا اور ان کی صاف ستھرائی کا تمہیں ہی بندوبست کرنا ہو گا تابوش۔ یاد رہے کہ چالیس دن پورے ہونے تک بچوں کو کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ نہ وہ بیمار ہوں اور نہ ہی ان پر کوئی معمولی سے معمولی زخم آئے۔ انہیں صرف اور صرف بکریوں کا ہی دودھ پلایا جائے

گا۔ تم جانتے ہو کہ کالا بت بیمار۔ لاغر اور زخمی بچوں کی بھینٹ قبول نہیں کرتا''...... موکات نے کہا۔

''ہاں میں جانتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو موکات۔ میں ان بچوں کا پورا خیال رکھوں گا اور انہیں بکریوں کے دودھ کے سوا کچھ نہیں دیا جائے گا''...... تابوش نے فوراً کہا۔

''تمہیں اس بات کا بھی خیال رکھنا ہے تابوش کہ تینوں بچے یہاں حفاظت سے رہیں۔ روشنی کی دنیا کے انسان ان بچوں کو یہاں سے واپس لے جانے کے لئے آ سکتے ہیں۔ انہیں کسی بھی حال میں ان بچوں تک نہیں پہنچنا چاہئے''...... موکات نے کہا۔

''تم فکر مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ ان بچوں کو واپس لے جانے کے لئے یہاں کون آ سکتا ہے۔ میں نے ان کے روکنے اور ان کے خاتمے کا انتظام کر لیا ہے۔ اس سلسلے میں میری دو طاقتیں کام کر رہی ہیں۔ ایک طاقت زابیلا ہے اور دوسری اس کی بہن ہابیلا۔ وہ دونوں وہی کر رہی ہیں جو میں چاہتا ہوں''...... تابوش نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ دونوں طاقتیں شاندار ہیں۔ وہ اپنا کام کرنا بخوبی جانتی ہیں۔ ان دونوں نے اگر اپنے کام صحیح طریقے سے کئے تو ہماری تاریک دنیا میں روشنی کی دنیا کا کوئی نمائندہ نہیں آ سکے گا۔ بچے محفوظ رہیں گے اور آنے والے وقت میں وہ ہمارے لئے نجات دہندگی کا باعث بنیں گے''...... موکات نے کہا۔

''ہاں۔ وہ ہماری نجات دہندگی کا باعث ضرور بنیں گے''...... تابوش نے پر یقین انداز میں کہا۔

''تمہارے ساتھی کہاں رہ گئے جو میرے لئے خون کی بھینٹ لانے والے تھے''...... موکات نے سیڑھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی بے تابی سے کہا۔

''وہ آئیں گے۔ جلد آئیں گے۔ بے فکر رہو۔ تمہیں خون کی بھینٹ ضرور ملے گی''...... تابوش نے کہا۔

''تمہارے منہ سے خون کا سن کر میری پیاس بڑھتی جا رہی ہے''...... موکات نے حرص بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہیں انسانوں کا یا پھر اس جنگل کے سیاہ بن مانسوں کا خون پسند ہے موکات اور تم ایسے انسانوں اور بن مانسوں کا خون پسند کرتے ہو جو تندرست اور توانا ہوں اور انہیں نہ کوئی بیماری ہو اور نہ ان کے جسم پر کوئی زخم ہو۔ اس لئے مجھے خاص طور پر تمہارے لئے ایک بن مانس کو ہلاک کرنا پڑتا ہے جو طاقتور اور جسیم ہو اور ایسے بن مانس کی تلاش میں مجھے دور بھی جانا پڑتا ہے۔ بہرحال مجھے راستے میں ایک بن مانس مل گیا تھا۔ میں نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ میرے ساتھی اس کا خون جمع کر رہے ہیں۔ جیسے ہی وہ سارا خون اکٹھا کر لیں گے یہاں پہنچ جائیں گے''...... تابوش نے کہا۔

''صرف ایک بن مانس کا خون۔ تم نے تو چند روز پہلے یہاں سے جاتے ہوئے کہا تھا کہ اگلی بار تم مجھے کم از کم تین بن مانسوں کا

خون پلاؤ گے''...... موکات نے مایوسی سے کہا۔

''آج ایک بن مانس کے خون سے گزارا کر لو۔ اگلی بار تمہیں تین بن مانسوں یا انسانوں کا خون مل جائے گا''...... تابوش نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔تم میرے آقا ہو اس لئے میں تمہاری بات ماننے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں''...... موکات نے کہا۔ اس کے لہجے میں بدستور مایوسی کا عنصر تھا جیسے تین بن مانسوں کا خون نہ ملنے کا اسے شدید افسوس ہو رہا ہو۔

''میرے لئے کوئی اور ہدایات ہیں تمہارے پاس''...... تابوش نے پوچھا۔

''نہیں۔ ابھی نہیں۔ جب ہوں گی تو میں تمہیں پیغام بھجوا دوں گا''...... موکات نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔تم آرام کرو''...... تابوش نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''آرام تو اب میں خون پینے کے بعد ہی کروں گا۔ ایک بن مانس کا خون۔ ہونہہ۔ اس خون سے تو میرے منہ کا ذائقہ بھی نہیں بدلے گا''...... موکات نے منہ بنا کر کہا۔

''چلو اس بار خون کی بھینٹ کو ذائقہ کے طور پر ہی چکھ لو۔ اگلی بار میں تمہیں ڈھیر سارا خون پلا بھی دوں گا اور تمہیں خون میں نہلا بھی دوں گا''...... تابوش نے بھیانک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا

اور موکات کی بڑی بڑی آنکھیں مسرت سے اور زیادہ پھیل گئیں۔

اسی لمحے سیڑھیوں پر قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔

''لو۔ میرے ساتھی تمہارے لئے خون لے کر آ گئے ہیں''...... تابوش نے کہا اور موکات حرص بھری نظروں سے سیڑھیوں کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا۔

جیسے ہی زابیلا، کرنل فریدی کے کمرے سے باہر آئی کیپٹن حمید فوراً اس کے سامنے آ گیا۔ زابیلا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''میرے راستے میں کیوں آئے ہو''...... زابیلا نے کیپٹن حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تمہارا انٹرویو لینے''...... کیپٹن حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کیسا انٹرویو''...... زابیلا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم نے مجھے دھوکہ کیوں دیا تھا''...... کیپٹن حمید نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''پھر وہی بات۔ تم ایک بات کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ میں نے کہا ہے نا کہ میں تم سے پہلے نہیں ملی تھی پھر کیسا دھوکہ اور کہاں کا دھوکہ''...... زابیلا نے کہا۔

''دیکھو لڑکی۔ میرے سامنے زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت

کرو۔ ورنہ......'' کیپٹن حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ورنہ۔ ورنہ کیا''...... زابیلا نے اسے آنکھیں دکھا اور غرا کر کہا۔

''ہونہہ۔ تو بتاؤ۔ تم یہاں کس لئے آئی تھی''...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

''پہلے بھی بتایا تھا اب پھر بتا رہی ہو۔ میں یہاں کرنل فریدی سے ملنے کے لئے آئی تھی''...... زابیلا نے جواب دیا۔

''وہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ لیکن تمہیں کرنل فریدی سے کیا کام تھا''...... کیپٹن حمید نے سر جھٹک کر کہا۔

''یہ جا کر تم خود کرنل فریدی سے پوچھ لو''...... زابیلا نے کہا۔

''تو تم کچھ نہیں بتاؤ گی''...... کیپٹن حمید نے غراتے ہوئے کہا۔

''نہیں''...... زابیلا نے کہا اور کیپٹن حمید اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔

''ٹھیک ہے۔ جاؤ۔ میں کرنل صاحب سے پوچھ لیتا ہوں۔ لیکن یاد رکھنا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ میں اس وقت تک چین نہیں لوں گا جب تک کہ تم سے اپنی پوری رقم وصول نہ کر لوں''...... کیپٹن حمید نے کہا اور زابیلا کے ہونٹوں پر پراسرار سی مسکراہٹ آ گئی۔ کیپٹن حمید، کرنل فریدی کے کمرے کی طرف بڑھا۔

''سنو''...... اچانک زابیلا نے کہا اور کیپٹن حمید رک کر اس کی

طرف دیکھنے لگا۔

''اب کیا ہے''...... کیپٹن حمید نے بے حد کڑوے لہجے میں کہا۔

''تمہیں جس نے دھوکہ دیا ہے وہ میں نہیں میری بہن ہابیلا ہے''...... اس نے کہا اور کیپٹن حمید چونک پڑا۔

''ہابیلا''...... اس کے منہ سے نکلا۔

''ہاں۔ وہ میری جڑواں بہن ہے''...... زابیلا نے کہا اور کیپٹن حمید کے چہرے پر حیرت لہرانے لگی۔

''زیادہ حیران مت ہو۔ بہت جلد میں اور ہابیلا تمہارے سامنے ہوں گی''...... زابیلا نے کہا۔

''کیا مطلب''...... کیپٹن حمید نے اسی طرح حیرانی سے کہا۔

''کرنل فریدی کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں سب بتا دے گا اور ہاں میرا نام کلاشی نہیں ہے۔ میں زابیلا ہوں''...... اس نے کہا اور کیپٹن حمید نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''زابیلا۔ ہابیلا۔ کچھ اور بھی بتاؤ گی مجھے اپنے اور اپنی بہن کے بارے میں''...... کیپٹن حمید نے غصہ دباتے ہوئے کہا۔

''ابھی نہیں۔ وقت آئے گا تو تم خود ہی جان جاؤ گے کہ ہم کون ہیں۔ تمہاری تسلی کے لئے میں تمہیں اتنا بتا دیتی ہوں کہ ہابیلا نے میرے کہنے پر ہی تم سے ملاقات کی تھی البتہ اس نے تمہارے ساتھ ایک مذاق کیا تھا جسے تم دھوکے کا نام دے رہے ہو۔ ہابیلا واپس چلی گئی تھی اور میں تمہارے پیچھے یہاں تک آ گئی تھی تاکہ

کرنل فریدی سے مل سکوں''...... زابیلا نے کہا۔

''کیا مطلب۔ میں کچھ سمجھا نہیں''...... کیپٹن حمید نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ اسے واقعی اس کی کوئی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

''جلد سمجھ جاؤ گے''...... زابیلا نے مسکرا کر کہا اور پھر اس نے مڑتے ہوئے کیپٹن حمید کو ٹاٹا کیا اور وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ کیپٹن حمید نے اسے روکنا اور اس کے پیچھے لپکنا چاہا لیکن اچانک اسے جیسے کسی انجان سی طاقت نے آگے بڑھنے سے روک دیا اور اس کا منہ بند ہو گیا اور وہ زابیلا کو بے بسی سے دروازے کی طرف جاتے دیکھتا رہا جب تک وہ دروازے سے نکل کر باہر نہ چلی گئی۔ کیپٹن حمید کو عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ ریسٹورنٹ میں اسے جس لڑکی نے اپنا نام کلاشی بتایا تھا۔ رخصتی کے وقت اس نے بھی کیپٹن حمید کو اسی طرح ٹاٹا کیا تھا۔ کیپٹن حمید نے اٹھ کر اس کے پیچھے جانا چاہا تھا لیکن پھر اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کوئی ان دیکھی طاقت اسے کلاشی کے پیچھے جانے سے روک رہی ہو اور یہاں جب یہ لڑکی آئی تھی اور کرنل فریدی کے آفس میں گئی تھی تب بھی کیپٹن حمید کو ایسا ہی لگا تھا جیسے اس کے ارد گرد کوئی ہے جو اسے لڑکی کے پیچھے کرنل فریدی کے آفس میں جانے سے روک رہا ہے۔

کیپٹن حمید یہ سب اپنا وہم سمجھ رہا تھا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے کرنل فریدی کے کمرے کا دروازہ بند ہو گیا۔ تب بھی کیپٹن حمید میں اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ اٹھ کر دروازے کے

پاس جا سکے۔ لڑکی نجانے کون تھی اور جس طرح وہ کرنل فریدی سے ملنے اس کے خفیہ ہیڈکوارٹر میں آئی تھی ان کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتی تھی لیکن اس کے باوجود کیپٹن حمید کے تمام احساسات جیسے منجمد ہو گئے تھے۔ کلاشی جس نے اب اسے اپنا نام زابیلا بتایا تھا وہاں سے جا چکی تھی لیکن اب بھی کیپٹن حمید کی نظریں دروازے پر ہی گڑی ہوئی تھیں۔ پھر اچانک اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا اور اس کے جسم میں جان سی آ گئی۔ اس نے زور سے سر جھٹکا اور مڑ کر تیز تیز چلتا ہوا کرنل فریدی کے آفس میں داخل ہو گیا۔ میز کے پیچھے کرنل فریدی کرسی پر بیٹھا سامنے پڑی ہوئی خالی کرسی کو گھور رہا تھا۔

"کیا معاملہ ہے۔ کون تھی وہ اور یہاں کس لئے آئی تھی"...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر نہایت بے چین لہجے میں پوچھا۔ اس کی آواز سن کر کرنل فریدی یوں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہ اس کے اندر آنے سے قطعی بے خبر تھا۔

"کون۔ کس کی بات کر رہے ہو"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"کلاشی"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"کون کلاشی"...... کرنل فریدی نے کہا اور کیپٹن حمید کے چہرے پر حیرت لہرانے لگی۔ وہ حیرت بھری نظروں سے کرنل فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے وہ یہ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو کہ کرنل فریدی سنجیدہ ہے یا اس سے مذاق کر رہا ہے۔

"میں اس لڑکی کی بات کر رہا ہوں جس نے مجھے اپنا دوسرا نام زابیلا بتایا ہے"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"زابیلا۔ اوہ ہاں۔ جب تم اس کا نام جانتے ہو تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"میں اس کا نام نہیں پوچھ رہا۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ وہ یہاں کیوں آئی تھی۔ ایسی کیا ضروری بات تھی کہ آپ نے اس کے لئے کمرے کا دروازہ ہی بند کر دیا تھا"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"یہ تم مجھ سے سوال کر رہے ہو یا مجھ سے جواب مانگ رہے ہو"...... کرنل فریدی نے اسے گھور کر کہا۔

"صرف پوچھ رہا ہوں جناب"...... کیپٹن حمید نے فوراً کہا۔

"وہ ایک انفارمیشن لائی تھی"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"کیسی انفارمیشن"...... کیپٹن حمید نے پوچھا۔

"ہمیں افریقہ جانا ہے۔ افریقہ کے شمالی گھنے اور تاریک جنگلوں میں"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"افریقہ کے گھنے اور تاریک جنگلوں میں۔ کیا مطلب۔ وہاں جا کر ہم کیا کریں گے۔ کیا ہے ان جنگلوں میں"...... کیپٹن حمید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"خزانہ"...... کرنل فریدی نے کہا۔ کیپٹن حمید پہلے تو حیرانی سے اس کی شکل دیکھتا رہا اور پھر بے اختیار ہنس دیا۔

"خزانے کے لئے اور آپ افریقہ کے تاریک جنگلوں میں

جائیں گے''...... کیپٹن حمید نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں کیوں۔ اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''ہنسنے والی بات نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ آپ کو کب سے خزانوں میں دلچسپی پیدا ہوگئی''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''کیوں۔ میں انسان نہیں ہوں۔ میری ضرورتیں نہیں ہیں کیا''...... کرنل فریدی نے منہ بنا کر کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ کس ٹائپ کا خزانہ ہے۔ ہیرے موتی ہیں۔ سونا ہے یا نوٹوں کے بھرے ہوئے تھیلے ہیں''...... کیپٹن حمید نے مزاح بھرے انداز میں کہا۔

''وہاں ہمیں ایک بریف کیس تلاش کرنا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''بریف کیس۔ کیا مطلب۔ آپ ایک بریف کیس کے لئے افریقہ جائیں گے۔ کیا ہے اس بریف کیس میں اور وہ کس کا بریف کیس ہے''...... کیپٹن حمید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جو بھی ہے تم ان باتوں کو چھوڑو۔ ہمیں ان لوگوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے افریقہ کے جنگلوں میں پہنچنا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا اور کیپٹن حمید ایک بار پھر چونک پڑا۔

''کن لوگوں کی بات کر رہے ہیں آپ''...... کیپٹن حمید نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''عمران اور اس کے ساتھی''...... کرنل فریدی نے جواب دیا اور کیپٹن حمید بری طرح سے اچھل پڑا۔

''عمران اور اس کے ساتھی''...... کیپٹن حمید کے منہ سے نکلا۔

''ہاں۔ عمران اور اس کی ٹیم بھی اس بریف کیس کے حصول کے لئے افریقہ جا رہی ہے۔ ہمیں ہر حال میں انہیں روکنا ہے اور ان سے پہلے اس بریف کیس کو حاصل کرنا ہے''۔ کرنل فریدی نے سنجیدگی سے کہا تو کیپٹن حمید حیرت سے اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔

''روکنے سے آپ کی کیا مراد ہے''...... کیپٹن حمید نے سرسراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''روکنے سے مراد روکنا ہی ہوتا ہے۔ بریف کیس صرف ہم حاصل کریں گے۔ صرف ہم''...... کرنل فریدی نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

''اور عمران اور اس کے ساتھی آڑے آئے تو''...... کیپٹن حمید نے اسی انداز میں پوچھا۔

''تو ہم انہیں آڑے ہاتھوں لیں گے۔ یہ سمجھ لو کہ بریف کیس ہمارے لئے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اسے ہر قیمت پر اور ہر حال میں ہم نے ہی حاصل کرنا ہے۔ اس بریف کیس تک پہنچنے کے لئے ہمیں عمران اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی گرانی پڑیں گی تو ہم ایسا ہی کریں گے''...... کرنل فریدی نے ٹھوس لہجے میں کہا اور کیپٹن حمید کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"کیا آپ سنجیدہ ہیں"...... اس نے پوچھا۔

"کیوں۔ کیا تمہیں میرے چہرے پر حماقت دکھائی دے رہی ہیں"...... کرنل فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں۔ میرا مطلب ہے آپ عمران اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کیسے کام کر سکتے ہیں۔ آپ تو"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"میں تو کیا۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو کہ عمران سے میرے بہت اچھے مراسم ہیں۔ یاد رکھو برخوردار۔ مراسم اپنی جگہ ہوتے ہیں اور کام اپنی جگہ۔ ملک اور قوم کے مفاد کے لئے غیر ضروری رشتے تو کیا خون کے رشتے بھی قربان کرنے پڑتے ہیں"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"اوہ۔ تو یہ ملک اور قوم کا معاملہ ہے"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"آپ شاید کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں"...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں جتنا بتانا تھا وہ میں بتا چکا ہوں۔ ہمارے پاس دو روز ہیں۔ تیسرے روز ہم نے یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ ان دو دنوں میں جو ضروری تیاری کرنی ہے وہ کر لو۔ باقی ٹیم کو میں خود بریف کر لوں گا اور یہ مشن چونکہ پرائیویٹ ہے اس لئے میں حکومت سے اپنی اور ان سب کی رخصت لے لوں گا جو ہمارے ساتھ جائیں گے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"ہم ملک و قوم کے مفاد کے لئے جا رہے ہیں۔ پھر یہ مشن پرائیویٹ کیسے ہوا"...... کیپٹن حمید نے حیرانی سے پوچھا۔

"اس مشن کو پورا کرنے کے لئے ہمیں حکومتی ہدایات نہیں ملی ہیں۔ میرے علم میں ایک ایسا معاملہ آیا ہے جسے میں از خود حل کرنا چاہتا ہوں اس لئے اس مشن میں نہ میں سرکاری پیسہ خرچ کراؤں گا اور نہ سرکاری مشینری۔ ہر کام اپنے صوابدید پر کرنا ہے۔ افریقہ میں قاسم کے والد سیٹھ عاصم کی کئی ہیروں اور سونے کی کانیں ہیں اس سلسلے میں قاسم ہماری معاونت کر سکتا ہے اس لئے ہم اسے ساتھ لے جائیں گے۔ وہ ہمیں اپنے اختیارات سے ضرورت کا ہر سامان بھی مہیا کرا سکتا ہے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"کیا یہ سب کچھ آپ زابیلا کے کہنے پر کر رہے ہیں"...... کیپٹن حمید نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھی اور نہیں بھی"...... کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا"...... کیپٹن حمید نے حیران ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ زابیلا میرے پاس بریف کیس کی انفارمیشن لائی تھی اور میں نے اس بات کی تصدیق کر لی ہے کہ اس کی بات درست ہے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"کون سی بات درست ہے اس کی۔ مجھے بھی بتائیں"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''وقت آنے پر تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے گا۔ فی الحال تم وہ کرو جو میں تم سے کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں''...... کرنل فریدی نے ایک بار پھر خشک لہجہ اپناتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید خاموش ہو گیا۔

''ٹھیک ہے۔ جیسا آپ کہیں۔ میں قاسم سے بات کر لیتا ہوں''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''او کے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''جنگل مشن میں اور کس کس کو ساتھ لے جانا ہے۔ مجھے ان کے نام بتا دیں تاکہ میں ان سب کا حساب رکھ کر تیاریاں کر سکوں''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''ہمیں افریقہ کے گھنے اور پراسرار جنگلوں میں جانا ہے۔ وہاں ہر طرف موت ہے۔ جنگلی درندوں سے بھی ہمارا واسطہ پڑ سکتا ہے اس لئے ہمیں اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ افراد لے جانے ہوں گے۔ وہاں ہمارا مقابلہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے بھی ہونے کا امکان ہے۔ ٹیم کے ساتھ ساتھ میں جگدیش اور زیرو فورس کے افراد بھی لے جانا چاہتا ہوں''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''کتنے افراد کی لسٹ بناؤں''...... کیپٹن حمید نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''بیس پچیس افراد کے نام لکھ لو''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''او کے۔ میں لسٹ بنا کر ان سب کو انفارم کر دیتا ہوں''...... کیپٹن حمید نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''جنگل کے بارے میں طارق صاحب زیادہ جانتے ہیں۔ وہ شکاری ہیں اور انہوں نے دنیا بھر کے جنگل دیکھ رکھے ہیں اس لئے ان کا ہمارے ساتھ ہونا بے حد ضروری ہے''...... کرنل فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''طارق صاحب کے بارے میں تو آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ وہ کہاں مل سکتے ہیں''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ انہیں میں خود ٹریس کر لوں گا''...... کرنل فریدی نے کہا اور کیپٹن حمید نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو کیا میں جاؤں''...... کیپٹن حمید نے اس کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرے سر پر بیٹھنے کا شوق ہے تو بیٹھے رہو''...... کرنل فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور کیپٹن حمید ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اور سنو''...... اس سے پہلے کہ کیپٹن حمید باہر جاتا کرنل فریدی نے اس سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ رک گیا اور پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''جی فرمائیں''...... اس نے جیسے بادل نخواستہ لہجے میں کہا۔ کرنل فریدی کے پُراسرار اور خشک انداز سے اس کا منہ بن گیا تھا۔

''تمہیں اپنا بدلہ لینے کے لئے ہابیلا کے پیچھے ہوٹل ڈیلکس

جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے تمہارا جو نقصان کیا ہے وہ اس کا ایک مذاق تھا۔ جتنی بھی رقم ہے وہ تم مجھ سے لے لینا''...... کرنل فریدی نے کہا اور کیپٹن حمید نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے جیسے اگر کرنل فریدی اسے نہ روکتا تو وہ واقعی ہوٹل ڈیلکس جا کر کلاشی یا ہاپیلا کی گردن دبوچ لیتا اور اس سے اپنی ساری رقم وصول کر کے ہی اسے چھوڑتا۔

''اسے میں آپ کی ہمدردی سمجھوں یا حکم''...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

''دونوں ہی سمجھ لو تو تمہاری صحت کے لئے اچھا ہو گا''...... کرنل فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور کیپٹن حمید نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ چند لمحے کرنل فریدی کی طرف دیکھتا رہا اور پھر وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کرنل فریدی کے آفس سے باہر نکلتا چلا گیا۔

جوزف لان میں نہایت بے چینی کے عالم میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سوچ و تفکرات کے سائے لہرا رہے تھے۔ سوچ و تفکرات کے ساتھ اس کی آنکھوں میں غصہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ ٹہلتے ہوئے وہ بار بار مٹھیاں بھینچ رہا تھا جیسے خیالوں ہی خیالوں میں وہ کسی کی گردن دبوچ رہا ہو۔

''باس۔ کہاں ہو تم باس۔ جلدی آؤ''...... اس نے گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے بے چین انداز میں کہا۔ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے گیٹ کے باہر کار رکنے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی مخصوص انداز میں ہارن بجا اور جوزف کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ وہ تیزی سے گیٹ کی طرف لپکا۔ ہارن کی آواز عمران کی سپورٹس کار کی تھی اس لئے جوزف نے گیٹ کے قریب جاتے ہی گیٹ کھول دیا۔ گیٹ کھلتے ہی عمران کار اندر لے آیا۔ اس نے

کار پورچ میں روکی اور کار کا انجن بند کر کے باہر آ گیا۔ جوزف نے گیٹ بند کیا اور مڑ کر تیز تیز چلتا ہوا عمران کی طرف بڑھا۔

''اچھا ہوا باس کہ تم آ گئے ہو۔ میں بے حد پریشان تھا''...... جوزف نے اس کے قریب آ کر کہا۔

''تھا نہیں۔ کہو پریشان ہوں۔ تمہارے چہرے پر اب بھی پورے بارہ بجے ہوئے ہیں''...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ میں واقعی بے حد پریشان ہوں''...... جوزف نے کہا۔

''اور یہ تمہاری حالت کیوں بگڑی ہوئی ہے۔ جوانا تو یہاں ہے نہیں پھر کس سے ہاتھا پائی کی ہے تم نے''...... عمران نے اس کے لباس پر گرد اور چہرے پر زخموں کے چھوٹے موٹے نشان دیکھتے ہوئے کہا جو اسے سلیمان سے لڑتے ہوئے لگے تھے۔

''یہ سب آپ کے چہیتے باورچی کا کیا دھرا ہے''...... جوزف نے منہ بنا کر کہا۔

''سلیمان۔ کیا مطلب۔ سلیمان یہاں کیسے آ گیا۔ اور اوہ۔ اوہ۔ ایک منٹ۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہاری سلیمان سے ہاتھا پائی ہوئی ہے''...... عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یس باس۔ مجھے مجبوراً سلیمان کا لحاظ کرنا پڑا تھا ورنہ آج اسے مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا''...... جوزف نے کہا۔ عمران اب بھی

حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اسے جوزف کی باتوں کا مطلب سمجھ میں نہ آ رہا ہوں۔

''لیکن سلیمان تو فلیٹ میں تھا اور اس کے پاس ایک بچہ''...... عمران نے کہا اور پھر اچانک وہ بری طرح سے اچھل پڑا۔

''بچے کا خیال آتے ہی اس کے ذہن میں یہ احساس اجاگر ہوا کہ اس کے پاس موجود بچہ کہیں ثریا کا تو نہیں تھا۔

''کیا ہوا''...... جوزف نے اسے اس طرح چونکتے دیکھا تو پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ کہاں ہے سلیمان''...... عمران نے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

''وہ بے ہوش ہے۔ میں نے اسے کمرے میں بیڈ پر لٹا دیا ہے۔ وہ ایک ٹیکسی میں آیا تھا۔ ٹیکسی کا کرایہ میں نے ادا کیا تھا تاکہ وہ یہاں سے جا سکے''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ اور بچہ۔ اس کے پاس ایک بچہ بھی تو تھا''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

''نو باس۔ وہ یہاں کسی بچے کو ساتھ نہیں لایا تھا۔ اس کے ساتھ صرف دکوشا تھا''...... جوزف نے کہا۔

''دکوشا۔ کون دکوشا''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور جوزف نے اسے سلیمان کے یہاں آنے اور اس کے سر پر سوار دکوشا کے بارے میں تفصیل بتانی شروع کر دی۔ عمران حیرت سے

اس کی باتیں سن رہا تھا اور وہ جوزف کی طرف ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ گوشت کا اتنا بڑا پہاڑ سلیمان جیسے انسان سے اس قدر مار کھا سکتا ہے۔

''میری مجبوری تھی باس۔ سلیمان کی سلامتی کے لئے میں دکوشا سے صرف اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔ میں نے اس پر بھرپور حملہ نہیں کیا تھا اگر میں ایسا کرتا تو دکوشا تو فنا ہو جاتا لیکن اس کے ساتھ سلیمان بھی مارا جاتا''...... جوزف نے عمران کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''پھر بھی۔ تم سلیمان جیسے خانساماں سے مار کھا گئے ہو۔ اس لئے میں حیرت سے اپنی جتنی بھی آنکھیں پھاڑوں کم ہے''۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''یہ تو کچھ بھی نہیں ہے باس۔ جو کچھ ہوا ہے اور آگے چل کر جو کچھ ہونے والا ہے اس کے بارے میں سن کر آپ کے واقعی ہوش اُڑ جائیں گے''...... جوزف نے کہا۔

''تم نے فون پر ثریا کے بچے کی بھی بات کی تھی''...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''لیس باس۔ آپ کی بہن کا بیٹا لاشاکا جنگل میں ہے''۔ جوزف نے کہا۔

''لاشاکا جنگل''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''لیس باس۔ لاشاکا جنگل افریقہ کے انتہائی شمال میں ہے۔ ثریا

کے دو دن کے بچے اور اسی جیسے دو اور بچوں کو ماورائی طاقتیں دھواں بنا کر لاشاکا جنگل میں لے گئی ہیں تاکہ ان کی بھینٹ دے کر شیطان کے کالے بت کو جگایا جا سکے۔ آپ نے اپنی بہن کے ہاتھوں پر دھویں کے سیاہ نشان ضرور دیکھے ہوں گے۔ بچہ آپ کی بہن کے ہاتھوں سے دھواں بن کر غائب ہوا تھا اس لئے دھویں کے نشان آپ کی بہن کے ہاتھوں پر آ گئے تھے''...... جوزف نے کہا اور عمران کا بری طرح سے اچھل پڑا۔

''بھینٹ۔ کیسی بھینٹ''...... عمران کے منہ سے گھبراہٹ زدہ آواز نکلی۔

''لیس باس۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ لاشاکا جنگل کے قبیلے کا سردار تابوش اور اس کی بڑی طاقت موکات ان بچوں کو ذبح کر کے ہزاروں سالوں سے سوئے ہوئے کالے بت کو جگانا چاہتے ہیں۔ ان تینوں بچوں کی زندگیاں خطرے میں ہیں باس۔ شدید خطرے میں، اور باس اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو غضب ہو جائے گا۔ سردار تابوش، اس کا قبیلہ اور موکات شیطان کے پیروکار ہیں۔ وہ تاریک دنیا کے باسی ہیں۔ شیطان نے ان پر پابندیاں لگا رکھی ہیں کہ وہ کسی بھی حالت میں ان تاریک جنگلوں سے نکل کر روشنی میں نہیں جا سکتے۔ لاشاکا جنگل جسے تاریک دنیا کا جنگل کہا جاتا ہے وہاں روشنی کی ایک کرن تک نہیں پہنچتی اور اگر وہاں روشنی ہو جائے تو اس سے سردار تابوش اور اس کے قبیلے والے موت کا

شکار ہو جاتے ہیں۔ روشنی کی معمولی سی کرن بھی انہیں جلا کر راکھ کر سکتی ہے اسی لئے تابوش اور اس کے قبیلے والے جنگل کے تاریک حصوں سے باہر نہیں نکلتے۔ تاریک دنیا کے تاریک جنگل پر تابوش کی حکمرانی ہے وہ شیطان کا پجاری ہے۔ شیطان نے اسے بے شمار شیطانی طاقتیں دے رکھی ہیں۔ ان شیطانی طاقتوں کے بل بوتے پر وہ تاریک دنیا پر حکمرانی کر رہا ہے۔ تاریک دنیا کے باسی اس کے محکوم ہیں۔ یہاں تک کہ تاریک دنیا کے تاریک جنگل کے جانور، پرندے اور حشرات الارض تک اس کے تابع ہیں۔

تاریک دنیا کے باسی تابوش سے بے حد ڈرتے ہیں۔ تابوش اپنی ماورائی طاقتوں کے ذریعے کئی بار اس جنگل سے نکلنے کی کوشش کر چکا ہے لیکن روشنی اس کے لئے خوفناک عذاب بن جاتی ہے اس لئے وہ روشنی کے ڈر سے فوراً تاریکی میں بھاگ جاتا ہے۔ تابوش تاریک دنیا کے ساتھ ساتھ روشن دنیا پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے مقصد میں تبھی کامیاب ہو سکتا ہے جب اسے تاریکی سے نجات مل جائے اور روشنی اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ تابوش کا شیطان سے براہ راست رابطہ ہے۔ اپنے عزائم پورے کرنے کے لئے اس نے شیطان کی بہت منتیں کی تھیں۔ پہلے تو اس کی بات نہیں مانی گئی لیکن جب تابوش کا عزم دیکھا گیا تو اس سے کہا گیا کہ وہ جنگل میں جس کالے بت کی پوجا کرتا ہے اس بت کے قدموں میں تین ایسے بچوں کی بھینٹ دے جو ایک ہی دن، ایک

ہی وقت اور ایک ہی ساعت میں پیدا ہوئے ہوں۔ وہ بچے دنیا کے کسی بھی حصے میں ہی کیوں نہ پیدا ہوئے ہوں لیکن ان تینوں کی ایک نشانی مشترک ہونی چاہئے۔ شیطان کے کہنے کے مطابق ان تینوں بچوں کے دائیں پیروں کے تلووں پر سرخ رنگ کا تل ہونا ضروری ہے۔ تابوش سے کہا گیا کہ وہ جیسے ہی ان تینوں معصوم بچوں کو اس کے بت کے پیروں میں گملوگی ماگی خنجر سے ذبح کرے گا سیاہ بت جاگ جائے گا اور وہ بت اسے تاریکی سے باہر جانے کے راستے بتا دے گا۔ ان راستوں پر موجود روشنی نہ اسے کوئی نقصان پہنچائے گی اور نہ اس کے قبیلے کا کوئی وحشی جل کر راکھ ہو گا۔ جب انہیں روشنی میں جانے کے راستے مل جائیں گے تو وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں جا کر روشنی کے نمائندوں کو ختم کر سکتے ہیں۔ ان میں اتنی طاقت ہو گی کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور وہ رفتہ رفتہ روشنی کی دنیا کے نمائندوں کا نام و نشان مٹا دیں گے اور پھر ان کا ساری دنیا پر قبضہ ہو جائے گا''...... جوزف رکے بغیر بولتا چلا گیا۔ عمران خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے بادل تیر رہے تھے۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ ثریا کے بچے کے دائیں پیر کے نیچے سرخ تل ہے''...... جوزف کے خاموش ہونے پر عمران نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''اور۔ دوسرے دو بچے کون ہیں۔ ان کا تعلق کہاں سے اور کس خاندان سے ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''ان میں سے ایک بچہ تابات سے غائب کیا گیا ہے جبکہ دوسرے بچے کا تعلق کافرستان سے ہے''...... جوزف نے کہا۔

''مطلب یہ کہ ان دونوں بچوں کا تعلق غیر مسلموں سے ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ شیطان نے تابوش کو تین الگ الگ مذاہب کے بچوں کا ہی بتایا تھا''...... جوزف نے جواب دیا۔

''اور وہ تینوں بچے ایک ہی وقت میں ایک ہی ساعت میں پیدا ہوئے تھے اور ان تینوں کے پیروں کے نیچے سرخ تل ہیں''...... عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''میری سمجھ میں تمہاری ایک بات نہیں آ رہی''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''کون سی بات باس''...... جوزف نے چونک کر پوچھا۔

''تم بتا رہے ہو کہ تابوش اور موکات کا تعلق تاریک دنیا یعنی بلیک ورلڈ سے ہے اور اس دنیا کے باسی روشنی میں نہیں آ سکتے یہاں ثریا کا بیٹا دھواں بن کر غائب ہوا ہے۔ تمہاری باتیں اگر درست ہیں تو تاریک دنیا کا باسی اس بچے کو یہاں سے کیسے غائب کر سکتا ہے اور وہ بھی دن کی روشنی میں''...... عمران نے کہا۔

''تینوں بچوں کو زابیلا اور ہابیلا لے گئی تھیں باس''...... جوزف نے کہا۔

''زابیلا۔ ہابیلا۔ کیا مطلب''...... عمران نے کہا۔

''ان دونوں کا تعلق شیطان کے دربار سے ہے۔ بچوں کو تلاش کرنے اور انہیں بلیک ورلڈ میں پہنچانے کے لئے تابوش کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ اپنی سیاہ طاقتیں باہر نہیں بھیج سکتا تھا اس لئے اس نے خاص طور پر شیطان کے دربار سے ان دو طاقتوں کو حاصل کیا تھا۔ اب وہ دونوں طاقتیں تابوش کی ملکیت ہیں''...... جوزف نے کہا۔

''اور دکوشا۔ جو گملوگی ماگی کا خنجر لینے آیا تھا''...... عمران نے کہا۔

''اس کا تعلق موکات سے ہے۔ موکات ایک بہت بڑی شیطانی طاقت ہے جسے بلیک ورلڈ میں تابوش کی ماورائی طاقتوں کو مضبوط اور طاقتور رکھنے کے لئے زندہ کیا گیا ہے۔ موکات جیسی ذریت بے پناہ طاقتوں کی مالک ہے۔ ایک زمانے میں وہ دنیا کا بہت بڑا ساحر تھا۔ اس دور کے انسان اس سے بے حد تنگ تھے موکات نے ہر طرف ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے۔ نوجوان مردوں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ وہ معصوم بچوں پر بھی بے حد ظلم کرتا تھا۔ انہیں ہلاک کر کے نہ صرف وہ ان کا خون پی جاتا تھا بلکہ ان کے دل بھی نکال کر کھا جاتا تھا۔ جب اس کے ظلم حد سے زیادہ تجاوز کر

گئے تو اس کا ظلم ختم کرنے کے لئے قدرت کی طرف سے مکافات کا عملی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک مہا رشی اس کے شیطانی کاموں میں اس کے آڑے آنے لگا۔ موکات نے اس مہا رشی کا مقابلہ کرنے اور اسے راستے سے ہٹانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کا اور مہا رشی کا مقابلہ ہوا تھا۔ مہا رشی نے اسے ہلاک کر دیا اور پھر اس مہا رشی نے موکات کے جسم کے سات ٹکڑے کئے اور ان ٹکڑوں کو الگ الگ مقامات پر دفن کر دیا۔

موکات مہا رشی سے شکست ضرور کھا گیا تھا لیکن ہلاک ہونے سے پہلے اس نے جادو کے زور سے اپنی جان اپنی کھوپڑی میں منتقل کر لی تھی۔ وہ دوبارہ اسی صورت میں زندہ ہو سکتا تھا جب اس کے جسم کے تمام اعضاء کو لا کر اس کی کھوپڑی سے جوڑ دیا جاتا۔

مہا رشی نے اس کے جسم کے ساتوں اعضاء کو دنیا کے سات حصوں میں دفنایا تھا جنہیں تلاش کرنا اور انہیں زمین سے نکالنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ان اعضاء کا پتہ صرف وہ مہا رشی ہی جانتا تھا یا پھر موکات کی کھوپڑی جانتی تھی۔ اور پھر موکات کی کھوپڑی تابوش کے ہاتھ لگ گئی۔ وہ کھوپڑی لاشاکا کے تاریک جنگل کے ایک پرانے کھنڈر میں دفن کی گئی تھی۔ اس کھوپڑی کے بارے میں تابوش کو بھی شیطان نے ہی بتایا تھا۔ تابوش نے کھنڈرات سے وہ کھوپڑی نکالی تو موکات نے اسے بتایا کہ اس کے جسم کے باقی اعضاء دنیا میں کہاں کہاں دفن ہیں اور انہیں وہاں سے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔ موکات کے جسم کے اعضاء چونکہ دنیا کے مختلف حصوں میں تھے اور تابوش انہیں خود نکالنے نہیں جا سکتا تھا اس لئے اس نے ان اعضاء کو بھی اکٹھا کرنے کے لئے زابیلا اور ہابیلا کا ہی سہارا لیا تھا۔ اعضاء اکٹھے کر کے تابوش نے انہیں جوڑ دیا جس سے موکات زندہ ہو گیا۔ وہ اب ایک کھنڈر میں رہتا ہے اس کی طاقتیں استعمال کرنے کے لئے اور اس سے مدد لینے کے لئے تابوش اسے جانوروں اور انسانوں کا خون پلاتا ہے''۔ جوزف نے کہا۔

''عجیب بات ہے۔ شیطان اپنے معاملات سلجھانے کے لئے برائیوں، ظلم اور بربریت کے ہی راستے تلاش کرتے ہیں''۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''شیطانوں کا یہی کام ہوتا ہے باس۔ اپنے مفاد کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں''...... جوزف نے کہا۔

''تین بچے ان تک پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے تم سے گملوگی ماگی کا خنجر بھی حاصل کر لیا ہے۔ اب تو ان شیطانوں کا سارا مسئلہ حل ہو گیا ہو گا۔ اب تک ان بچوں کو کالے بت کے سامنے ذبح کر کے وہ اپنا مقصد بھی حاصل کر چکے ہوں گے''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''نو باس۔ ابھی تینوں بچے زندہ ہیں''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ ویری گڈ۔ کیا ہم انہیں وہاں سے واپس لا سکتے ہیں''۔

عمران نے کہا۔

"یس باس۔ وہ ان تینوں بچوں کو سرخ چاند رات میں ہلاک کریں گے۔ اس سے پہلے نہیں۔ جب تک سرخ چاند کی رات نہیں آئے گی انہیں بچوں کی نگہداشت بھی کرنی پڑے گی اور انہیں ہر تکلیف سے بھی دور رکھنا پڑے گا"...... جوزف نے کہا۔

"سرخ چاند رات۔ کیا مطلب"...... عمران نے پوچھا۔

"ہر سات سالوں بعد افریقہ میں ایک ایسی رات آتی ہے جب اس طرف نظر آنے والا چاند سرخ ہوتا ہے اور قبائلی اس رات کو دیوتاؤں کی رات کہتے ہیں۔ قبائلی یہ سمجھتے ہیں کہ اس رات رحمت کا دیوتا چاند پر سوار ہوتا ہے۔ اگر اسے خون کی بھینٹ دی جائے اور وہ بھی خاص طور پر نومولود بچوں کی بھینٹ جن کے جسموں کے کسی بھی حصے پر سرخ تل ہو تو دیوتا خوش ہو جاتا ہے اور ان کی ہر مراد پوری کر دیتا ہے"...... جوزف نے کہا۔

"اوہ۔ سرخ چاند رات آنے میں ابھی کتنا وقت ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"سرخ چاند رات ایک ماہ اور آٹھ دنوں کے بعد آئے گی"۔ جوزف نے کہا اور عمران کے چہرے پر قدرے سکون آ گیا۔

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارے پاس ابھی وقت ہے۔ ہم وہاں جا کر ان معصوم بچوں کو بچا سکتے ہیں"...... عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ اسی لئے تو میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے اور میں آپ کو ایک بات اور بھی بتانا چاہتا ہوں"...... جوزف نے کہا۔

"بولو۔ میں سن رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"ہمیں لاشا کا جنگل میں جا کر تابوش اور موکات سے بچوں کو بچانا بھی ہے اور ان کا خاتمہ بھی کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جنگلوں کے جنوب میں ایک سیاہ میدان میں ایک ایسا سیاہ صندوق دفن ہے جس میں رشیوں اور مہا رشیوں کا بہت سا سامان موجود ہے۔ ان کے ہتھیار اور ان کی بہت سی ایسی چیزیں جو شیطانوں اور اس کی ذریتوں کو نقصان پہنچا سکتی ہیں جیسے گملوگی ماگی کا خنجر، اس خنجر سے کسی بھی بدروح اور شیطانی ذریت کو ذبح کیا جا سکتا ہے۔ اس صندوق میں تیر، تلوار، مالائیں اور ایسی بہت سی چیزیں موجود ہیں جن سے شیطان اور اس کی ذریتیں ہراساں رہتی تھیں۔

ان چیزوں کو ایک بڑے مہا رشی نے جمع کر کے ایک صندوق میں ڈال کر وہاں دفن کیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا اور وہ تمام چیزیں شیطانوں کے ہاتھ لگ جاتیں تو آنے والے وقتوں میں وہ تمام چیزیں شیطانوں اور اس کی ذریتوں کو طاقتور بنا سکتی تھیں۔ اتنی طاقتور کہ اگلے وقتوں کے رشی اور مہا رشی بھی ان ذریتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے مہا رشی نے تمام چیزیں سیاہ صندوق میں ڈالیں اور اس نے جہاں صندوق دفن کیا تھا وہاں اس مہا رشی نے ایک خونخوار زندہ ہاتھ پیدا کر دیا تاکہ اگر کوئی شیطانی طاقت اس

صندوق کو حاصل کرنے کی کوشش کرے تو وہ ہاتھ انہیں روک سکے۔ ہمیں سب سے پہلے سیاہ صندوق سے رشیوں اور مہا رشیوں کے ہتھیار حاصل کرنے ہوں گے کیونکہ ان ہتھیاروں کے بغیر نہ ہم تابوش اور اس کے قبیلے کا مقابلہ کر سکیں گے اور نہ موکات اور اس کی شیطانی طاقتوں کا''...... جوزف کہتا چلا گیا۔

''کیوں۔ تابوش اور اس کے قبیلے کو ختم کرنے کے لئے ان مخصوص ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے۔ ہم پہلے بھی تو عام ہتھیاروں اور اسلحے سے ایسے کئی جادوگروں اور شیطانی قبیلے والوں کو ہلاک کر چکے ہیں''...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

''افریقہ کے جنگلوں میں ہم نے اب تک جتنے بھی قبیلے ختم کئے ہیں وہ انسانی قبیلے تھے جبکہ لاشا کا قبیلے والوں کا تعلق انسانوں سے نہیں ہے''...... جوزف نے کہا تو عمران بری طرح سے چونک پڑا۔

''اگر وہ انسان نہیں ہیں تو کون ہیں''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ان کا تعلق قوم جنات سے ہے باس''...... جوزف نے رک رک کر کہا اور عمران اچھل پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ وہ انسان نہیں جن ہیں''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ قوم جنات کے قبیلے کو ہم عام روایتی اسلحے سے ہلاک نہیں کر سکیں گے۔ انہیں ختم کرنے کے لئے ہمیں رشیوں اور مہا رشیوں کے مخصوص ہتھیاروں کی

ضرورت پڑے گی ورنہ ہم کسی طور پر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے''...... جوزف نے کہا۔

''کیا ہم سیاہ صندوق تک آسانی سے پہنچ جائیں گے۔ میرا مطلب ہے صندوق حاصل کرنے سے خونی ہاتھ ہمیں نہیں روکے گا''...... عمران نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

''جب شیطانی طاقت دکوشا مجھ سے گملوگی ماگی کا خنجر لے گیا تھا تو میں نے فوراً تنہائی میں جا کر اپنے خاص طریقے سے فادر جوشوا سے رابطہ کیا تھا۔ فادر جوشوا نے ہی مجھے یہ سب کچھ بتایا ہے اور اس نے مجھے سیاہ صندوق اور اس میں موجود خصوصی ہتھیاروں کو حاصل کرنے اور ان کے استعمال کا طریقہ بھی بتا دیا تھا۔ تم فکر مت کرو باس۔ صندوق اور اس میں موجود تمام ہتھیار حاصل کرنا میری ذمہ داری ہے''...... جوزف نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تابوش اور اس کے قبیلے کا تعلق جنات سے ہے تو کیا ہوا۔ وہ شیطان ہیں اور اپنے شیطانی عزائم پورے کرنے کے لئے وہ انتہائی مکروہ اور گھناؤنا فعل سرانجام دینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں اس مکروہ اور گھناؤنے فعل سے ضرور روکوں گا اور ان کے پاس ثریا کے بچے کے ساتھ ساتھ دو بچے اور بھی ہیں۔ دونوں بچے غیر مسلم خاندانوں کے ہیں لیکن انسانیت کے ناطے انہیں بچانا بھی ہمارا فرض ہے۔ بچے بچے ہوتے ہیں۔ ان کا کسی فرقے، کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا''...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"او کے۔ پھر تم جانے کی تیاری کر لو۔ میرا خیال ہے جناتی دنیا یا ڈارک رولڈ میں صرف ہم دونوں ہی جائیں تو بہتر رہے گا"۔ عمران نے کہا۔

"نو باس۔ صرف ہم دونوں کے وہاں جانے سے کام نہیں بنے گا۔ یہ بہت بڑا شیطانی معاملہ ہے۔ ڈارک ورلڈ میں ہمیں سب کو ساتھ لے جانا پڑے گا۔ ان جنات کے ساتھ ساتھ ہمیں اور بہت سی طاقتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا جن میں جدید دنیا کے انسان بھی ہو سکتے ہیں اور ظاہر ہے ان کے پاس جدید دنیا کا اسلحہ ہو گا اس لئے ہمیں ضرورت کا بہت سا سامان بھی اپنے ساتھ رکھنا پڑے گا"...... جوزف نے کہا۔

"جدید دنیا کے انسانوں سے تمہاری کیا مراد ہے"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"یہ ابھی مجھے بھی نہیں معلوم ہے کہ وہ کون ہیں اور ان جنگلوں میں کیا کرنے آ رہے ہیں۔ لیکن فادر جوشوا نے مجھے خاص طور پر ان کے بارے میں بتایا ہے"...... جوزف نے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ فادر جوشوا کی باتیں جوزف ہی سمجھ سکتا ہے۔

"تو پھر تم ہی بتاؤ۔ کس کس کو ساتھ لے جانا ہے۔ یہ چونکہ ماورائی معاملہ ہے اس لئے ان معاملات سے نپٹنے کا طریقہ تم بہتر

سمجھ سکتے ہو"...... عمران نے کہا۔

"یہ چونکہ مختلف نوعیت کا شیطانی سلسلہ ہے اور اس سلسلے میں ہمارا ٹکراؤ قوم جنات سے ہے اس لئے میرے اور آپ کے ساتھ آٹھ افراد اور جائیں گے۔ ہمیں ساتھ لے جانے کے لئے دس افرد کی ضرورت ہے"...... جوزف نے کہا۔

"دو تو ہم ہو گئے۔ باقی آٹھ افراد۔ وہ کون کون ہوں گے کیا سیکرٹ سروس کے ممبران"...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ۔ میں ابھی بتاتا ہوں"...... جوزف نے کہا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند کر کے وہ منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگا۔ چند منٹوں بعد اس نے آنکھوں کھول دیں۔

"کیا پڑھ رہے تھے"...... عمران نے اسے آنکھیں کھولتے دیکھ حیرت سے کر پوچھا۔

"نو باس۔ میں پڑھ نہیں رہا تھا۔ فادر جوشوا سے بات کر رہا تھا"...... جوزف نے کہا۔

"تو کیا کہا ہے تمہارے فادر۔ میرا مطلب ہے فادر جوشوا نے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے فادر جوشوا سے ان افراد کے نام پوچھتے ہیں۔ جنہیں ہم ساتھ لے جائیں گے۔ فادر جوشوا نے ان کے نام بتا دیئے ہیں"...... جوزف نے کہا۔

"کیا نام ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"ان میں صفدر، تنویر۔ مس جولیا اور فور سٹارز شامل ہیں"...... جوزف نے کہا۔

"فور سٹارز۔ تمہارا مطلب ہے چوہان، خاور، نعمانی اور صدیقی"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"یہ تو سات ہیں۔ آٹھواں کون ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"سلیمان۔ یہ سلسلہ چونکہ اس سے شروع ہوا ہے اس لئے اسے ساتھ لے جانا بے حد ضروری ہے"...... جوزف نے کہا۔

"دکوشا اس کے پاس آیا تھا۔ اس لئے کہہ رہے ہو"...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ دکوشا ایک بچے کی شکل میں سلیمان کے پاس آیا تھا۔ دکوشا نے گملوگی ماگی کے خنجر کے حصول کے لئے سلیمان کو استعمال کیا تھا۔ اس نے خود کو بچہ بنا کر جادو کے ذریعے ایک ٹوکری میں آپ کے فلیٹ کے دروازے پر رکھا تھا۔ اسی نے باسکٹ میں ایک جذبات بھرا خط اور زہریلے دودھ کی بوتل رکھی تھی تاکہ سلیمان کا دل پسیج جائے اور وہ اسے خود اٹھا کر فلیٹ کے اندر لے جائے۔

سلیمان چونکہ پانچ وقت کا نمازی ہے اور وہ کلام پاک کی تلاوت بھی کرتا ہے اس لئے دکوشا اس کی موجودگی میں خود فلیٹ

کے اندر نہیں آ سکتا تھا۔ دکوشا کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ مجھ سے زبردستی گملوگی ماگی کا خنجر حاصل نہیں کر سکے گا اس لئے اس نے سلیمان کو اپنا شکار بنایا تھا۔ سلیمان اس کا شکار تب ہی بن سکتا تھا جب سلیمان اسے باسکٹ سے نکال کر گلے لگاتا اور اسے چوم لیتا۔ بچہ، زہر کی بوتل اور خط دیکھ کر سلیمان کا دل پسیج گیا تھا اور اس نے وہی کیا جو دکوشا چاہتا تھا۔ دکوشا کو یہ بھی معلوم تھا کہ میں سلیمان کو کسی بھی صورت میں نقصان نہیں پہنچا سکتا اس لئے اس نے سلیمان کا آسان شکار کیا تھا اور فادر جوشوا نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ سلیمان جب بچے کے لئے دودھ کی بوتل لینے باہر گیا تھا تو دکوشا باسکٹ سے باہر آ گیا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کمرے میں گہری نیند سو رہے ہیں۔ دکوشا شیطانی ذریت ہے۔ وہ آپ کی غفلت کا فائدہ اٹھا کر آپ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن پھر سلیمان فوراً ہی واپس آ گیا اس لئے دکوشا اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا اور دھواں بن کر دوبارہ باسکٹ میں بچہ بن گیا تھا۔ اگر سلیمان کو آنے میں دیر ہو جاتی تو دکوشا آپ کے کمرے میں داخل ہو جاتا اور وہ آپ کو نیند کے عالم میں ہی ہلاک کر دیتا"...... جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ یہ شیطانی ذریت تو بہت زیادہ خطرناک معلوم ہوتی ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ وہ واقعی انتہائی خوفناک اور خطرناک ہے۔ اسی

لئے وہ مجھ سے گملوگی ماگی کا خنجر لے جانے میں کامیاب ہو گیا ہے''...... جوزف نے غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''بہرحال ٹھیک ہے۔ تم اپنی تیاری کرو۔ میں میٹنگ بلا کر باقی ممبران کو بریف کرتا ہوں۔ دیکھتے ہیں ہمارے ساتھی انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات کا بھی مقابلہ اور ان کا سامنا کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں یا نہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ اوکے باس''...... جوزف نے کہا۔

''سلیمان کو کب تک ہوش آ جائے گا''...... عمران نے پوچھا۔

''اسے رات تک ہوش آ جائے گا باس۔ میں نے اس پر سے دکوشا کی طاقت کا اثر ختم کرنے کے لئے فادر جوشوا کا بتایا ہوا ایک عمل کر دیا ہے۔ جب اسے ہوش آئے گا تو یہ پہلے جیسا سلیمان بن جائے گا''...... جوزف نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے اسے چند مزید ہدایات دیں اور پھر اس نے کمرے میں جا کر بستر پر پڑے ہوئے سلیمان کو ایک نظر دیکھا جو بدستور بے ہوش تھا اور اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا جیسے وہ ٹی بی کا مریض ہو اور پھر عمران اپنی سپورٹس کار میں دانش منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ آسانی سے کسی ماورائی معاملے میں ہاتھ ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا لیکن چونکہ ایک تو ثریا کا بچہ ماورائی طاقتیں اغوا کر کے لے گئی تھیں اور دوسرے وہاں جناتی قبیلہ آنے والے وقتوں میں

انسانیت کے خلاف کام کرنے والا تھا اس لئے عمران نے فوری طور پر جوزف کی باتوں پر عمل کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا تاکہ وہ جلد سے جلد ثریا کے بیٹے کو لا کر ثریا کے حوالے کر سکے جو اپنے بیٹے کی جدائی کے غم سے نڈھال اور بے ہوش تھی۔

رانا ہاؤس سے نکلتے ہی عمران نے کار دانش منزل کی طرف دوڑانی شروع کر دی تھی تاکہ بلیک زیرو کو ساری صورتحال سے آگاہ کر کے وہ ممبران کو کال کر کے وہاں بلا سکے اور انہیں جنگل مشن پر بریفنگ دے سکے۔

بلیک کا تعلق ایکریمیا کی ایک ریاست ڈاس سے تھا۔ وہ ڈاس میں جرائم پیشہ افراد میں سرفہرست سمجھا جاتا تھا۔ اس نے واجبی سی تعلیم حاصل کر رکھی تھی۔ چونکہ اس کا شروع سے ہی جرائم کی طرف رجحان تھا اس لئے وہ جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ بننا چاہتا تھا۔

جرائم کی دنیا کے بے تاج بادشاہ بننے کے لئے اس نے بے پناہ محنت کی تھی۔ وہ ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا تھا۔ شروع شروع میں وہ اکیلا ہی جرم کرتا تھا اور اپنی کسی نہ کسی غلطی کی بنا پر پکڑا جاتا تھا۔ اس کے جرم چونکہ معمولی نوعیت کے ہوتے تھے اس لئے وہ تھوڑی بہت سزا کاٹ کر جلد ہی رہا ہو جاتا تھا اور رہا ہوتے ہی وہ دوبارہ اپنے کام دھندوں میں لگ جاتا تھا۔ اس کا کام ظاہر ہے مار دھاڑ، غنڈہ گردی، چوری چکاری اور لوگوں کو ہراساں کر کے لوٹنے کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

بلیک کا چونکہ آگے پیچھے کوئی نہیں تھا اس لئے وہ جرم کرنے کے بعد کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا تھا اور جرم کی نوعیت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ٹھکانے بدلتا رہتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے جرائم بڑھتے جا رہے تھے اور اس نے چوری چکاری اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر لوٹنا ترک کر دیا تھا اور ڈاس میں اپنی دھاک بٹھانے کے لئے اس نے اونچے پیمانوں پر اور بڑے بڑے جرائم کرنے شروع کر دیئے تھے۔ جن میں بنک ڈکیتی اور قتل بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس کا کام بڑھتا جا رہا تھا اور اس نے خاصا مال اکٹھا کر لیا تھا۔ دولت کی فراوانی ہونے کی وجہ سے اس نے آہستہ آہستہ منشیات اور غیر قانونی اسلحہ کی سمگلنگ کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ اس کام کے لئے اسے چونکہ چند ساتھیوں کی ضرورت تھی اس لئے اس نے ایک چھوٹی سی تنظیم بنا لی تھی جو اس جیسے افراد پر ہی مشتمل تھی۔ دو تین سالوں میں بلیک کا نام جرائم کی دنیا میں ٹاپ لسٹ پر آ گیا۔ بلیک نے ایک بڑا اور فعال سینڈیکیٹ بنا لیا جو ہر طرح کے غیر قانونی دھندوں میں ملوث رہتا تھا۔ اس نے اپنے سینڈیکیٹ کا نام اپنے نام کے مطابق بلیک ڈریگن رکھا تھا اور پھر جب اس نے سرکاری ایجنسیوں اور ڈاس کے دوسرے سینڈیکیٹس کو نقصان پہنچانا شروع کیا تو اس کے نام کا ڈنکا پورے ایکریمیا میں بجنا شروع ہو گیا۔ وہ اپنی کاوشوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایک دن واقعی جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

بلیک ڈریگن کی دہشت کی وجہ سے نہ صرف ڈاس میں موجود سینڈیکیٹس اس کا نام سن کر تھراتے تھے بلکہ ایکریمیا اور یورپ سمیت جس ملک میں بھی اس سینڈیکیٹ کا نام سنا جاتا تھا وہاں کے جرائم پیشہ افراد میں افراتفری پھیل جاتی تھی اور وہ اسی کوشش میں رہتے تھے کہ ان کا کسی طور پر بلیک ڈریگن کے آدمیوں سے کوئی ٹکراؤ نہ ہو کیونکہ بلیک ڈریگن سینڈیکیٹ ہر وقت اسلحہ اور انتہائی تباہ کن ہتھیاروں سے لیس ہوتا تھا اور انہیں جس کے خلاف کارروائی کرنی ہوتی تھی وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ اس کارروائی میں کس قدر بے گناہ افراد ہلاک ہوں گے یا کتنی سرکاری یا غیر سرکاری املاک کو نقصان پہنچے گا۔ کسی ایک شخص کو ہلاک کرنے کے لئے وہ کمرشل پلازوں اور ہوٹلوں تک کو بموں سے اڑا دیتے تھے جہاں وہ شخص موجود ہوتا تھا۔ چاہے اس ایک شخص کے ساتھ سینکڑوں بے گناہ افراد ہی کیوں نہ ہلاک ہو جاتے۔

چند ہی برسوں میں بلیک ڈریگن کا نام دہشت کی علامت بن گیا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی لوگوں کا دن کا چین اور رات کی نیند اُڑ جاتی تھی۔ بلیک ڈریگن نے چونکہ جرائم کی دنیا میں اونچا مقام حاصل کر لیا تھا اس لئے اب وہ کسی بھی معاملے میں خود بہت کم ہی سامنے آتا تھا۔ اس کا سارا کام اس کے گُرگے ہی سنبھالتے تھے جن سے بلیک ہر وقت رابطے میں رہتا تھا۔

بلیک کا چونکہ سینڈیکیٹ پر مکمل ہولڈ تھا اور وہ جرائم کی دنیا کا

بے تاج بادشاہ بن چکا تھا اس لئے اس کی سوچ اور وسیع ہو گئی تھی اب اس نے ایکریمیا، یورپ، اور دوسرے ممالک کے ساتھ ساتھ دنیا کے تمام کرائم ماسٹرز کا کنگ بننے کے لئے سوچنا شروع کر دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بلیک ڈریگن کا جال پوری دنیا میں پھیلا دے اور پوری دنیا کے جرائم پیشہ افراد اس کی انگلیوں کے اشاروں پر ناچیں اور وہ ان سب کا راسکل کنگ بن جائے۔ جب ساری دنیا کے جرائم پیشہ افراد پر اس کا ہولڈ ہو جائے گا تو وہ جرائم کی دنیا کے تمام افراد کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا اور پھر ایک نئی دنیا بنائے گا جو صرف جرم کی دنیا ہو گی اور کرائم ورلڈ کے طور پر اُبھر کر سامنے آئے گی جس کا وہ سپریم راسکل کنگ ہو گا اور دنیا کا جو بھی جرم ہو گا اس کی ایماء پر ہی ہو گا۔ لیکن یہ کام آسان نہ تھا وہ اپنے سینڈیکیٹ کے جال پوری دنیا میں تو پھیلا سکتا تھا لیکن پوری دنیا کے کرائم ماسٹرز کو اپنی انگلیوں پر نچانا اور انہیں اپنی مٹھی میں لے کر کرائم ورلڈ بنانا ایسا تھا جیسے وہ ساری دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑنا چاہتا ہو۔ اس کے لئے اسے بے پناہ وسائل اور بے پناہ طاقت کی ضرورت تھی جو اس کے لئے دنیا کے ہر جرم کرنے والے کو اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکے اور ظاہر ہے پوری دنیا کے جرائم پیشہ افراد الگ الگ جرائم کرتے تھے اور ان کے طور طریقے اور خیالات مختلف ہوتے تھے کوئی محکوم بنتا تھا تو کوئی صرف حکم چلانا ہی اپنا حق سمجھتا تھا اور جرائم پیشہ افراد کہاں کہاں تھے اور ان کے سورسز

کیا تھے ان تک پہنچنا بلیک ڈریگن کے لئے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھا۔ اس کے لئے بلیک جانتا تھا کہ یہ سب تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب وہ انتہائی پُراسرار اور ساحرانہ طاقتوں کا مالک بن جائے۔ پُراسرار اور ساحرانہ طاقتیں ہی اس کا یہ مقصد پورا کر سکتی تھیں اور اسے کرائم ورلڈ کا سپریم راسکل کنگ بنا سکتی تھی۔

بلیک کے تمام جرائم چونکہ اس کے آدمی سنبھالتے تھے اس لئے اس کے پاس وقت ہی وقت تھا اس لئے اس نے اپنے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے پُراسرار اور ساحرانہ علوم میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔ پُراسرار اور ساحرانہ علوم حاصل کرنے کے لئے اس نے ایسے افراد کی تلاش شروع کر دی تھی جو ماورائی علوم میں دسترس رکھتے ہوں اور جو اس کی معاونت کرنے کے ساتھ ساتھ اسے بھی ماورائی علوم سکھانے میں اس کی مدد بھی کر سکیں۔ اس کے لئے اس نے پوری دنیا میں ماہر عاملوں، پروفیسروں اور وچ ڈاکٹروں کی تلاش شروع کر دی تھی جو اپنے وقت کے مانے ہوئے استاد اور انتہائی باثر شخصیات کے حامل تھے اور ماورائی اور پُراسرار علوم میں انتہائی حد تک مہارت رکھتے ہوں۔

دنیا میں پُراسرار اور ساحرانہ علوم جاننے والوں کی کوئی کمی نہیں تھی جو دولت اور طاقت کے حصول کے لئے ہر قسم کے شیطانی حربے استعمال کرتے تھے اور اپنی ساحرانہ طاقتوں سے بے گناہ اور معصوم انسانوں کو شیطان کی بھینٹ چڑھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ بلیک ڈریگن جیسا انسان تو ان کے لئے سونے کا انڈہ دینے والی مرغی ثابت ہو سکتی تھی اس لئے بہت سے پروفیسرز اور وچ ڈاکٹرز بلیک ڈریگن کے سینڈیکیٹ میں شامل ہو گئے تھے اور انہوں نے بلیک کو پُراسرار اور ساحرانہ علوم سکھانے شروع کر دیئے تھے۔ بلیک چونکہ شروع سے ہی ان علوم کو سیکھنے اور ساحرانہ طاقتیں حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا اس لئے ان علوم کو سیکھنے کے لئے اس نے اپنی تمام تر توانائی لگانی شروع کر دی تھی اور وہ اپنے استادوں کے بتائے ہوئے سخت سے سخت اور برے سے برا کام کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا۔

ماورائی طاقتوں کو حاصل کرنے کے لئے اسے کئی کئی روز اکیلے جنگلوں میں بھی جانا پڑا تھا اور کئی کئی راتیں تنہا قبرستانوں میں بھی گزارنی پڑی تھیں۔ ویران اور سنسان عمارتوں میں اس نے کئی کئی روز بھوکا پیاسا رہ کر بھی گزارے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس نے کئی بار انسانی خون بھی پیا تھا اور بے شمار نوجوان لڑکیوں اور چھوٹے بچوں کو شیطان کی بھینٹ بھی چڑھایا تھا۔

ماورائی دنیا میں داخل ہوتے ہی وہ مجسم شیطان بن چکا تھا۔ بہت کم وقت میں اس نے بے شمار ساحرانہ علوم پر دسترس حاصل کر لی تھی اور اس نے کئی راتیں جاگ کر اور کئی کئی روز بھوکا پیاسا رہ کر چند ایک شیطانی ذریتوں کو بھی اپنے کنٹرول میں کر لیا تھا جو شیطانی

دنیا کے لئے اسے معلومات فراہم کرتی تھیں اور اسے شیطان کی دنیا میں آگے بڑھنے اور مزید ساحرانہ علوم حاصل کرنے کے طریقوں سے آگاہ کرتی تھیں اور اسے ایسے راستے بتاتی تھیں جن پر چل کر وہ دنیا کے تمام ماورائی علوم جاننے والے افراد سے بڑا اور انتہائی طاقتور ساحر بن سکتا تھا اور بلیک نے ان راستوں پر بھی چلنا شروع کر دیا تھا جو ظاہر ہے شیطان کے بنائے ہوئے راستے تھے اور ان پر چل کر بلیک راسکل کنگ بننے کے ساتھ ساتھ ماورائی علوم کا بھی بے تاج بادشاہ بن سکتا تھا۔

عاملوں اور ماورائی علوم جاننے والے انسانوں کے بتائے ہوئے طریقے تو آسان تھے جن پر عمل کر کے بلیک خود بھی ایک عامل بلکہ بجا طور پر وچ ڈاکٹر بن چکا تھا لیکن اسے جن راستوں پر ماورائی طاقتیں لے جانا چاہتی تھیں وہ نہ صرف اس کے لئے کٹھن تھیں بلکہ انتہائی خطرناک تھی جن پر چل کر نہ صرف اس کی جان جا سکتی تھی بلکہ اسے ان خطرناک اور دشوار گزار راستوں پر چل کر اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے طویل مدت بھی چاہئے تھی۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ اس کے پاس کوئی ایسی شیطانی طاقت آ جائے جو اس کے ایک اشارے پر اس کے منہ سے نکلا ہوا ہر کام لمحوں میں پورا کر دے اور اسے دنیا کا انتہائی بااثر اور طاقتور وچ ڈاکٹر بنا دے اور وہ دنوں میں اپنا کرائم ورلڈ بنا کر اس کا سپریم راسکل کنگ بن جائے لیکن کسی بھی شیطانی ذریت نے اسے کسی ایسی شیطانی ذریت یا شیطانی طاقت کے بارے میں نہیں بتایا تھا جو اس کے مزاج کے مطابق اس کا ہر کام کر سکے اور دنیا کے تمام جرائم پیشہ افراد کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اس کے سامنے جھکا سکے۔

بلیک چونکہ پراسرار اور ساحرانہ علوم میں دسترس حاصل کر چکا تھا اور وہ چونکہ پراسرار دنیا میں داخل ہو چکا تھا اس لئے اس نے بیرونی دنیا میں جانا بالکل ہی ترک کر دیا تھا۔ اب وہ زیادہ تر الگ تھلگ اور تنہائی میں ہی رہتا تھا۔ اپنے سینڈیکیٹ کو وہ صرف احکامات دینے کی حد تک رہ گیا تھا اور یہ کام وہ اکیلا رہ کر فون اور ٹرانسمیٹر پر آسانی سے کر لیتا تھا۔

وچ ڈاکٹر بن کر بلیک نے سینڈیکیٹ اور دنیا سے بھی اپنا اصلی نام چھپا لیا تھا اب وہ بلیک ڈریگن کا چیف ضرور تھا لیکن خود کو بلیک ڈریگن کہلوانے کی بجائے وہ ڈاکٹر بلیک کہلوانا زیادہ پسند کرتا تھا اور اس کے وچ ڈاکٹر بننے سے جرائم کی دنیا کے ساتھ ساتھ عام انسانوں کی دنیا میں بھی اس کا خوف اور دہشت بیٹھ گئی تھی۔ کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس کے سینڈیکیٹ اور اس کے خلاف زبان بھی کھولنے کی جرأت کر سکے۔

ڈاکٹر بلیک اور اس کے بلیک ڈریگن سینڈیکیٹ کے خلاف جب بھی کوئی زبان کھولتا تھا یا اس کے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش کرتا تھا حیرت انگیز طور پر ڈاکٹر بلیک کو اس کے بارے میں علم ہو جاتا تھا اور پھر بلیک ڈریگن کا سینڈیکیٹ ان تمام افراد کو راتوں

ر غائب کر دیتے تھے اور پھر ان کی سربریدہ لاشیں شہر کے کسی چوراہے سے ہی ملتی تھیں۔ اس لئے بلیک ڈریگن اور اس کا سربراہ ڈاکٹر بلیک کا نام خوف اور دہشت کی علامت بن کر رہ گیا تھا۔

طویل مدت تک ماورائی دنیا کے پُراسرار اور ساحرانہ علوم حاصل کرنے کے باوجود ڈاکٹر بلیک اس قابل نہیں ہو سکا تھا کہ وہ پوری دنیا کے کرائم ماسٹرز کو اپنے کنٹرول میں کر سکے اور اپنا ایک الگ کرائم ورلڈ بنا کر سپریم راسکل کنگ بن سکے اس لئے وہ بے حد پریشان رہتا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کب اور کیسے کامیاب ہو سکتا ہے۔

اب بھی ڈاکٹر بلیک شہری آبادی سے دور ایک پرانی اور سالخوردہ حویلی نما ایک کھنڈر کے تہہ خانے میں سیاہ لکڑی کے بنے ہوئے ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ تہہ خانے کی دیواریں اور فرش جگہ جگہ سے ٹوٹا ہوا تھا۔ جگہ جگہ مکڑیوں نے جالے بُن رکھے تھے اور وہاں اس قدر گرد پھیلی ہوئی تھی جیسے برسوں سے اس جگہ پر صفائی نہ کی گئی ہو۔ حویلی پرانی اور کھنڈر نما ہونے کی وجہ سے بھوتوں کا مسکن معلوم ہوتی تھی اور یہ حویلی چونکہ آبادی سے بہت دور ایک ویران علاقے میں تھی اور برسوں سے خالی اور ویران پڑی تھی اس لئے کوئی اس طرف رات کو تو کیا دن میں بھی آنا پسند نہیں کرتا تھا۔

ڈاکٹر بلیک نے سیاہ رنگ کا لبادے نما لباس پہن رکھا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا اور اس نے اپنی بھنویں تک مونڈھ رکھی تھیں۔ اس نے آنکھوں کے نیچے سیاہ رنگ سے بڑے بڑے حلقے سے بنا رکھے تھے جس سے اس کی شخصیت بے حد پراسرار اور خوفناک نظر آتی تھی۔ وہ تخت پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں اور اس کے ہونٹ مسلسل ہل رہے تھے جیسے وہ مسلسل کچھ پڑھ رہا ہو۔

اسی لمحے تہہ خانے میں دھمک کی آواز ابھری تو ڈاکٹر بلیک نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں انتہائی سرخ تھیں جیسے ان میں خون ہی خون بھرا ہوا ہو۔ آنکھیں کھول کر اس نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا لیکن اسے وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ڈاکٹر بلیک کے عقب میں ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں تھیں جو اوپر سے گھومتی ہوئی نیچے آ رہی تھیں۔ سیڑھیوں اور تہہ خانے میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ اس بار ڈاکٹر بلیک نے آنکھیں بند نہیں کی تھیں البتہ اس کے ہونٹ مسلسل ہل رہے تھے۔

چند لمحوں بعد اسے ایک غراہٹ سنائی دی تو اس کے ہونٹوں پر بے اختیار زہر بھری مسکراہٹ ابھر آئی۔

”میں جانتا ہوں کشاکا۔ تم یہاں آ چکی ہو۔ تم جہاں بھی ہو۔ میرے سامنے آؤ۔ فوراً“...... ڈاکٹر بلیک کے منہ سے غراہٹ بھری آواز نکلی۔ اسی لمحے اس کے سامنے دھماکہ سا ہوا اور اسے ٹوٹے ہوئے فرش پر سرخ رنگ کا دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔ سرخ رنگ کا دھواں اٹھ کر ایک جگہ جمع ہوتا جا رہا تھا پھر اس دھوئیں میں بجلیاں

سی کڑکیں اور دوسرے لمحے دھواں ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ دھواں تو وہاں سے غائب ہو گیا تھا لیکن اس جگہ اب ایک عجیب و غریب مخلوق کھڑی دکھائی دے رہی تھی جو انسانوں کی طرح دو پتلی پتلی ٹانگوں پر کھڑی تھی۔ اس کا سارا جسم سرخ رنگ کے لبادے میں چھپا ہوا تھا اور اس کے سر پر سفید رنگ کے بال تھے جو اس کے چہرے کے سامنے بکھرے ہوئے تھے اور ان بالوں سے اس کا چہرہ مکمل طور پر چھپ گیا تھا۔ بالوں کی وجہ سے نہ اس کا منہ دکھائی دے رہا تھا اور نہ اس کی آنکھیں۔ جیسے ہی وہ مخلوق وہاں نمودار ہوئی اس کے منہ سے خونخوار بھیڑیوں جیسی غراہٹیں نکلنے لگیں۔

''کیوں بلایا ہے مجھے''...... اچانک تہہ خانے میں ایک غیر انسانی آواز ابھری جو کسی درندے کی غراہٹ جیسی تھی۔

''پہلے بتاؤ کیا تم وہی کشاکا ہو جو انتہائی قدیم دور کے افریقی مہا وچ ڈاکٹر اگوشا کے معبد کی کنیز ہوا کرتی تھی''...... ڈاکٹر بلیک نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں میں وہی کشاکا ہوں''...... مخلوق نے جواب دیا۔

''اپنی نشانی دکھاؤ''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''کیا نشانی دیکھنا چاہتے ہو''...... کشاکا نے اسی انداز میں کہا۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ قدیم دور کے مہا وچ ڈاکٹر کے معبد کی کنیز کشاکا کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں نہیں ہیں۔ اسی طرح تمہارا منہ تو ہے لیکن ناک اور آنکھیں نہیں ہیں''...... ڈاکٹر

بلیک نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ دیکھ لو۔ میری ناک اور آنکھیں نہیں ہیں اور نہ میرے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں ہیں''...... کشاکا نے کہا۔ اس نے سر جھٹکا تو اس کے چہرے پر پڑے ہوئے بال اچھل کر اس کے سر کے پیچھے چلے گئے اور اس کا چہرہ عیاں ہو گیا جہاں واقعی اس کے صرف دو سرخ سرخ ہونٹ ہی دکھائی دے رہے تھے۔ چہرے پر نہ ناک تھی اور نہ ہی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر اس نے لبادے سے دونوں ہاتھ نکال کر ڈاکٹر بلیک کے سامنے کر دیئے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں نہیں تھیں۔ دونوں ہاتھ دکھانے کے بعد اس نے ڈاکٹر بلیک کو اپنے پیر دکھائے۔ اس کے پیروں کی انگلیاں بھی نہیں تھیں۔ یہ نشانیاں دیکھ کر ڈاکٹر بلیک کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔ تم واقعی کشاکا ہو۔ وہی کشاکا جو قدیمی افریقی مہا وچ ڈاکٹر اگوشا کے معبد کی کنیز تھی''...... ڈاکٹر بلیک نے مطمئن انداز میں کہا۔

''اب بتاؤ۔ مجھے کیوں بلایا ہے تم نے''...... کشاکا نے بغیر کسی تاثر کے مخصوص غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہارے بارے میں میری ایک مخبر شیطانی ذریت نے بتایا تھا کشاکا کہ تم بے حد قدیم اور انتہائی باخبر ذریت ہو۔ ایک ایسی ذریت جسے تمام ذریات کے نام، ان کی طاقتوں اور ان کی

صلاحیتوں کے بارے میں معلوم ہے اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ کون سی ذریت کب اور کس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تمہارے پاس ایسی معلومات بھی ہیں جن سے کسی بھی بڑی سے بڑی ذریت کو اپنے بس میں بھی کیا جا سکتا ہے اور اس سے اپنے مطلب کا کوئی بھی کام لیا جا سکتا ہے''...... ڈاکٹر بلیک نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں تمام ذریات اور شیطانی طاقتوں کے بارے میں جانتی ہوں''...... کشاکا نے جواب دیا۔

''بہت خوب۔ میں نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے کشاکا کہ تم مجھے شیطان کی سب سے بڑی اور سب سے طاقتور ذریت کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کون ہے اس کا نام کیا ہے اور یہ کہ میں اگر اسے اپنے بس میں کرنا چاہوں تو اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا''...... ڈاکٹر بلیک نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ میں تمہیں کسی مہان ذریت کا کیوں بتاؤں''...... کشاکا نے کرخت آواز میں کہا۔

''میں نے تمہیں سات روز کا جاپ کر کے یہاں ظاہر کیا ہے کشاکا اور شیطانی طاقتوں کا یہ فرض ہے کہ اسے جب بھی کوئی مہا ساحر طلب کرے اور وہ اس کے سامنے آ جائے اور وہ اس کے ہر سوال کا جواب دے''...... ڈاکٹر بلیک نے اس بار بے حد کرخت لہجہ اپناتے ہوئے کہا۔

''تم نے ابھی مجھے صرف اپنے پاس طلب کرنے کا جاپ کیا ہے ساحر اعظم۔ مجھ سے کچھ پوچھنے کے لئے تمہیں مجھے بھینٹ دینی پڑے گی۔ یہ نہیں جانتے تھے تم''...... کشاکا نے غرا کر کہا۔

''اوہ۔ ہاں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ تم بھینٹ لئے بغیر کچھ نہیں بتاؤ گی۔ بولو۔ کیا بھینٹ چاہتی ہو تم۔ میں ساحر اعظم ہوں اور تمہیں کوئی بھی بھینٹ دے سکتا ہوں''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''سوچ لو۔ اگر تم نے بھینٹ دینے سے انکار کر دیا تو''...... کشاکا نے کہا۔ اس کے لہجے میں وہی غراہٹ تھی جیسے کوئی خونخوار درندہ اپنے شکار کو دیکھ کر اس پر غراتا ہے۔

''نہیں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔ تم مانگو۔ کیا چاہئے تمہیں''...... ڈاکٹر بلیک نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

''تم اس دنیا میں اکیلے ہو اور تمہاری کوئی اولاد بھی نہیں ہے ورنہ میں تم سے تمہارا کوئی بچہ بھینٹ کے طور پر مانگ لیتی۔ میں انسانی دل کھانا پسند کرتی ہوں۔ کیا تم مجھے دس انسانی بچوں کے دل نکال کر لا کر دے سکتے ہو''...... کشاکا نے کہا۔

''کتنے سال کے بچوں کے دل چاہئیں تمہیں''...... ڈاکٹر بلیک نے اسی انداز میں کہا۔ دس انسانی بچوں کے دل مانگنے پر بھی ڈاکٹر بلیک کے دل میں کوئی خوف اور کوئی تذبذب پیدا نہیں ہوا تھا۔

''دس سال کی عمر کے ہی بچے ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ مجھے زندہ بچوں کے تازہ دل چاہئیں جن میں ابھی جان باقی ہو''...... کشاکا

نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں بھینٹ دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اس کے لئے تمہیں تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ میں یہ کام اپنی کسی طاقت سے نہیں کرا سکتا کیونکہ میرے پاس ابھی ایسی کوئی شیطانی ذریت نہیں ہے جو مجھ سے باتیں کرنے اور معلومات دینے کے سوا میرا کوئی کام کر سکے۔ اس کے لئے مجھے اپنے ساتھیوں سے بات کرنی پڑے گی۔ وہ انسانوں کے دس بچوں کو ڈھونڈ کر اور انہیں اغوا کر کے لائیں گے اور پھر میں انہیں تمہارے سامنے ہلاک کر کے ان کے دل نکال کر تمہیں دے دوں گا''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر لوں گی''...... کشاکا نے کہا۔

''اس کے لئے تمہیں کم از کم دس بارہ گھنٹوں کا انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ تم نے دس دس برس کے بچوں کے دل مانگے ہیں اور میرے ساتھی مطلوبہ بچوں کو تلاش کر کے لائیں گے تب ہی میں انہیں ہلاک کر کے تمہیں ان کے دل نکال کر دوں گا''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''مجھے منظور ہے۔ یاد رکھنا میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گی جب تک تم مجھے بھینٹ نہیں دے دو گے اور ہر رات گزرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں دلوں کی تعداد دوگنی کرنی پڑے گی''...... کشاکا نے کہا۔

''بے فکر رہو۔ تمہیں آج ہی دل مل جائیں گے''...... ڈاکٹر

بلیک نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے اب پوچھو۔ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو''...... کشاکا نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''میں تمام دنیا کے مجرم طبقے کو اپنے بس میں کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر قسم کے جرائم پیشہ افراد میرے تابع ہو جائیں اور اس دنیا میں جو بھی جرم ہو وہ میری مرضی اور میری منشاء کے مطابق ہو۔ اس کے لئے میں ایک الگ دنیا بنانا چاہتا ہوں۔ جرائم کی دنیا جہاں صرف اور صرف میرا راج ہو اور دنیا کا بڑا سے بڑا مجرم میرے احکامات پر عمل کرے اور ایسا تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب کوئی بڑی شیطانی ذریت میرے تابع ہو اور وہ میرے لئے جرائم پیشہ افراد کو تلاش کرے اور انہیں میرا محکوم بنائے''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''کیا تم اس ذریت کا نام جاننا چاہتے ہو جو تمہارا یہ کام کر سکے''...... کشاکا نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں اس کا نام بھی جاننا چاہتا ہوں اور یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کس طرح میرے بس میں آ سکتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس طاقتور ذریت کو اپنے بس میں کرنے کا کوئی آسان سے آسان طریقہ بتاؤ''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''اس ذریت کا نام ماؤکارا ہے۔ اگر ماؤکارا تمہارے بس میں آ جائے تو تم اس کی مدد سے جرائم پیشہ افراد تو کیا پوری دنیا کو تسخیر

کر سکتے ہو۔ دنیا کا ہر انسان تمہارے قدموں میں جھک سکتا ہے اور وہ تمہارا ہر حکم بجا لا سکتا ہے''...... کاکشا نے کہا اور ڈاکٹر بلیک کی آنکھوں میں بے پناہ چمک آ گئی۔

''ماؤ کارا''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''ہاں۔ ماؤ کارا۔ لیکن اسے تم آسانی سے اپنے بس میں نہیں کر سکتے۔ ماؤ کارا، شیطانی دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے طاقتور ذریت ہے جو مہا شیطان کے معبد کی کنیز خاص ہے۔ اس ذریت میں اتنی طاقت ہے کہ وہ لمحوں میں سینکڑوں انسانوں کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچا سکتی ہے اور وہ انسانی ذہنوں پر حاوی بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ماؤ کارا میں اتنی طاقت ہے کہ روشنی کی طاقتوں کے سوا اس کے سامنے دنیا کی تمام طاقتیں ہیچ ہو جاتی ہیں۔ اس جیسی مہا ذریت کو اول تو کوئی انسان اپنے بس میں نہیں کر سکتا اور اگر وہ کوشش کرے تو اسے انتہائی مشکل اور انتہائی حد تک تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ مراحل ایسے ہوتے ہیں جن سے گزرتے ہوئے عامل کسی بھی لمحے انتہائی اذیتناک اور بھیانک موت کے منہ میں جا سکتا ہے۔ ان عملوں کو پورا کرنے کے لئے اس کے زندہ رہنے کا چانس ایک فیصد سے بھی بہت کم ہوتا ہے اور پھر ماؤ کارا کو بس میں کرنے کے عمل اس قدر زیادہ اور طویل ہیں کہ اس کے لئے انسان کی طبعی زندگی کم از کم ایک ہزار سال ہونی چاہئے۔ جبکہ اس دور کے انسان کی طبعی زندگی سو سال

سے بھی بہت کم ہے''...... کشاکا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ اوہ۔ تب تو میں ماؤ کارا کو کبھی بھی تسخیر نہیں کر سکوں گا۔ میں ایک ہزار سال کی زندگی کہاں سے لاؤں گا۔ میں نے تم سے کہا ہے کہ ماؤ کارا کو تسخیر کرنے کا مجھے کوئی سہل طریقہ بتاؤ۔ وہ طریقہ آسان بھی ہو اور ماؤ کارا سالوں کی بجائے دنوں میں میرے قابو میں آ جائے''...... ڈاکٹر بلیک نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''اس کا تو پھر ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے''...... کشاکا نے چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد کہا اور ڈاکٹر بلیک چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''کون سا طریقہ ہے۔ جلدی بتاؤ''...... ڈاکٹر بلیک نے بے تابی سے پوچھا۔

''اگر تمہارے پاس مٹکنڈا کا سیاہ ہیرا ہوتا تو ماؤ کارا صرف تین روز میں تمہارے بس میں آ سکتی تھی''...... کشاکا نے کہا۔

''مٹکنڈا کا سیاہ ہیرا۔ کیا مطلب یہ کون سا ہیرا ہے اور اس سے ماؤ کارا کو میں کیسے تسخیر کر سکتا ہوں''...... ڈاکٹر بلیک نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''مٹکنڈا صدیوں پہلے روشنی کی دنیا کا ایک عظیم نمائندہ ہوا کرتا تھا۔ اس نے اپنے دور میں شیطان اور اس کی طاقتوں کو نقصان پہنچانے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اس نے ایک سیاہ ہیرا تراشا تھا جو کافی بڑا اور چپٹا سا تھا۔ اس ہیرے کی مدد سے وہ شیطانی طاقتوں کا پتہ لگا

کر اس ہیرے میں قید کر لیتا تھا اور پھر انہیں ہیرے سے باہر نکال کر فنا کر دیتا تھا۔ وہ شیطانی طاقتوں کو کیسے فنا کرتا تھا میں یہ تو نہیں جانتی لیکن میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ سیاہ ہیرے میں کیسے شیطانی طاقتوں اور ان کی ذریات کو دیکھتا تھا، قید کرتا اور انہیں کس طرح ہیرے سے باہر نکالتا تھا۔ وہ مہا رشی تو ختم ہو چکا ہے لیکن اس کا سیاہ ہیرا ابھی تک اسی دنیا میں محفوظ ہے۔ اگر وہ ہیرا تمہیں مل جائے تو اس میں تم آسانی سے ماؤ کارا کا چہرہ دیکھ سکتے ہو اور جیسے ہی ہیرے میں اس کا چہرہ نظر آئے وہ اس میں قید ہو جائے گی پھر تم اسے باہر بلا کر آسانی سے اسے اپنا تابع بھی کر سکتے ہو۔ ماؤ کارا کو ہیرے میں کیسے دیکھنا ہے۔ اسے ہیرے سے باہر کیسے لانا ہے اور اسے تابع کیسے کرنا ہے یہ سب میں تمہیں بتا دوں گی۔ لیکن وہ سب طریقے میں تمہیں تب بتاؤں گی جب تمہارے پاس مٹکنڈا کا سیاہ ہیرا آ جائے گا''...... کشاکا نے کہا۔

''اوہ اوہ۔ یہ تو واقعی بڑا آسان ہے۔ اس سیاہ ہیرے سے تو میں ماؤ کارا کے ساتھ ساتھ کسی بھی شیطانی ذریت کو تسخیر کر سکتا ہوں''...... ڈاکٹر بلیک نے خوشی سے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ وہ ایسا ہی ہیرا ہے''...... کشاکا نے جواب دیا۔

''تو بتاؤ۔ وہ ہیرا کہاں ہے اور میں اسے کیسے حاصل کر سکتا ہوں''...... ڈاکٹر بلیک نے اسی انداز میں کہا۔ اس کے چہرے پر شدید بے تابی اور بے چینی مترشح ہو گئی تھی۔

''میری معلومات کے مطابق مٹکنڈا کا سیاہ ہیرا، رشیوں کے خزانے میں ہے جو ایک سیاہ صندوق میں موجود ہے''...... کشاکا نے جواب دیتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر بلیک چونک پڑا۔

''رشیوں کا خزانہ۔ سیاہ صندوق''...... ڈاکٹر بلیک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور کشاکا اسے رشیوں اور مہا رشیوں کے اس سیاہ صندوق کے بارے میں بتانے لگی جس میں بہت سے مقدس ہتھیار موجود تھے اور جو افریقہ کے گھنے جنگلوں کے نیچے ایک مہا رشی کے خونخوار کٹے ہوئے زندہ ہاتھ کے نیچے دفن تھا۔ ان سب چیزوں کے بارے میں سن کر ڈاکٹر بلیک کا چہرہ حیرت اور پریشانی سے سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ کشاکا نے اسے عمران اور کرنل فریدی کے بارے میں بھی بتا دیا تھا کہ وہ بھی اس صندوق کے حصول کے لئے افریقہ کے گھنے اور پراسرار جنگلوں میں جانے والے تھے اور ان کے وہاں جانے کا کیا مقصد ہے اس کے بارے میں بھی کشاکا نے ڈاکٹر بلیک کو ساری تفصیل بتا دی۔

''اوہ۔ اوہ۔ سیاہ صندوق تو واقعی ایک بڑے خزانے سے بھرا ہوا ہے اور اگر وہ خزانہ مکاشو اور اس کے ساتھیوں یا پھر موکات کے ہاتھ لگ گیا تو پھر تو سب ختم ہو جائے گا۔ اگر وہ ہتھیار مکاشو کے ہاتھ آ گئے تو وہ ان ہتھیاروں کو شیطان کے خلاف استعمال کرے گا جبکہ موکات اور اس کا آقا سردار لاشاکا جو جنات قوم کے قبیلے کا سردار ہے۔ ان خطرناک ہتھیاروں سے خود کو ہمیشہ محفوظ کرنے کے

لئے ضائع کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ تاریک دنیا میں رہیں یا روشنی میں ان کے خلاف کبھی کوئی ہتھیار نہ اٹھا سکے“...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

”ہاں۔ اگر ان سب کی بجائے سیاہ صندوق تم حاصل کر لو تو مٹکنڈا کے سیاہ ہیرے سمیت تمہارے ہاتھ ایسی بہت سی چیزیں لگ سکتی ہیں جس سے تم سیاہ دنیا پر بھی راج کر سکتے ہو“...... کشاکا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا میں وہ خزانہ حاصل کر سکتا ہوں“...... ڈاکٹر بلیک نے بے تابی سے پوچھا۔

”کوشش کر دیکھو“...... کشاکا نے مبہم سے انداز میں کہا۔

”کیسے۔ کیا اس سلسلے میں تم میری مدد کرو گی“...... ڈاکٹر بلیک نے پوچھا۔

”نہیں۔ اس سلسلے میں تمہاری میں کوئی مدد نہیں کروں گی۔ تم ساحر اعظم ہو۔ جنگلوں میں آنے والی رکاوٹوں کو تم اپنی طاقتوں سے دور کر سکتے ہو اور تم اپنے ساتھیوں کو وہاں لے جاؤ ان کی مدد سے تم اس صندوق تک پہنچ سکتے ہو۔ لیکن یاد رکھو۔ وہ صندوق مہا رشی کے قبضے میں ہے جس تک کوئی ساحر یا کوئی شیطانی طاقت نہیں پہنچ سکتی۔ مہا رشی کا زندہ ہاتھ صرف مکاشو ہی وہاں سے ہٹا سکتا ہے اور وہی صندوق کو نکال سکتا ہے۔ اگر تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے وہاں جا کر زندہ ہاتھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس ہاتھ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا لیکن وہ زندہ ہاتھ تم سب کو ختم کر دے گا۔ تم اپنے ساتھیوں کو افریقہ کے گھنے جنگلوں میں لے جاؤ اور مکاشو اور اس کے ساتھیوں کی تاک میں رہنا جب وہ مخصوص جگہ سے صندوق نکال لیں تو تم ان سب کو ختم کر کے ان سے صندوق چھین لینا۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے صندوق تمہارے پاس آ سکتا ہے ورنہ نہیں“...... کشاکا نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ میں ساحر اعظم ہونے کے باوجود وہ صندوق حاصل نہیں کر سکتا۔ خیر تم مجھے افریقہ کے اس حصے کے بارے میں تو بتاؤ جہاں وہ سیاہ صندوق دفن ہے“...... ڈاکٹر بلیک نے اسی بے تابی سے پوچھا۔ جیسے اس نے قطعی طور پر رشیوں اور مہا رشیوں کا صندوق حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارے دماغ میں وہاں تک پہنچنے کے تمام راستوں کی تصویریں ڈال دوں گی تم ان راستوں پر سفر کرتے ہوئے ٹھیک اس مقام تک پہنچ جاؤ گے جہاں سیاہ صندوق دفن ہے“...... کشاکا نے کہا اور ڈاکٹر بلیک کا چہرہ جوش و جذبات سے تمتما اٹھا۔

جدید ساز و سامان سے آراستہ ایک بڑا اسٹیمر نہایت تیز رفتاری سے افریقہ کے شمالی جنگلوں کے ساحل کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ اسٹیمر کے ایک کنارے پر کرنل فریدی آنکھوں سے دوربین لگائے دور نظر آنے والے ساحل کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں گھنے درختوں کی بہتات تھی۔ ساحل ابھی کافی دور تھا لیکن دوربین سے کرنل فریدی ساحل پر موجود جانوروں کو باآسانی دیکھ سکتا تھا جن میں شیر، ہاتھی، چیتے اور ایسے بہت سے درندے موجود تھے۔

کرنل فریدی نے اپنے دوست ڈاکٹر رتیش کمار سے بات کی تھی جس نے تصدیق کر دی تھی کہ واقعی کرنل فریدی کو زابیلا نے جو کچھ بتایا تھا وہ درست تھا۔ ڈاکٹر رتیش کمار نے کرنل فریدی سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کی مدد کرے اور جیسے بھی ہو وہ افریقہ کے گھنے جنگلوں میں جا کر اس کا بریف کیس تلاش کرے اور اسے

ہر صورت میں اس کی پرسنل ڈائری واپس لا دے جس میں اس کی جان بسی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر رتیش کمار نے کرنل فریدی سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ اس معاملے کو اپنے تک ہی محدود رکھے اور کسی کو اس بات کا علم نہ ہونے دے کہ اس کی ڈائری میں اس کی ایجادات کے تمام فارمولے درج ہیں اور وہ ڈائری اس سے گم ہو گئی ہے۔ ایسی صورت میں حکومت اس کا کورٹ مارشل کر سکتی تھی اور ایسے افراد کا کورٹ مارشل میں صرف موت کی سزا کا ہی حکم سنایا جاتا تھا۔

کرنل فریدی نے ڈاکٹر رتیش کمار کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس معاملے کو پرسنل طور پر ہینڈل کرے گا اور خاموشی سے افریقہ کے جنگلوں میں جا کر اس کا بریف کیس تلاش کرے گا۔ اگر وہ بریف کیس اسے مل گیا تو وہ اسے خاموشی سے لا کر واپس دے دے گا۔ جس پر ڈاکٹر رتیش کمار نے اس کا بیحد شکریہ ادا کیا تھا۔ چونکہ اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ واقعی افریقی جنگلوں میں ڈاکٹر رتیش کمار کا بریف کیس گر گیا ہے اور اس بریف کیس کے حصول کے لئے عمران اور اس کے ساتھی بھی افریقہ روانہ ہو رہے ہیں تو پھر بھلا کرنل فریدی وہاں کیسے رکا رہ سکتا تھا اس نے حکومت سے رخصت لی اور فوراً ہی افریقہ کے جنگلوں میں جانے کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔

کیپٹن حمید نے افریقی فل فلوٹیوں کا کہہ کر قاسم کو ساتھ آنے

پر رضامند کر لیا تھا۔ کرنل فریدی کے کہنے کے مطابق یہ ان کا چونکہ پرائیویٹ مشن تھا اس لئے قاسم نے تمام تر اخراجات اکیلے اٹھانے کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ البتہ کافرستان سے افریقی ریاست گاجیا تک کا ایئر سفر کرنل فریدی نے اپنی صوابدید پر کیا تھا۔ اس کے ساتھ قاسم سمیت بیس افراد تھے۔ جن میں کیپٹن حمید، انسپکٹر ریکھا، طارق، ہریش، فوٹوگرافر انور، رشیدہ، روزا، انسپکٹر آصف اور دو لڑکیاں زابیلا اور ہابیلا شامل تھیں۔ ان کے علاوہ زیرو فورس کا جگدیش اور اس کے سات ساتھی بھی ان کے ساتھ موجود تھے۔

انسپکٹر آصف، انور اور رشیدہ کو بھی کیپٹن حمید نے ہی ساتھ آنے پر آمادہ کیا تھا۔ جو ان کے ساتھ یہ سمجھ کر جا رہے تھے کہ کرنل فریدی ان سب کو افریقہ کے جنگلوں کی سیاحت کرانے کے لئے لے جا رہا ہے جبکہ طارق کو کرنل فریدی نے خصوصی طور پر بلا کر بریف کیا تھا۔ کرنل فریدی نے طارق کو اس بریف کیس کے حوالے سے بتایا تھا کہ اس بریف کیس میں کافرستان کی نہایت اہم دستاویزات موجود ہیں جو ہیلی کاپٹر سے جزیرہ ایڈورڈ جاتے ہوئے اس کے ایک دوست سائنسدان ڈاکٹر رتیش کے ہاتھوں سے نکل کر وہاں جنگل میں گر گیا تھا۔ کرنل فریدی نے طارق سمیت کسی کو بھی زابیلا اور ہابیلا کی حقیقت نہیں بتائی تھی اور نہ ہی انہیں سیاہ صندوق کے بارے میں کچھ بتانا مناسب سمجھا تھا۔ دونوں لڑکیوں کو دیکھ کر کیپٹن حمید برے برے منہ بنا رہا تھا لیکن وہ چونکہ کرنل فریدی کی

ایماء پر ساتھ آ رہی تھیں اس لئے وہ خاموش ہو گیا تھا۔ ان دونوں لڑکیوں کے لئے کرنل فریدی نے کہا تھا کہ وہ جس بریف کیس کی تلاش کے لئے جا رہے ہیں۔ ان کی تلاش میں وہ لڑکیاں ان کی معاونت کر سکتی ہیں کیونکہ وہ دونوں بھی اسی ہیلی کاپٹر میں تھیں جس سے ڈاکٹر رتیش کمار کو لے جایا جا رہا تھا اور وہ دونوں لڑکیاں ڈاکٹر رتیش کمار کے کہنے پر ہی وہ اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔

کیپٹن حمید کرنل فریدی کی ان سب باتوں سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔ کرنل فریدی نے اسے بتایا تھا کہ وہ بریف کیس کے حصول کے لئے ذاتی طور پر جا رہا ہے۔ اگر اس بریف کیس میں حکومتی دستاویزات تھیں تو کرنل فریدی کو اس طرح پرائیویٹ طور پر اس مشن پر جانے کی کیا ضرورت تھی اور پھر وہ دو لڑکیاں۔ کرنل فریدی کسی بھی مہم میں اپنے ساتھیوں کے سوا غیر متعلق افراد کو اپنے ساتھ لے جانے کا عادی نہیں تھا جبکہ دونوں لڑکیاں ہر وقت کرنل فریدی کے ارد گرد منڈلاتی رہتی تھیں جیسے خاص طور پر کرنل فریدی کی نگرانی پر مامور ہوں۔ کافرستان سے تھکا دینے والا طویل سفر کر کے وہ گاجیا پہنچے تھے۔ گاجیا میں دو روز آرام کے بعد وہ چاڈ اور دوسرے ممالک سے ہوتے ہوئے آنوک آ گئے تھے۔ آنوک کے شمالی کنارے پر طارق نے اسٹیمر حاصل کیا اور انہیں لے کر شمالی جنگلوں کی طرف روانہ ہو گیا۔

طارق چونکہ سیلانی آدمی تھا اور اس کی زندگی کا زیادہ تر حصہ

جنگلوں اور صحراؤں میں گزرا تھا اس لئے وہ ان علاقوں کے بارے میں بے پناہ معلومات رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آنوک سے شمالی جنگل ایک سو ناٹ کی دوری پر ہیں۔ آنوک میں چونکہ پرائیویٹ ہیلی کاپٹرز نہیں مل سکتے تھے اس لئے شمالی جنگلوں تک جانے کے لئے اسٹیمرز اور لانچیں ہی استعمال کی جاتی تھیں۔ اسٹیمر تیس ناٹ فی گھنٹہ کی رفتار سے سطح سمندر پر دوڑ رہا تھا اور انہیں آنوک سے اسٹیمر پر سفر کرتے ہوئے تین گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو چکا تھا اور پھر جب دور شمالی جنگلوں کی سیاہ ساحلی پٹی دکھائی دی تو کرنل فریدی دوربین لے کر اسٹیمر کے اگلے حصے میں آ گیا۔

طارق نے ان سب کے لئے ایسے کاغذات بنائے تھے جن کی رو سے وہ جنگل کے ماحول، طبعی خدوخال اور جنگل کی زندگی پر ایک ایڈونچر فلم بنانے کے لئے جا رہے تھے۔ شمالی جنگل چونکہ خطروں سے بھرا ہوا تھا اس لئے انہیں آنوک سے حفاظت کے لئے بھاری اسلحہ لانے کی بھی اجازت مل گئی تھی۔ باقی جس سامان کی کمی تھی طارق نے آنوک سے اپنے طور پر وہ سب بھی حاصل کر لیا تھا۔ طارق نے کرنل فریدی کی سنجیدگی دیکھ کر کئی بار اسے کریدنے کی کوشش کی تھی لیکن کرنل فریدی ہارڈ سٹون تھا اور ہارڈ سٹون کو کریدنا اتنا آسان نہیں تھا۔

کیپٹن حمید نے بھی قاسم کا سہارا لے کر کئی بار زابیلا اور ہابیلا کے قریب آنے کی کوشش کی تھی لیکن دونوں لڑکیاں خود ہی ان سے

دور دور رہی تھیں جیسے ان کا سوائے کرنل فریدی کے کسی سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔ اس لئے کیپٹن حمید دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا اور جہاں وہ جاتا قاسم اس کے ساتھ ہی چمٹا رہتا تھا۔ انور اور رشیدہ ایک طرف تھے اور انور کا تو کام ہی فوٹو گرافی کرنا تھا وہ اس ایڈونچر سے بے حد خوش تھا۔ اس کے پاس ڈیجیٹل کیمرہ تھا جس میں ہیوی میموری کارڈ لگا ہوا تھا۔ جب سے سفر شروع ہوا تھا وہ ہر وقت تصویریں ہی بناتا رہتا تھا۔ ہریش، جگدیش اور انسپکٹر آصف الگ تھے اور روزا جس کا دوسرا نام ملیکا تھا، بے چاری تو نہ تین میں تھی اور نہ تیرہ میں۔ وہ زابیلا اور ہابیلا کو کرنل فریدی کے ساتھ دیکھ کر سائیڈ پر ہو گئی تھی۔ کرنل فریدی ان دونوں لڑکیوں کے نزدیک آنے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا اور گھنٹوں ان سے باتیں کرتا رہتا تھا وہ تینوں الگ تھلک جا کر سرگوشیوں میں باتیں کرتے تھے تاکہ کوئی ان کی باتیں نہ سن سکے۔

”تم یہاں ہو“...... اچانک آواز سن کر کرنل فریدی نے آنکھوں سے دوربین ہٹائی اور مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے قریب طارق کھڑا تھا۔

”ہاں۔ میں ساحل کی طرف دیکھ رہا ہوں“...... کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”بس پندرہ بیس منٹ کی بات ہے۔ پھر ہم ساحل پر ہوں گے“...... طارق نے کہا۔

''ساحل پر میں نے بہت سے جانور دیکھے ہیں۔ ان میں شیر، چیتے اور ہاتھی بھی ہیں''...... کرنل فریدی نے کہا اور طارق بے اختیار مسکرا دیا۔

''ہم شمالی جنگلوں میں جا رہے ہیں برخوردار۔ ان جنگلوں میں شیر، ہاتھی نہیں ہوں گے تو اور کہاں ہوں گے''...... طارق نے کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن ساحل پر''...... کرنل فریدی نے کہنا چاہا۔

''ساحل پر آنے والے جانور عموماً بے ضرر ہوتے ہیں۔ خونخوار درندوں کے ساتھ تم نے وہاں عام جانور بھی دیکھے ہوں گے جیسے ہرن، خرگوش اور ایسے بہت سے جانور جن کا شیر اور چیتے آسانی سے شکار کر سکتے ہیں''...... طارق نے کہا۔

''ہاں۔ ساحل پر ایسے جانور بھی نظر آ رہے ہیں''...... کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''بس تو پھر سمجھ لو کہ ان خونخوار درندوں کے پیٹ بھرے ہوئے ہیں۔ ساحلوں کی طرف جانور عموماً ہوا خوری اور دھوپ سینکنے کے لئے آتے ہیں اور اس وقت آتے ہیں جب ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوں۔ ساحلوں پر شکار کرنے والے درندوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے اسی لئے وہاں چھوٹے موٹے جانور بھی بے فکر رہتے ہیں''...... طارق نے جواب کہا۔

''ہاں۔ واقعی جنگلوں کے بارے میں آپ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ جنگلوں اور جانوروں کے بارے میں آپ

انسائیکلوپیڈیا ہیں''...... کرنل فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''میری ساری زندگی ان جنگلوں اور جنگلی جانوروں کے درمیان ہی گزری ہے۔ میں انسائیکلو پیڈیا تو نہیں البتہ ان کا جیوگرافیکل ایکسپرٹ ضرور بن گیا ہوں''...... طارق نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل فریدی بھی مسکرا دیا۔

''ساحل پر جو درندے موجود ہیں۔ کیا وہ ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''نہیں ساحلوں پر آنے والے شکاریوں کی فطرت سے جانور آگاہ ہوتے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ یہ جانور جنگل کے دوسرے جانوروں کی حفاظت کے لئے یہاں موجود ہوتے ہیں۔ ان کی نظریں سمندر پر ہوتی ہیں اور جب بھی انہیں دور سے کوئی لانچ یا اسٹیمر ساحل کی طرف آتا دکھائی دیتا ہے یہ فوراً جنگلوں میں بھاگ جاتے ہیں اور دوسرے جانوروں کو شکاریوں کے آنے کی اطلاع دیتے ہیں تاکہ شکاریوں سے بچنے کے لئے سب دور دور بھاگ جائیں''...... طارق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تب ٹھیک ہے۔ ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ شاید آغاز میں ہی ان جانوروں کو ساحل سے بھگانے کے لئے ہمیں ان پر حملہ کرنا پڑے گا''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کناروں کی طرف ہمیں جانوروں سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ خطرات آگے ہیں''...... طارق

نے کہا۔

''میں سمجھ گیا۔ آپ ہمارے ساتھ ہیں اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ ان خطرات سے ڈرنے والے اے جنگلات ہم نہیں ہیں''...... کرنل فریدی نے کہا اور طارق بے اختیار ہنس پڑا۔

''بڑے خوشگوار موڈ میں ہو''...... طارق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شاید سمندری ہواؤں کا اثر ہے''...... کرنل فریدی نے جواب دیا اور طارق ایک بار پھر ہنس دیا۔ اسی لمحے زابیلا چلتی ہوئی اسی طرف آ گئی۔ اسے دیکھ کر طارق کا منہ بن گیا۔ نجانے کیا بات تھی ان دونوں لڑکیوں کو طارق قطعی پسند نہیں کر رہا تھا۔ وہ ہر لمحے انہیں عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہتا تھا۔

''لو۔ آ گئی ہے تمہاری ہمدرد''...... طارق نے منہ بنا کر کہا اور پلٹ کر دوسری طرف چلا گیا۔ کرنل فریدی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

''یہاں کیا کر رہے ہو''...... زابیلا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''ساحل قریب آ رہا ہے۔ میں تمہیں یہ بتانے کے لئے آئی ہوں کہ ان جنگلوں کے جانوروں سے تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے اور ہابیلا کی موجودگی میں جنگل کا کوئی جانور

تمہارے قریب نہیں آئے گا''...... زابیلا نے کہا۔

''اچھی بات ہے''...... کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''لاشا کا جنگل یہاں سے تقریباً ستر کلو میٹر دور ہے۔ یہ سارا راستہ ہمیں آگے پیدل ہی چلنا ہو گا''...... زابیلا نے کہا۔

''کیا ان راستوں کے لئے تم رہنمائی کرو گی''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں اور ہابیلا اسی لئے تو آئی ہیں''...... زابیلا نے اثبات میں سر ہلا کر فریدی نے کہا۔

''ساحل سے دس کلومیٹر تک تو راستہ صاف ہے۔ اس سے آگے گھنا جنگل شروع ہو جاتا ہے۔ راستے میں پہاڑیاں، کھائیاں اور دلدلیں ہیں۔ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو جانوروں اور زہریلے کیڑوں مکوڑوں سے بچا لیں گی لیکن ان راستوں کو تمہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود پار کرنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں، میں اور ہابیلا تمہاری مدد نہیں کر سکیں گی''...... زابیلا نے کہا۔

''او کے۔ ان راستوں کو ہم خود ہی پار کر لیں گے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''اور ہاں۔ میں اور زابیلا تمہیں عام شیروں اور چیتوں سے بچا سکتی ہیں۔ یہاں سے پچاس کلومیٹر دور کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں سیاہ چمگادڑیں ہیں۔ جو زہریلی ہیں۔ ان کے علاوہ وہاں کالے ہاتھی، کالے چیتے اور سیاہ اژدہے موجود ہیں۔ ان خطرناک

جانوروں سے بھی بچانے میں ہم دونوں تمہاری مدد نہیں کر سکیں گی۔ اسی طرح کالے بھیڑیئے اور سیاہ رنگ کے مکڑوں کو بھی ہم تمہارے راستوں سے نہیں ہٹا سکیں گی۔ ان علاقوں سے بھی تم سب کو اپنے طریقوں سے گزرنا پڑے گا''...... زابیلا نے کہا۔

''تم فکر نہ کرو۔ ان خطروں سے طارق صاحب خود نپٹ لیں گے۔ وہ ان جنگلوں کے تمام اسرار اور خطرات سے واقف ہیں۔ اسی لئے میں انہیں ساتھ لایا ہوں''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''میں جانتی ہوں۔ تمہارا یہ شکاری ساتھی بے حد ذہین اور تیز طرار ہے۔ لیکن پھر بھی تمہیں آنے والے خطرات سے آگاہ کرنا میرا کام تھا''...... زابیلا نے کہا۔

''اور کون کون سے خطرات ہیں جن میں تم اور تمہاری بہن ہابیلا ہماری مدد نہیں کر سکتی''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''ان جنگلوں میں ہوبان نامی ایک وحشی قبیلہ رہتا ہے۔ ان ہوبانی وحشیوں کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ وہ جنگلوں میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ جہاں رات ہوتی ہے پڑاؤ ڈال دیتے ہیں۔ اگر ان ہوبانی وحشیوں کا اور تمہارا سامنا ہو گیا تو ہم یہاں نہیں رکیں گی ہمیں سب کی نگاہوں سے اوجھل ہونا پڑے گا۔ ان وحشیوں سے بھی بچنا تمہاری ذمہ داری ہے''...... زابیلا نے کہا۔

''کیوں۔ کیا وہ وحشی زیادہ خطرناک ہے''...... کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔ ہوبان قبیلے کے یہ وحشی گوشت خور ہیں۔ وہ جانوروں کے ساتھ ساتھ انسانوں کو بھی کھا جاتے ہیں اور خاص طور پر انہیں انسانی خون پسند ہے۔ ان کا تعلق بھی چونکہ شیطانی دنیا سے ہے اس لئے ہمیں ان کے سامنے آنے اور ان کے خلاف کام کرنے کی اجازت نہیں ہے''...... زابیلا نے کہا۔

''ان ہوبانی وحشیوں کی تعداد کتنی ہے اور ان کا سردار کون ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''وحشیوں کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے۔ ان کا سردار ہوبان ہے''...... زابیلا نے کہا۔

''کیا وہ مسلح ہیں''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''ہاں۔ ان کے پاس، تیر، تلوار، خنجر سب کچھ ہے۔ وہ طاقتور بھی ہیں''...... زابیلا نے بتایا۔

''تم کیا کہتی ہو۔ کیا ہوبانی وحشیوں اور ہمارا آمنا سامنا ہونے کا امکان ہے''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''آنے والے وقتوں میں کیا ہو گا اور کیا ہو سکتا ہے اسی کے بارے میں تمہیں میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ ہم دونوں بہنوں کے پاس قبل از وقت پیشن گوئی کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ہاں البتہ ہم دونوں بہنیں آنے والے خطروں سے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو چند لمحے قبل آگاہ ضرور کر سکتی ہیں تاکہ ان خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تم تیار رہ سکو''...... زابیلا نے کہا۔

”یہ بھی بہت ہے۔ اگر خطرات سے نپٹنے کے لئے ہمیں تھوڑا سا بھی وقت مل جائے تو ہم ہر خطرے کا آسانی سے مقابلہ کر لیں گے“...... کرنل فریدی نے کہا۔ ساحل آہستہ آہستہ قریب آتا جا رہا تھا اور واقعی جوں جوں اسٹیمر ساحل کے قریب جا رہا تھا۔ ساحل پر موجود جانوروں نے جنگل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسٹیمر ساحل کے کنارے سے جا لگا۔ جیسے ہی اسٹیمر ساحل سے لگا وہ سب اسٹیمر سے باہر آ گئے اور انہوں نے اسٹیمر سے اپنی ضرورت کے سامان کے تھیلے نکال لئے۔

”کیا ہمیں ریسٹ کرنے کے لئے یہاں کیمپ لگانے کی ضرورت ہے“...... طارق نے ان سب سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”نہیں۔ ہم سارے راستے آرام ہی کرتے آئے ہیں۔ اگر آپ ہمیں آگے لے جانا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے“...... کرنل فریدی نے کہا۔ اس کی تقلید میں قاسم کے سوا سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”پھریدی صاحب۔ اغر آپ اجاجت مجاجت دیں تو میں یہاں رک کر تھوڑا سا کچھ کھا پی لوں۔ بھوک سے میری جان نکلی جا رہی ہے اور مجھے ایسا لغ رہا ہے جیسے میرے پیٹ ویٹ میں ہاتھی غینڈے دوڑ رہے ہوں“...... قاسم نے مسمی سی صورت بنا کر کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”توبہ ہے تم سے۔ کتنا کھاؤ گے۔ سارے راستے فروٹس اور الم

غلم کھاتے ہی آئے ہو“...... انسپکٹر آصف نے منہ بنا کر کہا۔

”وہ سب میں نے اپنا دھیان اِدھر اُدھر رکھنے کے لئے کھایا تھا۔ پھریدی صاحب جانتے ہیں مجھے سمندر کے سفر سے کتنا کھوف آتا ہے اور میری ساری بھوک پیاس اُڑ جاتی ہے“...... قاسم نے کہا۔

”اب یہاں کیا کھاؤ گے تم۔ یہاں تو گھانس پھونس ہے۔ درخت ہیں یا پھر چٹانیں۔ کیا یہ سب کھا کر تمہارا پیٹ بھر جائے گا“...... انسپکٹر ریکھا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ سب جانور وانور کھاتے ہیں میں تو اپنے ساتھ کھانے کا بہت سامان لایا ہوں۔ میرا یہ تھیلا کھانے کے سامان سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سب تم کھا لینا۔ یہ میں کھا لوں غا“...... قاسم نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔ اس کی کمر پر واقعی بھاری بیگ تھا جو خشک میوں اور خشک کھانے کے ڈبوں سے بھرا ہوا تھا۔

”ابھی رہنے دو۔ تمہیں کھاتے دیکھ کر سب کو بھوک لگ جائے گی۔ جنگل میں جہاں ریسٹ کریں گے وہاں بیٹھ کر اطمینان سے اور پیٹ بھر کر کھا لینا“...... کیپٹن حمید نے کہا۔

”مغر وہ میری بھوک“...... قاسم نے کہا۔

”تمہاری بھوک تو سدا سے ہے یہ کبھی ختم نہیں ہو گی۔ تم ہاتھی اور دریائی گھوڑے بھی بھون کر کھا لو تب بھی نہیں“...... انور نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تو تم کو کیا سالے۔ میری بھوک ہے۔ ختم وتم ہو یا نہ ہو۔ تم کیوں مرے جا رہے ہو''...... قاسم نے اسے گھور کر کہا۔

''حمید ٹھیک کہہ رہا ہے۔ آگے چل کر اطمینان سے کھا لینا۔ تمہارے حصے کا تم سے کوئی نہیں کھائے گا''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''آپ کہہ رہے ہیں تو ٹھیک ہی ہو غا''...... قاسم نے مایوسی سے کہا۔

''تو چلو''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''یہاں ابھی کچھ دیر پہلے خاصے جانور دکھائی دے رہے تھے۔ اب یہاں ایک چھوٹا سا خرگوش بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے''...... روزا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''سب قاسم کو دیکھ کر بھاگ گئے ہیں۔ انہیں ڈر ہو گا کہ قاسم ان سب کو ہڑپ نہ کر جائے''...... انسپکٹر آصف نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیوں سالے۔ میں ان سالے جانوروں کو کیوں ہڑپ وڑپ کروں غا۔ میں کوئی جن ون ہوں کیا''...... قاسم نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

''جن نہیں ہو مگر کھانے پینے کے معاملے میں جنوں سے کم بھی نہیں ہو''...... انسپکٹر آصف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی بڑبڑاہٹ اتنی تیز تھی کہ اس کی آواز سب نے سن لی تھی۔

''اپنا منہ بند رکھو سالے۔ اگر میں جن ہوتا تو سب سے پہلے میں تمہیں ہی کھاتا۔ وہ بھی بھونے اور مرچ مصالحہ لگائے بغیر۔ سالے میں تمہاری ہڈیاں وڈیاں بھی چبا جاتا''...... قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

''اس کا کڑوا گوشت تمہیں شاید ہضم نہ ہوتا''...... کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا اور انسپکٹر آصف بھڑک اٹھا۔

''اپنا منہ بند رکھو۔ سمجھے تم۔ میرا گوشت کڑوا نہیں ہے''...... انسپکٹر آصف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''یہ تو تمہیں تب پتہ چلے گا جب جنگل کا کوئی درندہ تمہارا گوشت چکھے گا۔ میٹھا ہوا تو وہ سارا گوشت ہڑپ جائے گا ورنہ تھو تھو کر کے بھاگ جائے گا''...... کیپٹن حمید بھلا آسانی سے کہاں باز آنے والا تھا۔

''کیپٹن حمید''...... انسپکٹر آصف غرایا۔

''اس جنگل میں غرانے اور دھاڑنے والے جانوروں کی کمی نہیں ہے۔ تمہاری غراہٹ سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''کرنل فریدی۔ اسے سمجھا لو۔ ورنہ''...... انسپکٹر آصف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ورنہ۔ ورنہ کیا تم تیر کر واپس چلے جاؤ گے''...... کیپٹن حمید نے اسے چڑاتے ہوئے کہا۔

"حمید"...... کرنل فریدی نے انسپکٹر آصف کا چہرہ غصے سے سرخ ہوتے دیکھ کر کیپٹن حمید کو ڈانٹا۔

"اپنی اوقات میں رہو ورنہ کسی دن میں اپنے ریوالور کی ساری گولیاں تمہارے جسم میں اتار دوں گا"...... انسپکٹر آصف نے کہا۔ اسے کیپٹن حمید سے خدا واسطے کا بیر تھا اس لئے وہ بعض اوقات کرنل فریدی کی موجودگی کی بھی پرواہ نہیں کرتا تھا اور وہی کرتا تھا جو اس کے دل میں ہوتا تھا۔

"تمہاری دس گولیاں چلیں گی اور میرا کچھ بھی نہیں بگڑے گا جبکہ میری چلائی ہوئی ایک گولی تمہارے سر کے ٹکڑے اڑا دے گی"...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"ایسی بات ہے تو آؤ۔ دیکھتے ہیں کس کی گولی پر کس کی موت لکھی ہے"...... انسپکٹر آصف نے غرا کر کہا۔

"آصف۔ حمید۔ بس کرو اب۔ میں تم دونوں کو یہاں آپس میں لڑنے جھگڑنے کے لئے نہیں لایا ہوں۔ چلو اپنے اپنے بیگ اٹھاؤ۔ اور آگے بڑھو"...... کرنل فریدی نے غصے سے کہا اور کیپٹن حمید نے سر جھٹک کر نیچے پڑا ہوا اپنا سفری بیگ اٹھا لیا۔ انسپکٹر آصف نے بھی برا سا منہ بناتے ہوئے اپنا بیگ اٹھا کر کاندھوں پر ڈال لیا تھا۔ ان کی نوک جھونک سے بے بہرہ زابیلا اور اس کی بہن ہابیلا آگے بڑھ گئی تھیں۔ دونوں جھاڑیوں میں سے گزرتی ہوئیں درختوں کے جھنڈ کی طرف جا رہی تھیں۔

"بڑی نڈر لڑکیاں ہیں"...... طارق نے کہا اور کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ان سے کہو کہ یہ ہمارے ساتھ رہیں۔ ان کے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے۔ اس طرح آگے چلنا ان کے لئے خطرناک ہو سکتا ہے"...... طارق نے کہا۔

"یہ شاید میری بھی نہیں مانیں گی"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"کیوں۔ اگر انہوں نے تمہاری بات نہیں ماننی ہے تو یہ تمہارے ساتھ کیوں آئی ہیں"...... طارق نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پتہ نہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں انہیں کسی بھی بات کو منوانے پر مجبور نہیں کر سکتا"...... کرنل فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"حیرت ہے۔ ان کے انداز اور تمہاری بات سے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے تم نہیں بلکہ یہ ہمیں لیڈ کرنا چاہتی ہیں"...... طارق نے اسی انداز میں کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ آپ ان کی فکر چھوڑیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ یہ اپنی حفاظت خود کرنا جانتی ہیں"...... کرنل فریدی نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"یہ خونخوار جنگل ہے برخوردار۔ یہاں بڑا شکاری بھی مار کھا سکتا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ یہ نازک سی لڑکیاں اپنی حفاظت خود کریں گی"...... طارق نے کہا۔ اس کے لہجے میں بدستور حیرت تھی۔

"آپ نہیں سمجھیں گے"...... کرنل فریدی نے سر جھٹک کر کہا۔

"کیا نہیں سمجھوں گا"...... طارق نے کہا۔

"طارق صاحب پلیز۔ آپ آگے بڑھتے رہیں۔ ہم آپ کو فالو کر رہے ہیں نا"...... کرنل فریدی نے ناگوار لہجے میں کہا۔ اب وہ طارق کو کیا سمجھاتا کہ زابیلا اور ہابیلا کون ہیں۔ ان ذریتوں کو اپنے پاس اسلحہ رکھنے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی۔ وہ آگے آگے جا رہی تھیں تاکہ جنگل کے جانور انہیں دیکھ کر دور دور بھاگ جائیں۔

"ہونہہ۔ لگتا ہے۔ ان کے بارے میں تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو"...... طارق نے کہا۔

"اب آپ خواہ مخواہ بال کی کھال نکال رہے ہیں۔ میں نے کہا تو ہے کہ آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ انہیں کچھ نہیں ہو گا"...... کرنل فریدی نے بیزاری سے کہا اور طارق حیرت زدہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا کیونکہ کرنل فریدی اس کی دل سے عزت کرتا تھا اور اس نے پہلے کبھی اس انداز میں اس سے بات نہیں کی تھی۔ طارق نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اچانک آگے بڑھتی ہوئیں زابیلا اور ہابیلا یوں ٹھٹھک گئیں جیسے اچانک ان کے سامنے خونخوار درندہ آ گیا ہو۔ انہیں رکتے دیکھ کر کرنل فریدی بھی رک گیا اور اس کے رکتے ہی باقی سب بھی رک گئے۔ اسی لمحے زابیلا مڑی اور تیر کی طرح تیزی سے کرنل فریدی کی طرف آ گئی۔

عمران، جوزف کے کہنے کے مطابق سلیمان اور سات ممبران کو لے کر بذریعہ طیارہ سوڈان، نیمبیا اور چاڈ سے ہوتا ہوا افریقہ کے شمالی ملک زگوریا پہنچا تھا۔ زگوریا گو اتنا بڑا ملک نہیں تھا لیکن یہاں ضرورت کا ہر سامان آسانی سے مل سکتا تھا اس لئے عمران نے چند روز زگوریا کے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور جوزف کے ساتھ ضرورت کا سامان اکٹھا کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

زگوریا افریقہ کا ہی ایک چھوٹا سا ملک تھا لیکن اس ملک میں موساؤ جیسے حکمران باغیوں کی بہتات تھی اس لئے اس ملک میں لاقانیت کی انتہا تھی۔ اس ملک میں بڑے سے بڑا کریمینل آ کر آسانی سے پناہ گزین ہو جاتا تھا اور اس ملک میں منشیات اور اسلحے کا بے دریغ استعمال ہوتا تھا۔ یہی وہ ملک تھا جہاں افریقہ کے دوسرے ممالک میں خونریزی اور منشیات پیدا کرنے والے مختلف

گروپس کام کرتے تھے۔ جو لوٹ مار، دنگا فساد اور نسلی فسادات کرانے میں پیش پیش رہتے تھے۔ اس ملک میں چونکہ سیاحوں کی کوئی کمی نہیں تھی اس لئے عمران اور اس کے ساتھیوں پر اس ملک میں کوئی قدغن نہیں لگایا گیا تھا۔ ان کے ساتھ جوزف تھا جو ان جیسے لوگوں کو سمجھانا اور ان سے نپٹنا بخوبی جانتا تھا۔

عمران اور جوزف نے مل کر جنگلوں میں کام آنے والا سامان اور وافر مقدار میں اسلحہ حاصل کیا اور پھر وہ سب دو بڑی جیپوں میں شمالی جنگلوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان جنگلوں کی طرف جانے والا یہ راستہ طویل ضرور تھا لیکن جوزف کے کہنے کے مطابق ان راستوں سے گزر کر وہ بہت سے جنگلی خطرات سے بچ سکتے تھے۔ ویسے بھی یہ راستے سمندری راستوں سے زیادہ طویل نہیں تھے۔ سمندری سفر کی بجائے ان راستوں سے ہوتے ہوئے وہ جلد شمالی جنگلوں میں پہنچ سکتے تھے۔ اسی لئے عمران نے بھی بائی روڈ سفر کو ہی ترجیح دی تھی۔ البتہ انہیں وہاں سے سفر کے لئے پرانی جیپیں ہی مل سکی تھیں۔

ایک جیپ میں عمران، جوزف، سلیمان، صفدر اور جولیا تھی جبکہ دوسری جیپ میں چوہان، نعمانی، خاور اور صدیقی کے ساتھ تنویر موجود تھا۔ اگلی جیپ کی ڈرائیونگ جوزف کے ہاتھوں میں تھی اور پچھلی جیپ تنویر ڈرائیو کر رہا تھا۔ دونوں جیپیں ایک طویل اور کھلی سڑک پر نہایت تیز رفتاری سے دوڑی چلی جا رہی تھیں۔ سڑک

کے دونوں اطراف کھیتوں کے طویل سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ یہ سڑک مضافات سے ہوتی ہوئی شمالی جنگلوں کی طرف جاتی تھی اس لئے وہاں نہ ہونے کے برابر ٹریفک تھی۔ ہر طرف خاموشی اور ویرانی سی چھائی ہوئی تھی۔ سڑک پر دوڑتی ہوئی جیپوں کے انجنوں کی آواز کے سوا دوسری کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

''ان راستوں سے ہم شمالی جنگلوں میں کب تک پہنچ جائیں گے''...... صفدر نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''جنگلوں کا سلسلہ یہاں سے چار سو کلو میٹر دور ہے۔ اگر راستے میں جیپ نے دھوکہ نہ دیا تو ہم چار گھنٹوں میں وہاں پہنچ سکتے ہیں''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جیپ نے کیا دھوکہ دینا ہے۔ ٹھیک ٹھاک تو بھاگ رہی ہے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''پرانی جیپیں ہیں۔ ان کے انجن کبھی بھی خراب ہو سکتے ہیں اور اگر ان کی بیٹریاں ڈاؤن ہو گئیں تو مشکل ہو جائے گی''...... جوزف نے کہا۔

''تمہارے دماغ کی بیٹریاں تو ہر وقت ڈاؤن ہی رہتی ہیں لیکن میں نے پھر بھی تمہیں کسی مشکل کا شکار ہوتے نہیں دیکھا''...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

''تم اس قدر جلے کٹے لہجے میں کیوں بول رہے ہو۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے تمہاری دم پر غلطی سے جوزف کا پاؤں آ گیا

ہو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ جوزف کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ باقی تینوں پچھلی سیٹوں پر تھے۔

''آپ تو بات ہی نہ کریں صاحب۔ ایک تو آپ زبردستی مجھے اس کالئے کے ساتھ یہاں لے آئے ہیں۔ میں ٹھہرا ایک معمولی خانساماں جو ایک بار غلطی سے جاسوس خانساماں بن گیا تھا اس کے بعد تو آپ نے مجھے خواہ مخواہ اپنے معاملوں میں گھسیٹنا شروع کر دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں آخر مجھے ان گھنے اور خوفناک جنگلوں میں ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے''...... سلیمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں یہاں جاسوس کے طور پر نہیں ایک خانساماں کی حیثیت سے لایا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''وہی تو پوچھ رہا ہوں۔ کیوں۔ میرا درندوں، جانوروں اور درختوں سے کیا تعلق ہے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''بہت کام ہے پیارے۔ اتنا بڑا کام جو ہم میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا''...... عمران نے کہا۔

''مثال کے طور پر''...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

''ہم ان جنگلوں میں پہلے بھی کئی بار آ چکے ہیں۔ یہاں ہمیں کوئی اور مسئلہ ہو یا نہ ہو لیکن کھانے پکانے کا بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ جنگلی اور کڑوے پھل کھا کھا کر ہمارے دماغوں کے ساتھ ساتھ معدے بھی چوپٹ ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے موٹے جانوروں کا

ہم شکار تو کر سکتے ہیں مگر ہمیں انہیں ذبح کر کے پکانا اور بھونا نہیں آتا۔ کبھی گوشت کچا رہ جاتا تھا تو کبھی جل کر سیاہ ہو جاتا تھا۔ بدمزہ جڑی بوٹیوں سے تو تمہاری کھائی ہوئی ماش کی دال ہی اچھی ہوتی ہے اور پھر ان جنگلوں میں آ کر خاص طور پر میں تو چائے پینے کو ترس ہی جاتا ہوں۔ یہ سب کام ایسے ہیں جو صرف تم ہی کر سکتے ہو''...... عمران کہتا چلا گیا۔

''مطلب یہ کہ مجھے یہاں صرف کھانے پکانے کے لئے لایا گیا ہے''...... سلیمان نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن ان جنگلوں میں ماش کی دال اور گھیا توری تو ملے گی نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اور کچھ نہیں تو تم ہمیں شتر مرغ کے انڈے ابال کر دے ہی دو گے''...... عمران نے کہا اور صفدر اور جولیا ہنس دیئے۔ جوزف کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی جبکہ سلیمان شتر مرغ کے انڈوں کا سن کر برے برے منہ بنانے لگا۔

''شتر مرغ کے انڈے ابالنا کون سا مشکل کام ہے۔ یہ کام تو آپ خود اور مس جولیا بھی کر سکتی ہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے میں جولیا کو یہاں شتر مرغ کے انڈے ابالنے کے لئے لایا ہوں''...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تو اور کس لئے لائے ہیں انہیں ساتھ''...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

''کیوں جولیا۔ بتا دوں''...... عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے

ہوئے آہستگی سے پوچھا۔

''کیا مطلب۔ کیا بتا دوں''...... جولیا نے چونک کر اس کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ۔ وہ۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے۔ وہ''...... عمران نے اسے گھورتے دیکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

''کیا وہ۔ وہ۔ اب بولو''...... جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

''کک۔ کک۔ کچھ نہیں۔ اگر میں نے کچھ کہہ دیا تو تمہارا بھائی جو بڑے محافظ کی طرح ہمارے پیچھے آ رہا ہے مجھے گولی مار دے گا''...... عمران نے اسی طرح سہم جانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں بتاؤ گے تو میں تمہیں گولی مار دوں گی''...... جولیا نے اس کی طرف مصنوعی غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یا الٰہی خیر۔ اب میں کیا کروں۔ ادھر کنواں ہے اور ادھر کھائی۔ بتاتا ہوں تو تنویر گولی مارتا ہے اور نہیں بتاتا تو جورو۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے جولیا''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔ صاف صاف بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو''...... جولیا نے کہا۔

''کیا صاف صاف بتاؤں''...... عمران نے ہونقوں کے انداز میں پوچھا۔

''مجھے ساتھ کیوں لائے ہو''...... جولیا نے کہا۔

''جانوروں سے بچنے کے لئے''...... عمران نے کہا۔

''جانوروں سے بچنے کے لئے۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا''...... جولیا نے حیران ہو کر کہا۔ جیسے وہ عمران کی بات کا مطلب نہ سمجھی ہو۔

''وہ میں نے سنا ہے کہ خوبصورت لڑکیاں اگر ساتھ ہوں تو جنگل کے جانور مجھ جیسے عام اور سیدھے سادے آدمی کے قریب نہیں آتے''...... عمران نے اسی طرح سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور صفدر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ سلیمان اور جوزف بھی مسکرا دیئے تھے جبکہ جولیا اسے ترچھی نظروں سے گھورنا شروع ہو گئی تھی جیسے اسے عمران سے کسی ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔

''آپ میری باتیں گول کر رہے ہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''تو کیا کروں۔ انہیں چوکور کرنے سے تو رہا''...... عمران نے بے چارگی سے کہا۔

''مجھے بتائیں۔ مجھے خطرناک اور پراسرار جنگلوں میں کیوں لے جایا جا رہا ہے''...... سلیمان کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''جنگل آنے دو۔ پھر بتا دوں گا''...... عمران نے کہا۔

''جنگل میں کیوں۔ یہاں کیوں نہیں بتا دیتے''...... سلیمان نے کہا۔

''ابھی مجھے نیند آ رہی ہے۔ نیند کے عالم میں، میں نے کچھ الٹا

سیدھا بول دیا تو تم چلتی ہوئی جیپ سے باہر چھلانگ لگا دو گے''...... عمران نے کہا اور سیٹ سے ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں موند لیں۔

''کیوں۔ ایسی کیا بات ہے کہ میں چلتی ہوئی جیپ سے کود جاؤں گا''...... سلیمان نے تیز لہجے میں کہا۔

''عمران صاحب۔ کیا آپ نے سلیمان کو بتایا نہیں تھا کہ ہم افریقہ کے شمالی جنگلوں میں کیوں جا رہے ہیں''...... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''خانساماں کو کھانے پکانے سے مطلب ہوتا ہے۔ جنگلوں میں لے جا کر میں اس سے ماش کی دال پکواؤں یا ہاتھی اور گینڈے کی رانیں روسٹ کراؤں۔ اسے اور تمہیں کیا اعتراض ہے''...... عمران نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

''گینڈے اور ہاتھی تو میں روسٹ نہ کر سکوں لیکن کسی دن میرا داؤ چل گیا تو میں اس کالئے کے آپ کو چھتر کباب تل کر ضرور کھلاؤں گا''...... سلیمان نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ اس کے چپل کباب کو چھتر کباب کہنے پر صفدر اور جولیا ہنس پڑے۔

''کیوں۔ میرے چھتر کباب کیوں بناؤ گے تم۔ میں نے تمہیں کیا کہا ہے''...... جوزف نے سر گھما کر اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں جانتا ہوں۔ مجھے ساتھ لانے میں تم نے ہی صاحب کے

کان بھرے ہوں گے''...... سلیمان نے جل کر کہا۔ عمران اور جوزف نے واقعی اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ عمران نے اسے تیار ہو کر ساتھ چلنے کا حکم دیا تھا اور بس۔ سلیمان بے چارہ حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق ان کے ساتھ چل پڑا تھا۔ بے ہوشی کے بعد اسے یہ تک یاد نہیں رہا تھا کہ فلیٹ میں اس کے پاس ایک نومولود بچہ آیا تھا اور اس نے اس بچے کے لئے کیا کیا تھا اور بچہ دھواں بن کر کس طرح اس کے ذہن اور اعصاب پر سوار ہو گیا تھا۔

عمران نے دانش منزل جا کر بلیک زیرو کو بھی ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا جو یہ سن کر پریشان ہو گیا تھا کہ عمران ممبران کے ساتھ ڈارک ورلڈ میں جنات کے مقابلے کے لئے جا رہا ہے۔ اس نے عمران کو سمجھانے اور روکنے کی بے حد کوشش کی تھی لیکن ایک تو تین معصوم اور ننھے بچوں کی زندگیاں خطرے میں تھیں اور دوسرے موکات اور تابوش کا شیطانی منصوبہ بے حد بھیانک اور خوفناک تھا۔ انسانیت کی بقاء کے لئے عمران بھلا وہاں کیسے رک سکتا تھا۔ اس نے ممبران کو کال کر کے دانش منزل میں بلایا اور انہیں کھل کر ساری حقیقت سے آگاہ کر دیا۔

سیکرٹ سروس کے ممبران کا یہ شیطانی دنیا کے خلاف پہلا مشن نہیں تھا۔ وہ پہلے بھی کئی شیطانی معاملات میں معرکہ آراء ہو چکے تھے اور پھر ان کے ساتھ جوزف جیسا انسان بھی موجود تھا جو اپنی صلاحیتوں اور اپنی ذہانت کے بل بوتے پر بڑے بڑے شیطانوں کو

Scanned and Uploaded By

نیست و نابود کر چکا تھا اس لئے انہوں نے عمران کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی تھی اس کے لئے عمران نے ان کے سامنے باقاعدہ ایکسٹو سے منظوری بھی لے لی تھی تاکہ ان کے دلوں میں عمران کے لئے کوئی شک پیدا نہ ہو سکے کہ عمران اپنے طور پر انہیں کیسے کسی مشن پر اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ ان کا سفر جاری تھا جیپیں تیزی سے دوڑتی ہوئیں کئی میدانی اور پہاڑی علاقے کراس کر چکی تھیں۔ اب وہ ایک ایسے پہاڑی علاقے میں داخل ہو رہے تھے جہاں سڑک نہ صرف کچی پکی اور لینڈ سلائڈنگ کی وجہ سے جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی بلکہ پہاڑیوں اور ٹیلوں کے ارد گرد بل کھاتی ہوئی گزر رہی تھی۔ اس سڑک کے دونوں اطراف پہاڑیاں بھی تھیں اور گہری کھائیاں بھی۔

سڑک چونکہ خستہ حال تھی اس لئے انہوں نے جیپ کی رفتار کم کر دی تھی۔ کم رفتار ہونے کے باوجود جیپیں ٹوٹی ہوئی سڑک پر اچھلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔ پھر ایک پہاڑی موڑ مڑنے کے کچھ دیر کے بعد جوزف نے بریک لگا کر اچانک جیپ روک دی۔ اس سارے سفر کے دوران عمران واقعی آنکھیں بند کئے آرام کرتا آیا تھا۔ پچھلی سیٹوں پر صفدر، جولیا اور سلیمان بھی خاموش تھے۔ جیپ رکتے ہی وہ سب چونک پڑے۔

"کیا ہوا۔ پیٹرول ختم ہوا ہے یا ہمارا سفر"...... عمران نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

"سامنے دیکھیں باس"...... جوزف نے کہا اور عمران سیدھا ہو کر ونڈ سکرین سے سامنے دیکھنے لگا اور پھر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ سامنے ایک بڑی اور گہری کھائی تھی۔ جس پر گزرگاہ کے لئے لکڑیوں کا ایک پل بنا ہوا تھا۔ اس پل کے سوا کھائی سے گزرنے کا دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ دائیں بائیں پہاڑیاں تھیں۔ پل خاصا پرانا تھا اور انتہائی خستہ حال دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے جگہ جگہ سے تختے ٹوٹے ہوئے تھے۔ خاص طور پر پل کا درمیانی حصہ اس بری طرح سے ٹوٹا ہوا تھا کہ پل سے جیپ کا گزرنا محال تھا۔ عمران چند لمحے ٹوٹے ہوئے پل کو دیکھتا رہا اور پھر وہ جیپ سے اچھل کر نیچے آ گیا۔ اس کے جیپ سے نکلتے ہی جوزف، جولیا اور صفدر بھی باہر آ گئے۔ تنویر نے بھی جیپ روک لی تھی۔ وہ سب بھی جیپ سے نکل آئے تھے۔ عمران آہستہ آہستہ پل کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک چٹان پر چڑھ کر اس نے کھائی میں جھانکا۔ کھائی بے حد گہری تھی، نیچے بڑے دھارے کی شکل میں پانی گزر رہا تھا۔

"پل کی حالت تو بہت خراب ہے۔ ہم اس پر سے جیپ سمیت نہیں گزر سکتے"...... صفدر نے پل کی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔

"پل جس قدر خستہ ہے اس پر سے ہمارا پیدل چلنا بھی محال ہو گا"...... جولیا نے کہا۔

"تو پھر ہم دوسری طرف کیسے جائیں گے"...... تنویر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"جنگل یہاں سے کتنی دور ہے"...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں ہے باس۔ ہم پل سے گزر جائیں تو دوسری طرف چند چھوٹی موٹی پہاڑیاں ہیں۔ ان پہاڑیوں کی دوسری طرف جنگل کی شروعات ہوتی ہے"...... جوزف نے کہا۔

"جیپوں نے ہمارا جتنا ساتھ دینا تھا دے دیا ہے۔ اب اپنا سامان اٹھاؤ۔ ہم پیدل ہی آگے جائیں گے"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا اس خستہ حال پل سے ہمارا گزرنا آسان ہو گا"...... چوہان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"آسان نہیں تو مشکل تو ہو گا ہی۔ ہمیں آگے جانا ہے۔ یہاں رک کر انتظار کریں تب بھی پل خود بخود مضبوط نہیں ہو جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"تب پھر ایک ایک کر کے ہم اس پل سے گزریں گے۔ ایک شخص کا وزن یہ ٹوٹا پھوٹا پل ضرور سہار لے گا"...... نعمانی نے کہا۔

"ہاں۔ پل کی رسیاں مضبوط نظر آ رہی ہیں۔ صرف تختے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ان ٹوٹے ہوئے تختوں سے بچ کر ہم آگے جا سکتے ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"تو پہلے کون جائے گا"...... خاور نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا قد کاٹھ زیادہ ہے اور میں آپ سب سے زیادہ وزنی ہوں۔ پہلے اس پل سے میں گزروں گا۔ اگر یہ میرا وزن سہار گیا تو پھر آپ میں سے کسی کے لئے مشکل نہیں ہو گی"...... جوزف نے آگے آتے ہوئے کہا۔

"یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ جوزف اس پل سے گزر گیا تو پھر واقعی ہمارے لئے مشکل نہیں ہو گا"...... جولیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مناسب تو رہے گا لیکن اگر جوزف کو کچھ ہو گیا تو ہمارے لئے آگے کا سفر مشکل ہو جائے گا۔ ابھی ہمیں جنگلوں میں جا کر جنگلوں کے خطرات اور اسرار سے بھی نبرد آزما ہونا ہے اور جوزف کے بغیر ہمارا سفر خطرناک حد تک مشکل ہو سکتا ہے"...... صفدر نے کہا۔

"جو بھی ہے۔ جب اوکھلی میں سر دے دیا ہے تو موصلوں سے کیا ڈرنا۔ جو ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اسے نہ تم بدل سکتے ہیں اور نہ میں"...... جولیا نے کہا۔

"بہت بڑی بڑی باتیں کر رہی ہو۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے میری طبیعت کو"...... جولیا نے اسے گھور کر کہا۔

"پپ۔ پپ۔ پتہ نہیں۔ تنویر سے پوچھ لو"...... عمران نے مسمسی

سی صورت بنا کر ہکلاتے ہوئے کہا۔

''چھوڑیں مس جولیا۔ اس کی احمقانہ باتوں پر توجہ نہ دیں۔ جوزف تم رکو۔ میں آگے جاتا ہوں''...... تنویر نے منہ بنا کر پہلے جولیا سے اور پھر جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور پلٹ کر جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ جیپ کی عقبی سیٹ سے اس نے اپنا مخصوص بیگ اٹھایا اور اسے کاندھوں پر ڈال کر واپس آ گیا۔

''میں جا رہا ہوں۔ میرے بعد جس نے آنا ہو آ جائے''...... تنویر نے کہا اور پل کی طرف بڑھ گیا۔

''رکو تنویر۔ پہلے جوزف کو جانے دو''...... اچانک عمران نے سخت لہجے میں کہا اور تنویر کے اٹھتے ہوئے قدم رک گئے۔

''کیوں۔ میں پہلے جاؤں گا تو کیا ہو جائے گا''...... تنویر نے پلٹ کر اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''عمران ٹھیک کہہ رہا ہے تنویر۔ جوزف کے جانے سے ہمیں پل کی مضبوطی کا صحیح اندازہ ہو جائے گا''...... جولیا نے کہا اور تنویر منہ بناتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ عمران نے جوزف کو اشارہ کیا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلایا اور جیپ سے اپنا بیگ نکال کر اسے کاندھوں پر ڈالتے ہوئے پل کی جانب بڑھنے لگا۔ اس نے آگے جا کر چٹانوں میں دھنسے ہوئے لکڑی کے پلروں کو ہلا جلا کر دیکھا جن پر پل کی رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ پلرز مضبوط تھے۔ جوزف نے سائیڈ کی رسی پکڑی اور پھر اس نے ایک تختے پر پاؤں رکھ دیا۔ پل لچکدار

تھا۔ جوزف کے پاؤں رکھتے ہی پل ہلنے لگا۔ جوزف رسی پکڑے ہوئے احتیاط سے قدم رکھتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ ان سب کی نظریں ان تختوں پر ہی جمی ہوئی تھیں جن پر جوزف پاؤں رکھتا ہوا احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔

دس بارہ تختوں پر سے جوزف آسانی سے گزر گیا تھا۔ اس نے جیسے ہی اگلے تختے پر پاؤں رکھا تختہ کڑک کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا۔ تختہ ٹوٹتے ہی جوزف کو جھٹکا سا لگا اور وہ بمشکل گرتے گرتے سنبھلا۔ تختے کو اس طرح ٹوٹتے دیکھ کر ان سب کے سانس جیسے سینوں میں اٹک گئے تھے۔ جوزف نے خود کو سنبھالا اور پھر اس نے احتیاط سے اگلے تختے پر قدم رکھ دیا۔

''احتیاط کرو جوزف''...... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ جوزف نے پلٹ کر عمران کی طرف دیکھا اور دھیرے سے مسکرا کر اگلے تختے پر آ گیا۔ اس طرح وہ مزید دو تین تختوں سے گزر گیا۔ آگے تختے غائب تھے۔ پل کا خلاء تقریباً دس فٹ کا تھا۔ جوزف نے دائیں طرف رسے کو دونوں ہاتھوں سے تھاما اور اس نے آہستہ آہستہ اپنا جسم اوپر اٹھاتے ہوئے رسے کے ساتھ لٹک کر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ رسے کو پکڑنے اور اس سے لٹکنے کی وجہ سے پل پر دائیں طرف دباؤ بڑھ گیا جس سے پل اسی طرف جھک گیا تھا۔ وہ سب سانس روکے خاموشی سے جوزف کو رسے سے جھولتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ پل بری طرح سے ہل رہا تھا اور اسے جھٹکے

لگ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر عمران تیزی سے آگے بڑھا اور پل کے تختوں پر بائیں جانب آ گیا۔

''اس طرف آ جاؤ سب۔ ہمیں پل کا بیلنس بنانا ہے۔ ہری اَپ''...... عمران نے کہا اور وہ سب تیزی سے پل پر آ گئے۔ اس طرف چونکہ تختے مضبوط تھے اس لئے وہ بے فکر تھے۔ انہوں نے بائیں طرف اپنا وزن ڈال دیا تھا جس سے پل کا توازن درست ہو گیا تھا اور اب جوزف آسانی سے رسے پر لٹکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ خلاء وہ پار کر چکا تھا۔ اس نے مڑ کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا پھر وہ دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ اسی لمحے اچانک انہوں نے کڑکڑاہٹ کی تیز آوازیں سنیں۔ انہوں نے چونک کر چٹانوں پر لگے ہوئے پل کی پلروں کی طرف دیکھا تو ان کے رنگ زرد ہو گئے۔ ان کے وزن سے پلر جھک گئے تھے اور کمان کی طرح مڑ کر ٹوٹتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔

''اوہ۔ واپس چلو جلدی۔ ورنہ یہ پلر ٹوٹ جائیں گے''...... عمران نے چیختے ہوئے کہا۔ اس نے چھلانگ لگا کر چٹان پر آنا چاہا مگر اچانک دونوں پلر زوردار کڑاکوں سے ٹوٹ گئے۔ پلر ٹوٹے اور وہ سب پل سمیت کھائی میں گرتے چلے گئے۔ ماحول ایک ساتھ کئی چیخوں کی آوازوں سے گونج اٹھا۔

زابیلا نے کرنل فریدی کا ہاتھ پکڑا اور اسے تیزی سے ایک طرف کھینچتی لے گئی۔

''میرے ساتھ آؤ۔ جلدی''...... اس نے تیز لہجے میں کہا اور کرنل فریدی اس کے ساتھ چل پڑا۔ کرنل فریدی کو اس طرح لڑکی کے ساتھ جاتے دیکھ کر طارق اور کیپٹن حمید نے برے برے منہ بنانے شروع کر دیئے تھے۔

''کیا ہوا۔ اس قدر گھبرائی ہوئی کیوں ہو''...... کرنل فریدی نے کچھ دور آ کر زابیلا سے پوچھا۔

''آگے خطرہ ہے''...... زابیلا نے کہا۔

''کیسا خطرہ''...... کرنل فریدی نے چونک کر کہا۔

''درختوں کے اس جھنڈ کی طرف سرخ آنکھوں والے سیاہ گوریلے ہیں''...... زابیلا نے سامنے درختوں کے جھنڈ کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''سرخ آنکھوں والے گوریلے۔ کیا مطلب''...... کرنل فریدی نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ ہاں وہ سرخ آنکھوں والے گوریلے ہیں۔ وہ انتہائی خونخوار اور خطرناک ہے۔ انہوں نے تم سب کو دیکھ لیا ہے۔ وہ درختوں پر تمہاری گھات میں چھپ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی تم آگے جاؤ گے وہ خونخوار درندے تم سب پر ٹوٹ پڑیں گے''...... زابیلا نے کہا۔

''اوہ۔ اگر ایسی بات ہے تو ہم راستہ بدل دیتے ہیں''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''نہیں۔ اس طرف آگے جانے کا یہی راستہ ہے۔ دائیں بائیں دوسرے راستوں پر خاردار جھاڑیاں ہیں جو زہریلی بھی ہیں''...... زابیلا نے کہا۔

''تو کیا ہم یہیں رک کر انتظار کریں۔ کیا گوریلے اس طرف نہیں آئیں گے''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''تم یہیں رکو یا آگے بڑھو۔ گوریلے تم سب کا شکار کرنے آئے ہیں۔ وہ تم پر حملہ ضرور کریں گے''...... زابیلا نے کہا۔

''کتنی تعداد ہے ان کی''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''دس گوریلے ہیں انتہائی طاقتور اور جسیم''...... زابیلا نے اسی انداز میں جواب دیا۔

''تم نے اور تمہاری بہن نے دوسرے جانوروں کو دور دور بھگا دیا ہے تو ان گوریلوں کو بھی یہاں سے بھگا دو''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''نہیں ہم انہیں یہاں سے نہیں بھگا سکتیں''...... زابیلا نے کہا۔

''کیوں۔ کیا یہ گوریلے تم دونوں سے نہیں ڈرتے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''نہیں۔ ہم روشن علاقے میں ہیں۔ روشن حصوں کے سیاہ جانور ہم سے نہیں ڈرتے۔ خاص طور پر وہ جانور جو سیاہ ہوں اور جن کی آنکھیں سرخ ہوں''...... زابیلا نے کہا۔

''روشن حصے۔ میں سمجھا نہیں''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''میرا مطلب ہے جہاں روشنی ہوتی ہے۔ ان روشن جنگلوں اور ایسے علاقوں میں رہنے والے سیاہ رنگ اور سرخ آنکھوں والے جانور ہمیں بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں''...... زابیلا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اور تم نے کہا تھا کہ جب ایسے جانور آئیں گے تو تم دونوں غائب ہو جاؤ گی''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''ہاں۔ ہم تمہارے ساتھیوں کی نظروں میں عام انسان ہیں۔ اگر ہم ان کے سامنے غائب ہوئیں تو انہیں ہماری حقیقت کا پتہ چل جائے گا اور میں ابھی نہیں چاہتی کہ انہیں ہمارے بارے میں کچھ معلوم ہو اس لئے میں اور ہابیلا بھاگ کر درختوں کے جھنڈ کی

طرف جائیں گی۔ اس سے پہلے کہ سیاہ گوریلے ہم پر حملہ کریں ہم دونوں غائب ہو جائیں گی اور پھر تم آگے جانا اور ان گوریلوں کا مقابلہ کر کے انہیں ہلاک کر دینا۔ گوریلوں کے ہلاک ہوتے ہی میں واپس آ جاؤں گی''...... زابیلا رکے بغیر بولتی چلی گئی۔

''صرف تم واپس آؤ گی۔ ہابیلا نہیں''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''نہیں وہ نہیں آئے گی۔ وہ دوسری طرف جا رہی ہے''...... زابیلا نے کہا۔

''دوسری طرف۔ دوسری طرف کہاں''...... کرنل فریدی نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تمہارے دشمن آ رہے ہیں۔ جب تک تمہارا اور ان کا سامنا ہو گا اس وقت تک وہ بہت آگے آ چکے ہوں گے اس لئے ہماری بھی یہ کوشش ہو گی کہ انہیں آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ ہابیلا انہیں اپنے طور پر روکنے کی کوشش کرے گی۔ وہ ان کے سامنے نہیں جائے گی لیکن وہ ان پر ایسے وار ضرور کر سکتی ہے جو ان سب کے لئے جان لیوا ثابت ہوں''...... زابیلا نے کہا۔

''دشمن۔ تمہارا مطلب ہے عمران اور اس کے ساتھی''...... کرنل فریدی نے چونک کر کہا۔

''ہاں''...... زابیلا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو''...... کرنل فریدی نے کاندھے

اچکاتے ہوئے کہا۔

''اب تم اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ اور انہیں گوریلوں کے بارے میں بتا دو تاکہ یہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو سکیں''...... زابیلا نے کہا اور کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گیا جبکہ زابیلا واپس ہابیلا کی طرف چلی گئی تھی۔

''کیا کہہ رہی تھی یہ مادام نمبر ایک''...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی کو واپس آتے دیکھ کر بڑے کڑوے لہجے میں کہا۔

''مادام نمبر ایک۔ کیا مطلب''...... کرنل فریدی نے حیران ہو کر کہا۔

''دونوں ہم شکل ہیں اس لئے ایک مادام نمبر ایک ہے اور دوسری مادام نمبر دو''...... کیپٹن حمید نے کہا اور اس کی بات سن کر ان سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''سالے۔ مادام نمبر ایک مادام نمبر دو مت کہو۔ ایک سالی فل فلوٹی نمبر ایک اور دوسری فل فلوٹی نمبر دو ہے''...... قاسم نے کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

''ارے۔ یہ دونوں کہاں جا رہی ہیں''...... طارق نے زابیلا اور ہابیلا کو درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا۔

''جانے دو انہیں''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''جانے دوں۔ لیکن کیوں۔ اور تم ان کی اس قدر فیور کیوں کر

رہے ہو۔ ان کی بات سننے کے لئے تم ان کے ساتھ یوں چل پڑتے تھے جیسے تم ان کے محکوم ہو''...... طارق نے حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ ان باتوں کو چھوڑ دیں اور تم سب اپنا اسلحہ نکال لو۔ آگے خطرہ ہے''...... کرنل فریدی نے طارق کی بات بدلتے ہوئے پہلے اس سے اور پھر اپنے دوسرے ساتھیوں سے تیز لہجے میں کہا۔

''خطرہ۔ کیسا خطرہ''...... ہریش نے چونک کر کہا۔

''جھنڈ میں سرخ آنکھوں والے سیاہ گوریلے ہماری گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ ہمیں احتیاط سے آگے جانا ہو گا ورنہ وہ ہم پر ٹوٹ پڑیں گے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''اوہ۔ کیا ان گوریلوں کے بارے میں تمہیں اس لڑکی نے بتایا ہے''...... طارق نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں''...... کرنل فریدی نے جواب دیا اور طارق کے ساتھ ساتھ کیپٹن حمید اور دوسروں کے چہروں پر بھی حیرت لہرانے لگی۔

''حیرت ہے۔ ان لڑکیوں کو کیسے پتہ چلا ہے کہ جھنڈ میں گوریلے ہیں اور وہ ہماری گھات میں ہیں''...... جگدیش نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''انہیں کیسے معلوم ہوا ہے۔ یہ مجھے نہیں پتہ لیکن بہرحال زابیلا نے بر وقت خبردار کر دیا ہے ورنہ گوریلے اچانک حملہ کر کے ہمیں چیر پھاڑ سکتے تھے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''اگر جھنڈ میں گوریلے ہیں تو یہ لڑکیاں اس طرف کیا کرنے گئی ہیں۔ روکو انہیں۔ سرخ آنکھوں والے سیاہ گوریلے واقعی خونخوار ہوتے ہیں۔ وہ چھپ کر رہتے ہیں اور جیسے ہی انہیں کوئی انسان دکھائی دیتا ہے وہ اس پر اچانک حملہ کر کے اس کی بوٹیاں اڑا دیتے ہیں''...... طارق نے زابیلا اور ہابیلا کو جھنڈ کی طرف جاتے دیکھ کر پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ ان پر ضرورت سے زیادہ ہی توجہ دے رہے ہیں۔ انہوں نے جو کرنا ہے انہیں کرنے دیں۔ ہم نے جو کرنا ہے ہم بس وہی کریں گے''...... کرنل فریدی نے قدرے سرد لہجے میں کہا اور اس کا لہجہ سن کر نہ صرف طارق بلکہ سب حیران رہ گئے۔

''کیا بات ہے فریدی صاحب۔ آپ طارق صاحب سے کس انداز میں بات کر رہے ہیں''...... کیپٹن حمید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''رہنے دو برخوردار۔ فریدی پر ان لڑکیوں کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے''...... طارق نے طنزیہ لہجے میں کہا اور کرنل فریدی چونک کر طارق کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے طارق کو اس پر شک ہو گیا ہو کہ وہ زابیلا کے زیر اثر ہے۔ اس وقت تک زابیلا اور ہابیلا جھنڈ میں جا کر غائب ہو چکی تھیں۔

''اسلحہ نکالو اور چلو۔ اور طارق صاحب آپ آگے رہیں گے۔ ان جنگلوں کے بارے میں آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اس طرح

آپ ان سیاہ گوریلوں کے بارے میں بھی جانتے ہوں گے۔ وہ ہم پر کس رخ سے حملہ کریں گے اور ہمیں ان سے اپنا بچاؤ کیسے کرنا ہے''...... کرنل فریدی نے سر جھٹک کر کہا۔

''یہ سب بھی ان لڑکیوں سے پوچھ لینا تھا''...... طارق نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''پلیز طارق صاحب''...... کرنل فریدی نے جبڑے بھینچ کر کہا۔

''اوکے''...... طارق نے سر جھٹک کر کہا اور ان سب نے بیگوں سے مشین پسٹل نکال لئے۔ طارق نے مشین پسٹل نکال کر اپنی پتلون کی پیٹی میں اڑس لیا تھا اور اس نے بیگ سے ایک بڑا شکاری چاقو نکال لیا تھا جس کے ایک طرف دندانے سے بنے ہوئے تھے۔

''کیا آپ خنجر سے ان گوریلوں کا مقابلہ کریں گے''...... روزا نے حیرت سے پوچھا۔

''کوشش کروں گا''...... طارق نے کہا۔

''کرنل صاحب۔ کیا ہمارا اس جھنڈ کی طرف جانا ضروری ہے۔ دائیں بائیں اور بھی راستے ہیں۔ ہم اس طرف بھی تو جا سکتے ہیں''...... ہریش نے کہا۔

''ان اطراف میں زہریلے کانٹوں والی جھاڑیاں ہیں۔ کسی کو اگر زہریلا کانٹا چبھ گیا تو وہ ہلاک بھی ہو سکتا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''تو ہم یہاں رک جاتے ہیں۔ گوریلے کب تک ہماری گھات میں بیٹھے رہیں گے''...... انسپکٹر آصف نے کہا۔

''نہیں۔ ہم یہاں رکیں یا آگے جائیں۔ ان گوریلوں کو ہماری بو مل چکی ہے وہ ہم پر حملہ کرنے ضرور آئیں گے''...... طارق نے کہا۔

''ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان گوریلوں کی تعداد کتنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے مقابلے میں ہماری تعداد اور ہمارا اسلحہ کم پڑ جائے''...... انسپکٹر ریکھا نے کہا۔

''ان گوریلوں کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''کیا یہ بھی تمہیں اس لڑکی نے بتایا ہے''...... طارق نے پوچھا۔

''ہاں''...... کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''حیرت ہے۔ وہ لڑکی ہے یا ساحرہ۔ اسے ان گوریلوں کی موجودگی کا بھی علم ہو گیا تھا اور ان کی تعداد کا بھی پتہ چل گیا تھا اور وہ یہ بھی جان گئی تھی کہ اس طرف زہریلے کانٹوں والی جھاڑیوں ہیں''...... طارق نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''وہ دونوں ایسی ہی ہیں۔ انہیں آنے والے خطرات کا پہلے سے ہی علم ہو جاتا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''دشمنوں کی تعداد کا بھی''...... طارق نے کہا اور کرنل فریدی خاموش ہو گیا۔

"اب بتائیں۔ کیا کرنا ہے۔ گوریلوں کا مقابلہ جھنڈ میں جا کر کریں یا ان کے باہر آنے کا انتظار کریں"...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی کے چہرے پر تکدر کے تاثرات نمایاں ہوتے دیکھ کر کہا۔

"سیاہ گوریلے درختوں کے پیچھے، درختوں کے اوپر اور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ شکار کے قریب آنے تک وہ اپنا سانس تک روک لیتے ہیں اس لئے شکار محتاط ہونے کے باوجود ان سے مار کھا جاتا ہے۔ ہمارے لئے جھنڈ میں جانا خطرناک ہوگا اس لئے ہم یہیں رک کر ان کا درختوں سے باہر آنے کا انتظار کریں گے"...... طارق نے کہا۔

"کب تک۔ اگر وہ رات ہونے تک باہر نہ نکلے تو"...... انور نے کہا۔

"میں انہیں باہر نکال لوں"...... طارق نے کہا۔

"کیسے"...... روزا نے پوچھا۔

"جو میرا کام ہے وہ مجھ پر چھوڑ دو۔ تم سب درختوں پر چڑھ جاؤ یا ان کے پیچھے چھپ جاؤ۔ جیسے ہی گوریلے اس طرف آئیں ان پر فائر کھول دینا۔ یاد رہے تم سب ان کے سروں کو نشانہ بناؤ گے۔ ان کے جسموں پر گھنے بال ہوتے ہیں جو سرکنڈوں کی طرح سخت ہوتے ہیں۔ ان پر آسانی سے گولی کا اثر نہیں ہوگا جبکہ ان کے سروں میں لگنے والی گولی ان کی موت کا باعث بن سکتی ہے"...... طارق نے کہا۔

"مم۔ مم۔ میں کیا کروں۔ مم۔ مجھے تو غن ون بھی چلانی نہیں آتی"...... قاسم نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں گن چلانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم جا کر چھپ جاتے ہیں۔ تم یہیں رکو۔ تمہیں دیکھ کر گوریلے ویسے ہی ڈر کر بھاگ جائیں گے"...... انور نے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے۔

"کیوں سالے۔ کیا غوریلے سالے میرے رشتہ دار ہیں یا میں ان غوریلوں موریلوں سے زیادہ کھطرناک ہوں جو مجھے دیکھ کر وہ بھاغ واغ جائیں غے"...... قاسم نے اس پر پلٹتے ہوئے کہا۔

"باتیں مت کرو اور جا کر چھپ جاؤ۔ میں گوریلوں کو جھنڈ سے باہر لانے والا ہوں"...... طارق نے تیز لہجے میں کہا اور وہ سب سر ہلا کر تیزی سے دائیں بائیں درختوں کی طرف بڑھ گئے۔ قاسم بھی تھل تھل کرتا ہوا ایک درخت کے پیچھے چلا گیا۔ البتہ کرنل فریدی، طارق کے پاس ہی رک گیا تھا۔

"تم یہاں کیوں رک گئے ہو۔ جاؤ تم بھی"...... طارق نے کہا۔

"پہلے مجھے بتائیں آپ گوریلوں کو جھنڈ سے باہر لانے کے لئے کیا کرنے والے ہیں"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"انسانی شکار کرنے کے لئے انہیں دیر تک گھات لگا کر رکنے کی عادت ہوتی ہے لیکن انسانی خون کی بو پا کر وہ بے تاب ہو جاتے ہیں اور خون کی بو پا کر وہ خون کی طرف یوں کھنچے چلے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف"...... طارق نے جواب دیا۔

"تو کیا آپ انہیں جھنڈ سے باہر لانے کے لئے یہاں خون گرائیں گے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"ہاں۔ یہ ضروری ہے ورنہ وہ رات ہونے تک چھپے رہیں گے اور پھر اندھیرے میں ہم پر حملہ کریں گے"...... طارق نے کہا اور کرنل فریدی نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

"اب تم جاؤ"...... طارق نے کہا۔ اس نے تیزی سے اپنی بائیں ہتھیلی پر خنجر چلایا۔ اس کی ہتھیلی پر خون ابھرا تو اس نے فوراً ہاتھ الٹا دیا۔ اس کے ہاتھ سے خون نکل کر زمین پر گرنے لگا۔ طارق نے ہاتھ پر لمبا کٹ لگایا تھا جو زیادہ گہرا نہیں تھا مگر پھر بھی خون تیزی سے نکل رہا تھا جس سے زمین پر خون پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ طارق نے فوراً خنجر پیٹی میں اڑسا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر اس نے رومال نکال لیا۔ اس نے رومال زخمی ہاتھ پر لپیٹا اور تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

"چلو آؤ اور چھپ جاؤ"...... طارق نے کرنل فریدی سے کہا اور پلٹ کر بھاگتا ہوا ایک درخت کے پیچھے چلا گیا۔ کرنل فریدی بھی تیزی سے ایک بڑے درخت کے پیچھے آ گیا۔ وہ سب درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے اور درختوں کے پیچھے سے سر نکال کر درختوں کے جھنڈ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ طارق اور کرنل فریدی نے مشین پسٹل کی بجائے ریوالور نکال لئے تھے۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ اچانک انہیں جھنڈ کی طرف ہلچل ہوتی دکھائی دی۔

ساتھ ہی انہیں تیز غراہٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"وہ آ رہے ہیں"...... طارق نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔

"ہم تیار ہیں"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"جب تک وہ سب خون کے قریب نہ آ جائیں اس وقت تک کوئی فائر نہیں کرے گا اور کسی کا نشانہ چوکنا نہیں چاہئے۔ اگر ان گوریلوں میں سے کوئی زخمی ہو کر بھاگ گیا تو وہ ہمارے لئے بعد میں اور زیادہ خطرناک ہو جائے گا اس لئے میں پھر یاد دلا رہا ہوں کہ ان سب کے سروں کو ہی نشانہ بنانا ہے"...... طارق نے تیز لہجے میں کہا۔ اسی لمحے انہوں نے سیاہ رنگ کے بڑے بڑے اور جسیم گوریلوں کو اچھل اچھل کر جھنڈ سے باہر آتے ہوئے دیکھا۔

سیاہ رنگ کے گوریلے بے حد جسیم اور طاقتور تھے۔ وہ جھنڈ کے پیچھے سے نہایت تیزی سے نکلے تھے اور پھر چھلانگیں مارتے ہوئے اس طرف آ گئے تھے جہاں طارق نے اپنا خون گرایا تھا۔ گوریلوں کے سر بڑے بڑے تھے اور ان کے جسم واقعی گھنے اور لمبے سیاہ بالوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ خون کے قریب آ کر وہ رکے اور پھر ان میں سے ایک گوریلا نیچے جھک گیا اور خون کی بو سونگھنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ سیدھا ہوا اور اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے غرانا شروع کر دیا۔ دس کے دس گوریلے وہاں تھے۔ کرنل فریدی اور اس کے ساتھی گنیں لئے تیار تھے۔ انہیں صرف طارق کے حکم کا انتظار تھا۔ وہ جیسے ہی انہیں فائرنگ کا حکم دیتا وہ سب ان گوریلوں پر

فائرنگ کرنا شروع کر دیتے۔ انور نے ان گوریلوں کو دیکھتے ہی ان کی دھڑا دھڑ تصویریں بنانا شروع کر دی تھیں جو ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا۔

گوریلوں کے دانت بھی بے حد بڑے اور نوکیلے تھے۔ وہ سب نہایت غضبناک نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ جیسے درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے انسانوں کو تلاش کر رہے ہوں۔ پھر خون سونگھنے والے گوریلے کی نظریں ایک درخت پر جم گئیں۔ اس درخت کے پیچھے طارق چھپا ہوا تھا۔ طارق کا ہاتھ چونکہ زخمی تھا اس لئے اس گوریلے نے شاید اس کے خون کی بو پا لی تھی۔ دوسرے لمحے گوریلا نہایت غضبناک انداز میں دھاڑنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھوں کے مکے بنا کر اپنے سینے پر 'دھم دھم' مارنے شروع کر دیئے۔ اسے ایسا کرتے دیکھ کر باقی گوریلے بھی چیختے چلاتے ہوئے سینہ کوبی کرنے لگے اور ماحول ان کے سینہ پیٹنے کی آوازوں سے یوں گونجنے لگا جیسے وہاں ایک ساتھ کئی ڈھول پیٹے جا رہے ہوں اور پھر خون سونگھنے والے گوریلے نے زمین پر دھم دھم قدم مارتے ہوئے اس درخت کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جہاں طارق چھپا ہوا تھا۔

''فائر''...... اچانک طارق کی تیز آواز سے ماحول یکلخت گونج اٹھا۔ اسی لمحے مشین پسٹلز سے دھماکے ہوئے اور ماحول تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ گوریلوں کی بھیانک چیخوں سے گونج

اٹھا۔ چار گوریلوں کے سروں پر گولیاں لگیں اور وہ اچھل اچھل کر گرتے چلے گئے۔ فائرنگ کی آواز اور اپنے چار ساتھیوں کو گرتے دیکھ کر گوریلوں میں ہڑبونگ سی مچ گئی۔ انہوں نے ادھر ادھر چھلانگیں لگائیں مگر مزید گولیاں چلیں اور دو گوریلے اور گر گئے۔ تیز فائرنگ میں باقی گوریلوں نے اس تیزی سے ادھر ادھر چھلانگیں مارنی شروع کر دی تھیں کہ انہیں ان گوریلوں کے سروں کے نشانے لینے میں مشکل ہونے لگی تھی۔

ان میں سے ایک گوریلا اچھل کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اس درخت پر ہریش تھا۔ ہریش نے گوریلے کو اوپر آتے دیکھا تو اس کا مشین پسٹل گرجا اور گوریلے کے سر کے پرخچے اڑتے چلے گئے اور گوریلا درخت کی شاخیں اور پتے توڑتا ہوا دھماکے سے نیچے جا گرا۔ سات گوریلے ہلاک ہو چکے تھے۔ تین گوریلے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے اور پھر ان میں سے دو گوریلے اور ہٹ ہو گئے۔ ان میں سے ایک گوریلے کے سر میں کرنل فریدی نے گولی ماری تھی اور دوسرا گوریلا طارق کا نشانہ بنا تھا۔

آخری گوریلا چھلاوے کی طرح چھلانگیں مارتا ہوا خود کو گولیوں سے بچاتا رہا تھا۔ جگدیش اور اس کے ساتھی مسلسل اس پر فائرنگ کر رہے تھے۔ کیپٹن حمید بھی اس کے سر کا نشانہ لینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن گوریلا کسی ایک جگہ رک ہی نہیں رہا تھا۔ گھنے بال

ہونے کے باوجود وہ گولیاں سے خاصا زخمی ہو گیا تھا۔ اس کے پیروں، سینے اور کمر سے خون رس رہا تھا لیکن اس کی اچھل کود میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ پھر اچانک اس گوریلے نے مڑ کر تیزی سے اس طرف بھاگنا شروع کر دیا جس طرف سے وہ آیا تھا۔

''وہ بھاگ رہا ہے۔ پکڑو اسے۔ اسے زندہ مت جانے دینا''...... طارق نے درخت کے پیچھے سے نکل کر گوریلے کے پیچھے بھاگتے ہوئے کہا۔ وہ بھاگتے ہوئے گوریلے پر مسلسل فائرنگ کر رہا تھا لیکن گوریلے نے سر کے پیچھے ہاتھ رکھ کر سر آگے کی طرف جھکا رکھا تھا۔ طارق کی بات سن کر وہ سب درختوں کے پیچھے سے نکلے اور گوریلے اور طارق کے پیچھے بھاگنے لگے، لیکن گوریلا لمبی لمبی چھلانگیں لگاتا ہوا جھاڑیوں اور درختوں میں جا کر غائب ہو گیا تھا طارق کچھ دیر اس کے تعاقب میں بھاگتا رہا اور پھر وہ ایک جگہ رک گیا۔ کرنل فریدی اور باقی افراد بھاگتے ہوئے اس کے پاس آ گئے۔

''کیا ہوا''...... کرنل فریدی نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔

''وہ نکل گیا ہے''...... طارق نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

''کس طرف گیا ہے''...... کرنل فریدی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''سامنے جھنڈ کی طرف''...... طارق نے جواب دیا۔

''وہ خاصا زخمی ہو چکا ہے۔ زخموں کی وجہ سے وہ زیادہ دور نہیں

جا سکے گا''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''ایسے چھوٹے موٹے زخموں کی ایسے طاقتور جانور پرواہ نہیں کرتے۔ زخمی ہو کر وہ زیادہ خطرناک ہو گیا ہے اور ایسے خطرناک درندے زخمی کرنے والوں کا پیچھا اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک وہ اپنا انتقام نہ لے لیں''...... طارق نے کہا۔

''اوہ۔ تو کیا یہ گوریلا ہم سے اب انتقام لینے واپس آئے گا''...... انسپکٹر آصف نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ وہ کبھی بھی اور کہیں سے بھی ہم پر حملہ کر سکتا ہے۔ اس لئے اب ہمیں اور زیادہ احتیاط سے اور پھونک کر قدم رکھنے ہوں گے''...... طارق نے کہا۔

''میرے ٹھینگے سے۔ اب اغر وہ غوریلا میرے سامنے آیا تو میں مار مار کر اس کا بھرخس نکال دوں غا''...... قاسم نے کہا۔

''چلو آؤ۔ ہمیں جلد سے جلد ان درختوں سے نکلنا ہے۔ گھنے درختوں میں وہ گوریلا کھلے میدان کی نسبت آسانی سے چھپ کر ہم پر حملہ کر سکتا ہے''...... طارق نے کہا۔

''ارے۔ وہ لڑکیاں۔ وہ دونوں کہاں گئیں''...... انور نے کہا۔

''ہوں گی یہیں کہیں۔ انہوں نے کہاں جانا ہے۔ جھنڈ کی طرف تو وہ یوں بھاگ کر گئی تھیں جیسے دونوں ہی جا کر ان گوریلوں کو ختم کر دیں گی''...... انسپکٹر ریکھا نے منہ بنا کر کہا۔

''ویسے حیرت ہے۔ جس طرف وہ دونوں لڑکیاں گئی تھیں

گوریلے بھی اسی طرف سے آئے تھے۔ کیا ان گوریلوں نے ان دونوں کو نہیں دیکھا ہوگا''...... رشیدہ نے کہا۔

''ہو سکتا ہے گوریلوں کو دیکھتے ہی دونوں لڑکیاں اڑنچھو ہو گئی ہوں''...... ہریش نے مسکرا کر کہا۔

''اڑنچھو۔ کیا مطلب۔ یہ اڑنچھو کیا ہوتا ہے''...... روزا نے حیران ہو کر کہا۔

''اڑنچھو۔ مطلب غائب ہونا''...... ہریش نے جواب دیتے ہوئے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے۔

''وہ ساحرہ نہیں ہیں کہ غائب ہو جائیں''...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

''پھر کہاں ہیں وہ۔ ان کی آوازیں بھی سنائی نہیں دے رہی ہیں''...... روزا نے کہا۔

''ان لڑکیوں کو ڈھونڈنا ہے یا جس طرح وہ گئی تھیں اسی طرح سے وہ خود ہی واپس بھی آ جائیں گی''...... طارق نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''میں نہیں جانتا۔ آگے چلیں۔ وہ خود ہی آ جائیں گی''...... کرنل فریدی نے سر جھٹک کر کہا تو طارق ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ چند لمحے کرنل فریدی کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے سر جھٹک دیا جیسے اب اس نے واقعی کرنل فریدی سے ان دونوں لڑکیوں کے بارے میں کچھ نہ پوچھنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہو۔

''او کے۔ چلو''...... طارق نے کہا اور احتیاط سے اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اس کے کہنے پر سب ایک قطار کی شکل میں اس کے پیچھے آ رہے تھے تاکہ زخمی گوریلا اچانک کسی طرف سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو تو وہ اسے سنبھال سکیں۔ طارق کی نظریں اِرد گرد جھاڑیوں پر تھیں جہاں خون کے قطرات دکھائی دے رہے تھے اور یہ خون ظاہر ہے اسی گوریلے کا ہو سکتا تھا جو زخمی ہو کر ان کے ہاتھوں سے بچ نکلا تھا۔

ڈاکٹر بلیک بے حد خوش تھا۔ اسے ایک ایسا راستہ معلوم ہو گیا تھا جس پر چل کر وہ آسانی سے نہ صرف ماؤ کارا بلکہ اس جیسی بے شمار شیطانی ذریتوں کو اپنے بس میں کر سکتا تھا اور مکٹنڈا ہیرے کی مدد سے وہ نہ صرف انسانی دنیا بلکہ شیطان کی سیاہ دنیا پر بھی راج کر سکتا تھا۔

ڈاکٹر بلیک کو کشا کا نے تمام باتیں سمجھا دی تھیں اور اس نے ڈاکٹر بلیک کے دماغ میں ان تمام راستوں کی تفصیل بھی ڈال دی تھی جن پر چل کر وہ افریقہ کے گھنے اور پُراسرار جنگلوں میں اس مقام تک پہنچ سکتا تھا جہاں ایک مہا رشی کے کٹے ہوئے ہاتھ کے نیچے رشیوں اور مہا رشیوں کے ہتھیاروں اور دوسرے بہت سے سامان سے بھرا ہوا ایک صندوق دفن تھا۔

ڈاکٹر بلیک کو کشا کا نے یہ بھی کہا تھا وہ افریقہ کے جنگلوں میں

جا کر اپنی ساحرانہ طاقتوں کا صرف اس حد تک استعمال کرے جس سے وہ اپنی طرف بڑھتے ہوئے خطرات کو دور بھگا سکے۔ کشا کا نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں اور کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کے خلاف اپنی ساحرانہ طاقتیں استعمال نہیں کرے گا۔ عمران اور کرنل فریدی کے ساتھ ساگندیاں ہیں اس لئے وہ ان دونوں پارٹیوں سے ہر ممکن طریقے سے بچنے کی کوشش کرے گا اور اسے خود کو اور اپنے ساتھ جانے والے ساتھیوں کو ان دونوں ساگندیوں سے بھی بچانا اور چھپانا ہو گا۔ اس نے ڈاکٹر بلیک کو ایک مخصوص عمل بھی بتا دیا تھا جس سے دونوں ساگندیوں، موکات، قبیلے کے سردار اس کے ساتھیوں کو یہ علم نہ ہو سکے کہ وہ بھی رشیوں اور مہا رشیوں کا سیاہ صندوق حاصل کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگلوں میں پہنچ چکا ہے۔

ڈاکٹر بلیک کو کشا کا نے مشورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگلوں میں عام جرائم پیشہ انسان کی حیثیت سے جائے اور کوشش کرے کہ وہ مکاشو اور اس کے ساتھیوں سے سیاہ صندوق عام انسانوں کی طرح ہی دھوکے اور عیاری سے حاصل کر سکے۔

ڈاکٹر بلیک کو بھلا کیا مسئلہ ہو سکتا تھا وہ ایک بڑے اور فعال سینڈیکیٹ کا سربراہ تھا وہ اپنے ساتھ سینکڑوں مسلح افراد کو لے جا سکتا تھا۔ وہ مکاشو اور اس کے ساتھیوں سے سیاہ صندوق بغیر کسی

ماورائی طاقت کا استعمال کیے حاصل کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے فوراً افریقہ کے گھنے اور پُراسرار جنگلوں میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔

اگلے چند روز بعد وہ اپنے سو سے زائد مسلح افراد کے ساتھ ایک چارٹرڈ شپ میں افریقہ کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ اس نے کشاکا کو چونکہ اس کی مطلوبہ بھینٹ مہیا کر دی تھی اس لئے کشاکا نے اس کے ذہن میں تمام راستوں کی تصویریں اتار دی تھیں جہاں سے وہ اپنے ساتھیوں سمیت ٹھیک اس جگہ پہنچ سکتا تھا جہاں رشیوں اور مہا رشیوں کا سیاہ صندوق دفن تھا۔

ڈاکٹر بلیک چونکہ عمران، کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ساحرانہ طاقتیں استعمال نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے عمران، کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں پر نظر رکھنے کے لئے چند سائنسی آلات بھی ساتھ لے لئے تھے اور اس کے پاس ایسے اور بھی بہت سے آلات تھے جن کی مدد سے وہ جنگلوں کی مشکلات کا آسانی سے سامنا کر سکتا تھا۔

کشاکا کے کہنے پر ڈاکٹر بلیک نے اپنی ایک مخبر ذریت کو اپنے ساتھ رکھ لیا تھا تاکہ وہ اسے جنگلوں میں آنے والے خطرات سے باخبر رکھ سکے اور اسے عمران، کرنل فریدی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں پل پل کی خبر دے سکے۔ وہ ذریت ایک سیاہ فام انسانی جسم میں سرایت کر گئی تھی اور اب وہ سیاہ فام ہر وقت ڈاکٹر بلیک

کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر بلیک نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ ڈاکٹر بلیک اس سیاہ فام کو اوگارا کہتا تھا جو ایک حبشی غلام کی طرح ہر وقت ڈاکٹر بلیک کے ارد گرد ہی رہتا تھا وہ سوائے ڈاکٹر بلیک کے کسی سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ ڈاکٹر بلیک سے بھی وہ تب ہی بات کرتا تھا جب ڈاکٹر بلیک اس سے خود کچھ کہتا یا پوچھتا تھا ورنہ وہ سب سے لاتعلق اور خاموش ہی رہتا تھا۔ اس کی عجیب و غریب شخصیت اور ہیبت سے تمام افراد حیران تھے لیکن اوگارا چونکہ ڈاکٹر بلیک کا ذاتی غلام تھا اس لئے کوئی اس کے بارے میں ڈاکٹر بلیک سے نہ کچھ پوچھ سکتا تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں کچھ کہہ سکتا تھا۔

چار روز کے سفر کے بعد شپ انہیں لے کر افریقہ کے گھنے جنگلوں کے قریب پہنچ گیا۔ ڈاکٹر بلیک کے کہنے پر شپ کو جنگل کے گرد گھما کر جنوبی مشرقی حصے کی طرف لے جایا گیا جہاں ساحلی علاقہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

ڈاکٹر بلیک کے کہنے پر شپ ساحل سے کافی فاصلے پر لنگر انداز کیا گیا اور پھر وہ سب شپ میں موجود کشتیوں میں سوار ہو کر ساحل کی طرف چل پڑے۔ ساحل کے نزدیک پہنچتے ہی ڈاکٹر بلیک نے اپنے ساتھیوں کو کشتی میں ہی رکنے کا کہا اور اپنی کشتی میں خشکی پر آ گیا۔ ساحل کے کنارے پر بے شمار جانور دکھائی دے رہے تھے جن میں عام جانور بھی تھے اور درندے بھی جو ان سے کافی فاصلے

پر تھے لیکن سر اٹھا کر ان کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔

ڈاکٹر بلیک اپنے ساتھ اوگارا کو بھی خشکی پر لے آیا تھا۔ جیسے ہی اس نے اوگارا کے ساتھ خشکی پر قدم رکھے وہاں موجود جانوروں نے زور زور سے شور مچانا شروع کر دیا جیسے انہوں نے اپنوں سے بھی زیادہ بھیانک اور خونخوار درندے دیکھ لئے ہوں۔ ان میں سے بہت سے جانور تو پلٹ کر وہاں سے بھاگ گئے تھے جبکہ کئی درندوں نے بری طرح سے دہاڑنا، چنگھاڑنا اور غرانا شروع کر دیا تھا اور الٹے قدموں پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر بلیک اور اوگارا ایک جگہ رک کر ان جانوروں کی طرف تیز اور انتہائی خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔

"اوگارا"...... ڈاکٹر بلیک نے اوگارا کی طرف دیکھے بغیر اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"حکم آقا"...... اوگارا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ان سب کو بھگانے کے لئے تم کچھ کرو گے یا میں خود ہی کچھ کروں"...... ڈاکٹر بلیک نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ بہتر جانتے ہیں آقا"...... اوگارا نے بھی بغیر کسی تاثر کے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں خود ہی انہیں بھگا دیتا ہوں"...... ڈاکٹر بلیک نے کہا وہ چند قدم آگے بڑھا اور درختوں کے پاس موجود جانوروں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند

کرتے ہی وہ اپنے پیروں کے پنجوں کے بل اونچا ہونا شروع ہو گیا۔ پھر اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ جیسے جیسے وہ کچھ پڑھتا جا رہا تھا اس کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں اس کا چہرہ اس قدر سرخ ہو گیا جیسے اس کے جسم کا سارا خون اس کے چہرے پر سمٹ آیا ہو اور اگر اس کا چہرہ اسی طرح سے مزید سرخ ہوتا رہتا تو شاید اس کے چہرے کے مساموں سے خون پھوٹ پڑتا۔ لیکن اس سے پہلے کہ ایسا کچھ ہوتا اچانک ڈاکٹر بلیک نے آنکھیں کھول دیں۔ جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں۔ دور کھڑے جانور بری طرح سے چیختے ہوئے پلٹے اور نہایت تیزی سے درختوں کے جھنڈ کی طرف بھاگتے چلے گئے جیسے انہیں کسی نے بری طرح سے ہنٹروں سے مارنا شروع کر دیا ہو۔

ڈاکٹر بلیک کی آنکھیں اس کے چہرے سے زیادہ سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کی سرخ آنکھوں سے جیسے شعلے نکل رہے تھے اور انہی شعلوں کو دیکھ کر وہاں موجود تمام چھوٹے بڑے جانور بری طرح سے چیختے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

ڈاکٹر بلیک چند لمحے اسی طرح شعلہ بار نظروں سے درختوں کی طرف دیکھتا رہا جہاں جانوروں میں بھگدڑ سی مچ گئی تھی۔ درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے دوسرے جانوروں کے ساتھ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے بھی بری طرح سے شور مچاتے ہوئے جنگل کی طرف اُڑ گئے تھے۔ ان سب کا شور دور جانے کی وجہ سے کم ہوتا جا رہا تھا

اور جب پرندوں اور جانوروں کا شور مکمل طور پر ختم ہو گیا تو ڈاکٹر بلیک کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر نارمل ہونا شروع ہو گئیں اور چند ہی لمحوں میں اس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے کی سرخی بھی ختم ہو گئی اور اس نے جس طرح آہستہ آہستہ اپنے پنجے اٹھائے تھے اسی طرح نہایت آہستہ آہستہ وہ دوبارہ اپنے پیروں پر آ گیا۔

''یہ جانور اب میری شکل کبھی نہیں بھولیں گے اور میں جیسے جیسے آگے جاؤں گا یہ مجھ سے دور بھاگتے رہیں گے''...... ڈاکٹر بلیک نے زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آقا۔ آپ نے سرخاگہ کا جاپ کیا ہے اس لئے نہ صرف یہ جانور بلکہ جنگل کے دوسرے جانور بھی آپ سے ڈر کر آپ سے اب دور بھاگتے رہیں گے، جب تک آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان جنگلوں میں رہیں گے، کئی کئی فرلانگ تک کوئی پرندہ بھی اپنے گھونسلے میں واپس نہیں آئے گا''...... اوگارا نے اسی طرح اپنے مخصوص سپاٹ لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر بلیک نے پلٹ کر کشتیوں میں موجود اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر اس نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے ساحل کی طرف آنے کا کہا۔ دوسرے لمحے سمندر میں رکی ہوئی کشتیاں حرکت میں آئیں اور ساحل کی طرف بڑھنے لگیں۔

''مجھے اب اکیلے بیٹھ کر ایک اور جاپ کرنا ہے تاکہ ان جنگلوں میں موجود موکات اور اس کے نمائندوں کو ہمارے بارے میں علم نہ ہو سکے اور نہ ہی ان کی ساگندیوں کو کچھ علم ہو سکے۔ ہم یہاں ان سے چھپ کر رہیں گے اور خاموشی سے آگے بڑھتے رہیں گے تاکہ بغیر کسی رکاوٹ کے اپنی منزل تک پہنچ سکیں''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔ اوگارا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا وہ کسی بت کی طرح اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کے ساتھی ساحل پر آ گئے۔ وہ اپنے ساتھ شپ سے سارا سامان لے آئے تھے۔ جن میں کھانے پینے کا سامان بھی تھا، اسلحہ بھی اور سائنسی آلات بھی جو آگے چل کر ان کے کام آ سکتے تھے۔

ڈاکٹر بلیک تقریباً سو افراد کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ ان جنگلوں میں چونکہ عمران، کرنل فریدی اور ان کے ساتھی آ چکے تھے اس لئے اس نے اپنے تمام ساتھیوں کی الگ پہچان کے لئے انہیں ایک جیسے سیاہ لباس پہنا دیئے تھے جن پر سفید رنگ کی ترچھی دھاریاں سی بنی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر بلیک کے حکم سے انہوں نے ساحل پر ہی پڑاؤ ڈال لیا تھا اور وہاں پیرا شوٹ کے بنے ہوئے خیمے لگانا شروع ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر بلیک نے ان سے کہا تھا کہ وہ دن کی روشنی میں کم اور رات کی تاریکی میں زیادہ سفر کریں گے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو یقین دلا دیا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے اس جنگل کا کوئی جانور یا کوئی

زہریلا کیڑا ان کے قریب نہیں پھٹک سکے گا اور اس کے ساتھیوں نے ڈاکٹر بلیک کو خطرناک درندوں کو وہاں سے بھگاتے دیکھ لیا تھا اس لئے وہ سب مطمئن تھے اور وہ سب ڈاکٹر بلیک کے ایسے ساتھی تھے جو اس کے حکم پر آنکھ بند کر کے عمل کرنا جانتے تھے اس لئے ان میں سے بھلا کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا کہ انہیں دن کو سفر کرنا ہے یا رات کی تاریکی میں۔

ڈاکٹر بلیک نے اپنے لئے ایک الگ اور بڑا خیمہ لگوایا تھا اور خیمہ لگتے اور خیمے میں ضروری سامان پہنچتے ہی وہ اوگارا کے ساتھ خیمے میں آ گیا تھا۔

خیمے میں ایک سیاہ رنگ کا تخت رکھا گیا تھا جس پر ڈاکٹر بلیک آلتی پالتی مار کر مخصوص انداز میں بیٹھ گیا تھا۔ اس نے خیمے میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنے ساتھیوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ آرام کرنا چاہتا ہے اس لئے انتہائی ضروری بات ہونے کے باوجود اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ ڈاکٹر بلیک نے زپ لگا کر اندر سے خیمہ بند کر لیا تھا اور خیمے کے دروازے کے پاس اوگارا کو تعینات کر دیا تھا تاکہ اس کا کوئی ساتھی بھول کر بھی خیمے میں جھانکنے کی کوشش نہ کرے کہ ڈاکٹر بلیک اندر کیا کر رہا ہے اور اس کے حکم سے اوگارا خیمے کے باہر کسی بت کی طرح ایستادہ ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر بلیک سارا دن خیمے میں رہ کر جاپ کرتا رہا پھر جیسے ہی رات ہونا شروع ہوئی وہ خیمے سے نکل کر باہر آ گیا۔ باہر اس کے ساتھیوں نے جگہ جگہ آگ جلا رکھی تھی۔ جس پر کچھ افراد گوشت بھون رہے تھے اور کچھ چائے کافی بنانے میں مصروف تھے۔

وہاں ہر طرف گوشت کے بھننے کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ جیسے ہی ڈاکٹر بلیک خیمے سے باہر نکلا وہ سب اس کے احترام میں نہ صرف اٹھ کر کھڑے ہو گئے بلکہ ان کے سر بھی جھک گئے تھے۔

''سکارٹ''...... ڈاکٹر بلیک نے تیز آواز میں کہا تو ایک نوجوان اس کی طرف مڑا اور تیز تیز چلتا ہوا اس کے نزدیک آ گیا اور اس کے قریب آتے ہی اس نے اپنا سر یوں جھکا لیا جیسے اس میں ڈاکٹر بلیک کا چہرہ دیکھنے کی ہمت نہ ہو۔

''یس ڈاکٹر بلیک''...... سکارٹ نامی شخص نے نہایت مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اگر تم سب کا کھانا پینا ختم ہو گیا ہو تو سب سامان سمیٹو اور یہاں سے چلنے کی تیاری کرو''...... ڈاکٹر بلیک نے کرخت لہجے میں کہا۔

''یس ڈاکٹر بلیک۔ میں ابھی سب تیار ہونے کا حکم دے دیتا ہوں''...... سکارٹ نے اسی طرح سے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور مڑ کر تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگتا چلا گیا اور اس نے چیخ چیخ کر سب کو ڈاکٹر بلیک کا حکم سنانا شروع کر دیا۔ اس کی بات سنتے ہی سب تیزی سے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

''اوگارا''...... ڈاکٹر بلیک نے اوگارا سے مخاطب ہو کر کہا تو

اوگارا جو کسی بت کی طرح کھڑا تھا مشینی انداز میں اس کی طرف گھوم گیا۔

”حکم آقا“...... اس نے سکارٹ سے زیادہ مؤدب لہجے میں کہا۔

”میرے ساتھ آؤ“...... ڈاکٹر بلیک نے کہا تو اوگارا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر بلیک خیمے کے عقبی حصے کی طرف بڑھا اور پھر وہ رکے بغیر درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا جو اب اندھیرے میں بھوتوں کی طرح سر اٹھائے کھڑے دکھائی دے رہے تھے۔ اوگارا بھی اس کے پیچھے چلتا ہوا آ رہا تھا۔ درختوں کے پاس پہنچ کر ڈاکٹر بلیک رک گیا اور سر اٹھا کر درختوں کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا۔

”میں نے سرخاگہ کا عمل کر کے یہاں سے جانوروں کو دور بھگا دیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ اب ہمارے راستے میں کوئی خطرناک درندہ نہیں آئے گا۔ ہمارے لئے صرف وہی درندے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں جن کے رنگ سیاہ اور جن کی آنکھیں سرخ ہوں۔ ان میں سیاہ چیتے۔ سیاہ بھالو اور سیاہ بن مانسوں سمیت سیاہ رنگ کے اژدہے شامل ہیں۔ سرخ آنکھوں والے سیاہ رنگ کے جانوروں کو میں کسی طور پر نہیں بھگا سکتا۔ اگر انہوں نے ہم پر حملہ کیا تو وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے تمہیں اب ہم سے آگے رہنا پڑے گا تا کہ تم ان سرخ آنکھوں والے سیاہ جانوروں پر نظر رکھ سکو اور اگر وہ ہماری طرف آئیں تو تم مجھے بروقت اطلاع دے سکو تا کہ میں انہیں دوسرے کسی طریقے سے ختم کر سکوں“...... ڈاکٹر بلیک نے چند لمحے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اوگارا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے آقا۔ میں سرخ آنکھوں والے سیاہ جانوروں پر نگاہ رکھوں گا اور اگر وہ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو میں آپ کو ان کے آنے کی بروقت اطلاع دے دوں گا“...... اوگارا نے اپنے مخصوص سپاٹ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے جاؤ۔ ہم بھی آ رہے ہیں“...... ڈاکٹر بلیک نے کہا اور اوگارا سر ہلاتا ہوا درختوں کی طرف بڑھ گیا۔ ڈاکٹر بلیک وہیں رکا رہا پھر جب اس کے ساتھیوں نے سارا سامان سمیٹ لیا تو وہ سامان اپنے کاندھوں پر ڈال کر اور گنیں ہاتھ میں لئے اس کی طرف آ گئے۔

”چلیں ڈاکٹر بلیک“...... سکارٹ نے ڈاکٹر بلیک کے نزدیک آ کر مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں چلو“...... ڈاکٹر بلیک نے کہا اور اس نے جیب سے ایک گاگل نما چشمہ نکالا اور اسے آنکھوں سے لگا لیا۔ اس نے گاگل کی سائیڈوں پر لگے ہوئے دو بٹن پریس کئے تو گاگل کے شیشوں میں ہلکے نیلے رنگ کی روشنی پھیل گئی۔ یہ کراس ویژنل گلاسز تھے جن کی مدد سے رات کے اندھیرے میں بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر بلیک

چونکہ رات کے وقت جنگلوں میں جانا چاہتا تھا اس لئے وہ اپنے ساتھ یہ گاگل لے آیا تھا۔ اس کے ساتھیوں کے پاس بھی ایسے ہی گاگلز تھے جنہیں ان سب نے پہلے سے ہی آنکھوں پر لگا لئے تھے۔

ڈاکٹر بلیک اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھنا شروع ہو گیا۔ درختوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے راستے بنے ہوئے تھے وہ ان سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جو گنیں تھیں ان گنوں کی نالوں کے نیچے ہیوی ٹارچیں بھی لگی ہوئی تھیں لیکن چونکہ ڈاکٹر بلیک نے انہیں اندھیرے میں سفر کرنے کا حکم دیا تھا اس لئے ان میں سے کسی نے بھی ٹارچ آن نہیں کی تھی۔ وہ جن راستوں سے گزر رہے تھے وہاں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ جھینگروں کی بھی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہ سب ڈاکٹر بلیک کے سرخا گہ عمل کا نتیجہ تھا کہ وہاں سے چھوٹے بڑے جانوروں سمیت پرندے اور حشرات الارض بھی دور دور چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کے لئے جنگل کے راستے صاف تھے۔ البتہ دور سے انہیں الوؤں اور بہت سے جانوروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جس سے انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ جنگل دنیا کے تمام خطرناک اور طاقتور جانوروں اور درندوں سے بھرا ہوا ہے۔

''ڈاکٹر بلیک۔ اوگارا کہاں ہے۔ وہ نظر نہیں آ رہا ہے''...... سکارٹ نے ڈرتے ڈرتے ڈاکٹر بلیک سے پوچھا کیونکہ اسے واقعی اوگارا کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا اور نہ اس نے اوگارا کو جنگلوں کی طرف جاتے دیکھا تھا۔

''اسے میں نے جہاں بھیجنا تھا بھیج دیا ہے۔ تم خاموشی سے چلو۔ کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ تمہارے لئے یہ سب جاننا ضروری نہیں ہے''...... ڈاکٹر بلیک نے غرا کر کہا تو سکارٹ نے سہم کر اثبات میں سر ہلا دیا اور ڈاکٹر بلیک سے دو قدم پیچھے ہو کر چلنے لگا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اچانک انہوں نے سامنے سے بھاگتے ہوئے تیز قدموں کی آوازیں سنیں۔ قدموں کی آوازیں سنتے ہی ڈاکٹر بلیک ٹھٹھک گیا اور اس نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اپنے پیچھے آنے والے ساتھیوں کو روک دیا۔

سکارٹ اور اس کے ساتھیوں نے فوراً مشین گنیں سیدھی کر لیں۔ ان کی انگلیاں ٹریگروں پر تھیں اور نظریں سامنے جمی ہوئی تھیں جیسے وہ یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ سامنے سے اس طرح بھاگتا ہوا کون آ رہا ہے اور وہ جو بھی ہوا جیسے ہی انہیں نظر آئے گا وہ اس پر فائرنگ کھول دیں گے۔ دوسرے لمحے انہیں ایک لہراتی اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور وہ سب بے اختیار اچھل پڑے۔

تابوش درختوں پر بنی مچان نما بڑی سی جھونپڑی میں ابھی داخل ہی ہوا تھا کہ اسے جھونپڑی کے باہر تیز غراہٹ کی آواز سنائی دی۔ آواز ایسی تھی جیسے کوئی بھیڑیا غرایا ہو۔ غراہٹ سن کر تابوش نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا تو دروازے کے باہر اسے سیاہ رنگ کا دھواں لہراتا ہوا دکھائی دیا۔

''اوہ۔ ہابیلا تم ہو۔ آؤ۔ اندر آجاؤ''...... تابوش نے کہا۔ اسی لمحے دھویں میں حرکت پیدا ہوئی اور دھویں کی جگہ ایک انتہائی بدشکل بڑھیا نمودار ہو گئی۔ اس بڑھیا کے بال برف کی طرح سفید اور بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا سیاہ چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں پھٹی پھٹی سی دکھائی دے رہی تھیں جن کے قرینے اوپر سے نیچے باریک لکیروں جیسے تھے۔ بڑھیا کے ہونٹ موٹے اور ناک لمبی اور طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی تھی۔ اس کے جسم

پر سیاہ رنگ کا لبادے نما لباس تھا۔ اس کے دونوں پیر پیچھے کی طرف مڑے ہوئے تھے۔

''آقا تابوش۔ آداب''...... بڑھیا نے قدرے جھک کر بلغم زدہ لہجے میں کہا۔

''یہاں کیسے آئی ہو۔ تم تو زابیلا کے ساتھ روشنی کی دنیا میں گئی ہوئی تھی''...... تابوش نے اس کے آداب کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں آقا۔ میں زابیلا کے ساتھ روشنی کی دنیا کے چند افراد کو قابو میں کرنے کے لئے گئی تھی''...... ہابیلا نے کہا۔

''تو پھر کیا ہوا۔ قابو کیا انہیں''...... تابوش نے پوچھا۔

''میں نے ابھی تک کسی کو قابو نہیں کیا ہے آقا۔ البتہ زابیلا نے ایک شکتی شالی آدمی کو قابو میں کر لیا ہے۔ زابیلا نے اس کے جسم میں سیاہ موتی سرایت کر دیا ہے جس سے اس شکتی شالی آدمی کا دماغ زابیلا کی مٹھی میں آ گیا ہے۔ اب وہ وہی کرتا ہے جو اسے زابیلا کہتی ہے''...... ہابیلا نے کہا۔

''اوہ۔ بہت خوب۔ کیا وہ شکتی شالی آدمی پاناشی ہے''...... تابوش نے مسرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''نہیں آقا۔ اس آدمی کا تعلق کافرستان سے ہے۔ آپ نے ہمیں دو گروہوں کے لئے باہر بھیجا تھا۔ پاناشی کا گروہ پاکیشیائی ہے۔ وہ شکتی شالی آدمی پاناشی کی طرح ذہین، بہادر اور انتہائی

خطرناک ہے لیکن اس کا واسطہ چونکہ پہلے کبھی شیطانی ذریات سے نہیں پڑا تھا اس لئے وہ آسانی سے زابیلا کے بس میں آ گیا تھا۔ میں بھی زابیلا کے ساتھ گئی تھی پھر میں پاکیشیا کے آدمی پاناشی کے کسی ساتھی کو قابو کرنے کے لئے جانا چاہتی تھی لیکن مجھے زابیلا نے روک دیا۔ اس نے کہا تھا کہ پاناشی اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ شیطانی دنیا کا سب سے بڑا دشمن پرنس مکاشو ہے۔ میں اگر وہاں گئی تو پرنس مکاشو کو فوراً میرے بارے میں علم ہو جائے گا وہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکتا ہے اس لئے زابیلا نے مجھے روک لیا اور کہا کہ پاناشی اور اس کے ساتھی جب شمالی جنگلوں کی طرف آئیں گے تب میری موجودگی کا علم پرنس مکاشو کو نہیں ہو سکے گا اور میں ان پر کھل کر نہایت خوفناک حملے کر سکوں گی۔ ایسے حملے جس سے وہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ چنانچہ میں زابیلا اور کافرستان کے آدمی کے گروہ کے ساتھ آ گئی۔ شمالی جنگلوں میں آتے ہی زابیلا کو پاناشی اور اس کے ساتھیوں کے آنے کا علم ہو گیا۔ وہ سب جنوب کی طرف سے شمالی جنگلوں میں آ رہے تھے۔ ان کی تعداد دس تھی۔ زابیلا نے مجھے ان کے بارے میں بتایا اور مجھے ان سب کو ہلاک کرنے کے لئے جانے کو کہا۔ زابیلا نے مجھے ہدایات دی تھیں کہ میں پاناشی اس کے ساتھیوں اور خاص طور پر پرنس مکاشو کے سامنے نہ آؤں۔ مجھے جو بھی وار کرنا ہو گا ان سے چھپ کر کرنا ہو گا۔ آپ زابیلا اور میرے آقا ہیں۔ آپ کے بعد

میں زابیلا کی ہر بات ماننے کی پابند ہوں۔ زابیلا کے کہنے پر میں اس طرف روانہ ہو گئی جدھر سے پاناشی اور اس کے ساتھی آ رہے تھے''...... ہابیلا نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تو پھر۔ کیا تم نے پاناشی اور اس کے ساتھیوں پر جان لیوا حملے کئے''...... تابوش نے پوچھا۔

''ہاں آقا''...... ہابیلا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''بہت خوب۔ تب تو پاناشی اور اس کے ساتھی یقیناً ہلاک ہو گئے ہوں گے''...... تابوش نے خوش ہو کر کہا۔

''آقا وہ''...... ہابیلا کہتے کہتے رک گئی۔ اس کے لہجے میں پریشانی کا عنصر تھا۔

''مجھے تفصیل بتاؤ۔ تم نے ان پر کیا وار کیا تھا''...... تابوش نے کہا جیسے اس نے ہابیلا کی بات سنی ہی نہ ہو۔

''آقا۔ وہ سب زگوریا سے دو مشینی گاڑیوں میں آ رہے تھے۔ زگوریا اور شمالی جنگلوں کے راستے میں ایک بڑی اور گہری کھائی ہے۔ اس کھائی پر ایک پرانا رسی کا پل بنا ہوا تھا۔ پل بے حد خستہ اور خراب حالت میں تھا۔ میں غیبی حالت میں وہاں پہنچی تو پاناشی اور اس کے ساتھی پل کی دوسری طرف تھے۔ پل کی خراب حالت کی وجہ سے مجھے یقین تھا کہ وہ اس پل پر آنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ پل کے پاس انہوں نے مشینی گاڑیاں چھوڑ دیں اور پیدل ہی پل پر آ گئے تھے۔ پرنس مکاشو

آگے تھا اور چونکہ اس کے وزن سے پل جھک گیا تھا اس لئے پاناشی اور اس کے ساتھیوں نے دوسری طرف سے پل کو سنبھال لیا۔ پرنس مکاشو کافی آگے آ گیا تھا۔ اس سے میں پریشان ہوگئی۔ میں دوسری طرف گئی اور میں نے جا کر فوراً لکڑیوں کے ان کھمبوں کو توڑ دیا جس سے پل بندھا ہوا تھا۔ وہ سب پل کے ساتھ نیچے گرتے چلے گئے''...... ہابیلا نے کہا۔

''بہت خوب۔ کیا تم نے ان سب کو کھائی میں گرتے ہوئے دیکھا تھا''...... تابوش نے پوچھا۔

''نہیں آقا''...... ہابیلا نے کہا اور تابوش چونک پڑا۔

''نہیں۔ مطلب''...... تابوش نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''آقا۔ میری طاقتیں زابیلا کی طاقتوں سے کم ہیں۔ زابیلا سب کچھ کر سکتی ہے لیکن میں سب کچھ نہیں کر سکتی۔ میں ایک وقت میں ایک وار کر سکتی ہوں۔ دوسرا وار کرنے کے لئے مجھے دو ساعتوں کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے جس سے میری طاقتیں بحال ہوتی ہیں اور آقا۔ میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ میں یہ بھی جان سکوں کہ جس پر میں نے وار کیا تھا اس کا انجام کیا ہوا ہے اس لئے پل کے دونوں کھمبے توڑتے ہی میں وہاں سے غائب ہوگئی تھی۔ اس لئے میں یہ نہیں دیکھ سکی تھی کہ مکاشو اور اس کے ساتھی ہلاک ہوئے ہیں یا نہیں''...... ہابیلا نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ تم ان معاملات میں واقعی زابیلا سے بہت کمزور ہو۔

لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارا کیا ہوا کوئی وار کبھی خالی نہیں جاتا۔ تم نے پل کے کھمبے توڑ کر پاناشی اور اس کے ساتھیوں کو گرانے کی جو کوشش کی ہے تمہاری یہ کوشش ضائع نہیں ہوئی ہوگی۔ وہ سب پل کے ساتھ ہزاروں فٹ گہری کھائی میں گر گئے ہوں گے۔ اس قدر گہرائی میں گرنے والا کوئی انسان بچ نہیں سکتا''۔ تابوش نے کہا۔

''ہاں آقا۔ کھائی واقعی بہت ہی گہری ہے۔ کھائی میں پانی بھی ہے لیکن اتنا نہیں کہ وہ سب پانی میں گر کر بچ سکیں''...... ہابیلا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر پریشانی کی کیا بات ہے۔ جب تمہیں یقین ہے کہ گہری کھائی میں گر کر وہ سب ہلاک ہو گئے ہیں تو پھر تم پریشان کیوں ہو''...... تابوش نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں ان سب کو ہلاک ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی تھی آقا''...... ہابیلا نے کہا۔

''میں سمجھ گیا۔ تم زابیلا جیسی طاقتور اور ہر کام میں ماہر بننا چاہتی ہو''...... تابوش نے کہا۔

''ہاں آقا''...... ہابیلا نے سر جھکا کر کہا۔

''ہابیلا۔ تم زابیلا کی جڑواں بہن ہو۔ تمہاری اور زابیلا کی پیدائش میں آدھی رات کی دو ساعتوں کا فرق ہے اسی لئے اسے تم سے زیادہ شکتیاں دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ زابیلا نے مہا آقا

شیطان کو خوش کرنے کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ اس کے ہاتھ چند بڑے رشیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اسی لئے اس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔ تم زابیلا کے ساتھ پہلی بار روشنی کی دنیا میں گئی ہو۔ زابیلا نے تمہیں پاناشی اور پرنس مکاشو جیسے انسانوں کو ہلاک کرنے کی ذمہ داری دی تھی۔ جن پر تم جان لیوا وار کر چکی ہو۔ تمہارا وار اگر کارگر ہوا اور وہ سب یا ان میں سے ایک آدمی بھی ہلاک ہو گیا تو تمہاری محدود طاقتیں بھی لامحدود ہو جائیں گی۔ تم بھی زابیلا جیسی مہان اور انتہائی طاقتور ذریت بن جاؤ گی۔ تم بس تھوڑا انتظار کرو۔ دو ساعتوں بعد تم ایسی بن جاؤ گی جیسی زابیلا ہے''...... تابوش کہتا چلا گیا اور بڑھیا ہابیلا کے چہرے پر پہلی بار مسرت بھرے تاثرات ابھر آئے۔

''اوہ۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں آقا۔ کیا دو ساعتوں بعد میری طاقتیں زابیلا جیسی ہو جائیں گی۔ میں شکتی شالی بن جاؤں گی''...... ہابیلا نے مسرت سے لرزتے ہوئے پوچھا۔

''بالکل۔ لیکن اس صورت میں اگر پاناشی، پرنس مکاشو اور ان کے ساتھی واقعی تمہارے ساحرانہ وار سے ہلاک ہو گئے ہوں''...... تابوش نے کہا۔

''اوہ۔ اور اگر کسی بھی وجہ سے وہ زندہ بچ گئے تو''...... ہابیلا نے ایک بار پھر پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''ایسا نہیں ہو سکتا۔ بہرحال ایسا ہوا بھی ہے تو کوئی بات نہیں۔

اگلی دو ساعتوں بعد تمہاری طاقتیں پھر بھی بحال ہو جائیں گی اور تم جا کر دیکھ سکتی ہو کہ وہ ہلاک ہوئے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ زندہ ہوئے تو تم ان پر دوسرا وار کر سکتی ہو۔ ایسا وار جس سے وہ کسی بھی صورت میں زندہ نہ بچ سکیں''...... تابوش نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ اگر ایسی بات ہے تو میں بہت خوش ہوں آقا۔ بہت خوش۔ مجھے امید ہے کہ پاناشی اور اس کے ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں اور اگر نہیں تو ان پر میں اب اس قدر خوفناک اور طاقتور وار کروں گی جس سے وہ کسی بھی صورت میں زندہ نہیں بچ سکیں گے۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔ ہابیلا کا وعدہ''...... ہابیلا نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

''تو ٹھیک ہے جاؤ۔ اگلی دو ساعتوں کا انتظار کرو۔ جو ہو گا تمہارے سامنے آ جائے گا''...... تابوش نے کہا۔

''ٹھیک ہے آقا۔ میں جا رہی ہوں۔ اب میں آپ کے پاس جب بھی آؤں گی تو صرف کامیابی کی ہی خبر لاؤں گی۔ پاناشی اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کی کامیابی کی خبر لے کر''...... ہابیلا نے کہا۔ اس نے ایک بار پھر تابوش کو جھک کر آداب کیا اور پھر اچانک اس کا وجود دھوئیں میں تبدیل ہو گیا اور دھواں لہریئے لیتا ہوا جھونپڑی سے نکلتا چلا گیا۔

حصہ اول ختم شد

جملہ حقوق دائمی بحق ناشران محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

مصنف ----- ظہیر احمد
ناشران ----- محمد ارسلان قریشی
---------- محمد علی قریشی
ایڈوائزر ----- محمد اشرف قریشی
طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

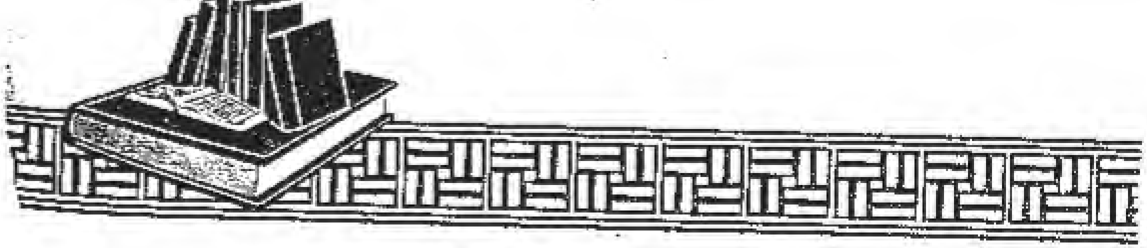

پلرز ٹوٹتے ہی عمران نے پل کی رسی مضبوطی سے پکڑ لی۔ اس کے ساتھیوں نے پہلے سے ہی رسی تھام رکھی تھی اس لئے جیسے ہی پل ٹوٹا وہ سب پل کے ساتھ نیچے گرتے چلے گئے۔ وہ سب پل کے ساتھ جھولتے ہوئے دوسری طرف بڑھتے چلے گئے اور ان سب کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ جوزف نے بھی بروقت رسی مضبوطی سے تھام لی تھی ورنہ وہ اچھل کر سیدھا گہرائی میں گر جاتا۔

دوسری طرف پل جن پلروں سے بندھا ہوا تھا وہ چٹان کافی حد تک آگے کی طرف ابھری ہوئی تھی اس لئے پل دوسری طرف چٹانوں سے نہیں ٹکرا رہا تھا۔ ان کے وزن اور چٹان کی لمبائی کی وجہ سے پل جھولے کی طرح ہوا میں ہی جھول کر رہ گیا تھا۔ اس کے باوجود عمران نے اپنا جسم پلٹا لیا تھا تاکہ پل اگر چٹانوں کی طرف جائے تو وہ چٹانوں پر پیر مار کر اسے چٹانوں سے ٹکرانے

سے روک سکے ورنہ دوسری طرف ٹکرانے کی وجہ سے وہ اور اس کے ساتھی کھائی میں گر سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا البتہ پل بڑی چٹان پر جھول کر جیسے ہی سیدھا ہوا سلیمان کو زور دار جھٹکا لگا اور اس کے ہاتھوں سے رسی چھوٹ گئی۔ سلیمان کے منہ سے ایک زور دار چیخ نکلی اور وہ پل کے ساتھ ساتھ جیسے ہی نیچے گرنے لگا عمران نے رسی سے ایک ہاتھ چھوڑ کر انتہائی برق رفتاری سے کام لیتے ہوئے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور سلیمان کا نیچے جاتا ہوا جسم ایک جھٹکے سے وہیں رک گیا۔ عمران پل کے تقریباً آخری کنارے پر تھا۔ جوزف پل کے درمیانی حصے میں لٹکا ہوا تھا جبکہ جولیا اور باقی سب عمران سے کچھ فاصلے پر تھے۔

''صص۔صص صاحب۔ ہاتھ نہ چھوڑنا۔ نہیں تو میں''...... سلیمان نے نیچے گہرائی دیکھ کر عمران سے مخاطب ہو کر گھگھیائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے عمران کو بھی زور دار جھٹکا لگا تھا۔ اس کا ہاتھ بھی رسی سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا تھا لیکن اس نے بروقت خود کو سنبھال لیا تھا ورنہ سلیمان کے ساتھ ساتھ وہ بھی سینکڑوں فٹ گہرائی میں گر جاتا اور اس قدر بلندی سے گرنے کا مطلب موت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

''باس۔ آپ ٹھیک ہیں''...... اوپر سے جوزف نے تیز آواز میں پوچھا۔

''ہاں۔ میں ٹھیک ہوں۔ تم اوپر جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اس طرف

کے پلرز بھی ٹوٹ جائیں۔ جاؤ جلدی کرو''...... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

''لیکن عمران صاحب۔ آپ''...... صفدر نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''میری فکر مت کرو۔ میں بھی اوپر آ رہا ہوں''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''کیا میں سلیمان کو اوپر لانے میں تمہاری مدد کروں''...... جولیا نے کہا۔

''نہیں۔ میں اسے اوپر کھینچ لوں گا۔ کمبخت نے مقوی حریرہ جات اور خالص غذائیں کھا کھا کر اپنا وزن بھی بڑھا رکھا ہے لیکن پھر بھی میں اسے سنبھال لوں گا۔ اگر یہ مر گیا تو مجھے اُدھار چینی، پتی اور دودھ کون لا کر دے گا۔ سارے قرض خواہ میرے گلے پڑ جائیں گے اور میں نہ گھر کا رہوں گا اور نہ باہر کا۔ اس لئے اس گھامڑ کو بچانا میری مجبوری ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ موت کے منہ میں لٹکے ہونے کے باوجود اس کے حوصلے بلند تھے۔ اس نے موت کے منہ میں بھی زندہ دلی نہیں چھوڑی تھی۔ اس کی زندہ دلی دیکھ کر ان سب کا سیروں خون بڑھ گیا۔

''او کے۔ ہم اوپر جا رہے ہیں''...... صفدر نے کہا۔

''جوزف۔ پہلے تم اوپر جاؤ۔ اوپر جا کر پلروں کو سنبھالو۔ فوراً جاؤ''...... عمران نے تیز آواز میں کہا تو جوزف نے اثبات میں سر

ہلایا اور رسی سے لٹکتا ہوا بندروں کی سی پھرتی سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ جوزف کو اوپر جاتے دیکھ کر باقی سب بھی رسی پکڑے تختوں پر پیر جماتے ہوئے اوپر جانے لگے۔

"اپنے پیر کسی تختے کے رخنے میں پھنسانے کی کوشش کرو۔ پھر میں تمہیں آسانی سے اوپر کھینچ لوں گا"...... عمران نے سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ سلیمان کے پیر تختوں سے باہر لٹک رہے تھے۔ عمران نے زور لگا کر اسے اوپر کھینچا تو سلیمان تختوں میں بنے ہوئے رخنوں میں پیر رکھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن رخنے چھوٹے اور ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اس کے پیر وہاں جم ہی نہیں رہے تھے۔

"نہیں ہو رہا صاحب"...... سلیمان نے بے بسی سے کہا۔

"ہو گا بھی نہیں۔ مفت کا کھا کھا کر سانڈ کی طرح پل جو گئے ہو"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"میں مفت کی نہیں کھاتا رہا ہوں صاحب۔ اپنی محنت اور خون پسینے کی کمائی سے کھاتا ہوں"...... سلیمان نے فوراً کہا۔

"اپنی نہیں تم میرے خون پسینے کی کمائی کھاتے ہو۔ مجرموں کے پیچھے بھاگ بھاگ کر میں پسینہ بھی بہاتا ہوں اور خون بھی۔ تم نے کبھی اپنا خون پسینہ بہایا ہو تو تمہیں پتہ چلے"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ خون نہیں بہایا تو کیا ہوا پسینہ تو بہایا ہے اور کچن کی گرمی میں آپ کے لئے چائے بناتے ہوئے اور کھانا بنانے کے لئے جتنا میں نے پسینہ بہایا ہے اتنا تو آپ نے خون

بھی نہیں بہایا ہو گا"...... سلیمان نے چڑ کر کہا۔

"کچن میں تم جتنا پسینہ بہاتے ہو اس کا معاوضہ بھی تو لیتے ہو اور وہ بھی لاکھوں میں۔ غضب خدا کا۔ میں دنیا کے کسی کونے میں رقم چھپا لوں تمہاری نظروں سے نہیں بچ سکتی۔ جنگلی بلی کی نظر ہے تمہاری۔ اب تک تم مجھے کنگال کر چکے ہو اس کے باوجود تمہاری تنخواہیں میرے سر پر بوجھ بنی رہتی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"تو اس بوجھ کو اتار پھینکیں نا۔ آپ مجھے دس بیس کروڑ دے دیں میں بقیہ ساری تنخواہیں آپ کو معاف کر دوں گا۔ پھر آپ بھی خوش میں بھی خوش"...... سلیمان نے کہا۔

"دس بیس کروڑ۔ ارے باپ رے۔ تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے تمہاری نہیں بلکہ تمہارے آباؤ واجداد کی تنخواہیں بھی مجھ پر واجب الادا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"آباؤ اجداد کی تنخواہیں ہوتیں تو میں اربوں کھربوں کی بات کرتا۔ میں دس بیس کروڑ کی بات کر رہا ہوں۔ آج کل دس بیس کروڑ کی اوقات ہی کیا ہے۔ ایک بنگلہ بنواؤ، ایک کار خریدو اور پھر شادی کر لو۔ بس پھر کنگال کے کنگال"...... سلیمان نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم کہو تو میں تمہیں کنگال ہونے سے بچا سکتا ہوں"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کیسے۔ مگر جلدی سے بتائیں ابھی مجھے اوپر بھی جانا

ہے''...... سلیمان نے بے قرار ہو کر کہا۔

''بتانا کیا ہے۔ میں تمہارا ہاتھ چھوڑ دیتا ہوں۔ اس طرح تم سیدھے اوپر چلے جاؤ گے پھر نہ تمہیں کروڑوں ملیں گے نہ تم کار بنگلہ خریدو گے اور نہ ہی تمہاری شادی ہو گی۔ اس طرح تم آسانی سے کنگال ہونے سے بچ جاؤ گے۔ بولو۔ چھوڑ دوں ہاتھ اوپر جانے کے لئے''...... عمران نے کہا۔ وہ جان بوجھ کر سلیمان سے نوک چھونک کر رہا تھا تاکہ اس کے ساتھی ایک ایک کر کے اوپر پہنچ جائیں۔ ان سب کے اوپر جانے سے پل کا وزن کم ہو جاتا اور پھر وہ سلیمان کو اپنے کاندھے پر بھی لاد کر اوپر لے جا سکتا تھا۔ جوزف چٹان کے کنارے تک پہنچ گیا تھا۔ وہ چٹانوں کے کنارے پکڑ کر اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ باقی سب بدستور رسی پکڑے تختوں پر پیر رکھتے ہوئے اوپر جا رہے تھے۔

''اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد میں آپ کا پیچھا چھوڑ دوں گا تو یہ آپ کی غلط فہمی ہو گی۔ بہت بڑی غلط فہمی''...... سلیمان نے کہا۔

''کیا مطلب۔ مرنے کے بعد بھی تم میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ میں بھوت بن کر آپ کے سر پر سوار ہو جاؤں گا۔ آپ کا کھانا پینا، سونا جاگنا محال کر دوں گا اور سو سالوں تک آپ کی شادی بھی نہیں ہونے دوں گا۔ میں اس وقت تک آپ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ کنوارے نہیں مر جاتے''...... سلیمان نے ترقی بہ ترقی جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ارے باپ رے۔ تمہارے مرنے کے بعد بھی مجھے کنوارہ ہی رہنا ہے تو پھر کیا فائدہ۔ ٹھیک ہے پیارے۔ تمہیں زندہ رکھ کر جلد سے جلد تمہاری شادی کسی لولی لنگڑی سے کراتا ہوں۔ اب اس کے بعد ہی میں اپنے سر پر سہرے سجاؤں گا''...... عمران نے کہا اور سلیمان بے اختیار ہنس پڑا۔ اس وقت تک جوزف چٹان پر چڑھ گیا تھا۔ اس کے بعد خاور، پھر نعمانی، پھر چوہان اوپر چلے گئے۔

''باس۔ کیا آپ کی مدد کے لئے میں رسی نیچے پھینک دوں''...... اوپر سے جوزف کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

''نہیں۔ میں آ رہا ہوں''...... عمران نے بھی اونچی آواز میں کہا اور اس نے زور لگا کر سلیمان کو اوپر اٹھانا شروع کر لیا۔ اوپر اٹھتے ہوئے سلیمان نے بھی اپنے پیر لٹکتے ہوئے تختوں پر جمانے کی کوشش کرنی شروع کر دی۔

''سنبھل کر''...... عمران نے کہا۔

''میں کوشش کر رہا ہوں''...... سلیمان نے کہا۔

''دوسرے ہاتھ سے رسی پکڑنے کی کوشش کرو''...... عمران نے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا کر بائیں طرف رسی پر ہاتھ ڈال دیا۔ رسی پکڑتے ہی اس نے ایک تختے کے کنارے پر اپنا پیر جما لیا۔

''بس ٹھیک ہے۔ اب مجھے چھوڑ دیں صاحب''...... سلیمان نے تیز آواز میں کہا۔

''خود کو سنبھال لو گے''...... عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ سنبھال لوں گا''...... سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ سلیمان نے فوراً دوسرے ہاتھ سے بھی رسی پکڑ لی اور اپنا توازن درست کرنے لگا۔

''آپ اوپر چلیں میں آ رہا ہوں''...... سلیمان نے کہا۔

''دیکھ لو۔ مجھے سچ سچ بھوتوں سے بے حد ڈر لگتا ہے۔ وہ بھی ایسے بھوت جو خانساماؤں کے ہوں۔ ان کا کیا بھروسہ وہ کب اور کسے کاٹ کر اور بھون کر کھا جائیں''...... عمران نے کہا۔

''بے فکر رہیں۔ بس بارہ بچوں کا باپ بننے سے پہلے میں نہیں مروں گا''...... سلیمان نے ہنس کر کہا اور عمران مسکرا دیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے رسی تھامی اور تیزی سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ سلیمان بھی اس کی تقلید میں اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں وہ سب چٹان پر بیٹھے یوں ہانپ رہے تھے جیسے میلوں دوڑ لگا کر آئے ہوں۔

''میں نے پلرز دیکھے تھے۔ وہ بے حد مضبوط اور چٹانوں میں اچھی طرح سے دھنسے ہوئے تھے پھر اچانک ٹوٹ کیسے گئے''...... کچھ دیر بعد جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''مجھے کیا معلوم۔ تم تو میری طرف ایسے دیکھ رہی ہو جیسے پلرز میں نے توڑے ہوں''...... عمران نے جلدی سے کہا۔

''حیرانی کی بات تو ہے لیکن ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اچانک پل ٹوٹنے کے باوجود ہم زندہ ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی کا ہاتھ چھوٹ جاتا تو کیا ہوتا''...... صفدر نے کہا۔

''وہی ہوتا جو منظور خدا ہوتا''...... تنویر نے مسکرا کر کہا۔

''اور میں سوچ رہا ہوں کہ تنویر نہ ہوتا تو کیا ہوتا''...... عمران نے کہا اور وہ سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''کیا ہوتا''...... تنویر نے اسے گھور کر کہا۔

''وہی ہوتا جو اللہ کو منظور ہوتا''...... عمران نے سہم جانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا اور وہ سب نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی جاندار اداکاری پر ہنس پڑے۔

''باس۔ پل خود نہیں ٹوٹا ہے بلکہ اسے توڑا گیا تھا''۔ اچانک جوزف نے کہا تو ان سب کے ساتھ عمران بھی چونک پڑا۔

''توڑا گیا تھا۔ کیا مطلب۔ کس نے توڑا ہے۔ ہم نے تو اس طرف کسی کو نہیں دیکھا تھا''...... عمران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں واقعی۔ مگر ہم اس طرف چٹان کی قریب ہی تھے اور وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو کہ پل توڑا گیا ہے''...... جولیا نے بھی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے ہوا میں ساگندی کی بو محسوس ہو رہی ہے''...... جوزف

نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساگندی۔ کون ساگندی۔ یہ تمہاری کسی نانی کی ساس کا نام ہے یا دادی کی ساس کا"...... سلیمان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تم چپ رہو سلیمان"...... عمران نے سلیمان کو خاموش کراتے ہوئے کہا۔

"یاس۔ ساگندی کالی بدروح ہے۔ شیطانی دربار کی بدروح جو انتہائی گندی، رذیل اور انتہائی گھناؤنی ہے"...... جوزف نے اسی انداز میں کہا۔

"لیکن ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا"...... صدیقی نے کہا۔

"وہ دکھائی نہیں دیتی۔ وہ چھپ کر وار کرتی ہے۔ لیکن......" جوزف کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن۔ لیکن کیا"...... صفدر نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ۔ میں ابھی بتاتا ہوں"...... جوزف نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اس سے کچھ کہتا وہ دوسری طرف گھنی جھاڑیوں کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

"اسے کیا ہوا ہے۔ کہاں گیا ہے یہ"...... نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اگر جولیا ہمارے ساتھ نہ ہوتی تو میں تم سب کو بتا سکتا تھا کہ جوزف جھاڑیوں کے پیچھے اپنی ٹینکی خالی کرنے گیا ہے"...... عمران نے کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

"کیا بے ہودگی ہے"...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

"بے ہودگی۔ میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے جسے بے ہودگی کہہ رہی ہو"...... عمران نے انجان بن کر کہا اور وہ سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"عمران صاحب۔ ہو سکتا ہے جوزف ٹھیک کہہ رہا ہو۔ ہم ڈارک ورلڈ میں شیطان جنات کا مقابلہ بلکہ ان کا خاتمہ کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ ممکن ہے انہیں معلوم ہو گیا ہو کہ ہم انہیں فنا کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے ہمارا راستہ روکنے کے لئے کسی شیطانی ذریت کو یہاں بھیج دیا ہو"...... چوہان نے کہا۔

"کک۔ کک۔ کیا۔ کیا۔ ڈارک ورلڈ۔ جن۔ ہم۔ ہم جنات سے لڑنے جا رہے ہیں"...... سلیمان نے یکلخت خوفزدہ ہو کر بری طرح سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ کیا تمہیں نہیں پتہ"...... خاور نے اسے دیکھ کر کہا۔

"نن۔ نن۔ نہیں۔ صص۔ صص۔ صاحب یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جنات۔ ہم جنات سے لڑنے جا رہے ہیں"...... سلیمان نے عمران کی طرف دیکھ کر انتہائی خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے کیا پتہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میرے کان تو بند ہیں"...... عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔

''اللہ کے لئے صاحب بتا دیں۔ اگر آپ واقعی جناتی دنیا کی طرف جا رہے ہیں تو مجھے بتا دیں۔ میں۔ میں''...... سلیمان نے روہانسی شکل بناتے ہوئے کہا۔

''تو۔ میں۔ میں کیا''...... عمران نے کہا

''تو میں۔ میرا مطلب ہے اگر آپ نے جناتی دنیا میں جانا ہے تو جائیں۔ میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ جناتی دنیا میں جانے سے تو بہتر ہے کہ میں اسی کھائی میں کود کر جان دے دوں''...... سلیمان نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

''کوئی بھی نیکی ہو وہ پوچھ کر نہیں کرتے۔ ثواب کم ہو جاتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''مطلب۔ میں لگا دوں چھلانگ''...... سلیمان نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''ڈر لگتا ہے تو میں ان میں سے کسی سے کہہ دیتا ہوں۔ وہ تمہیں اٹھا کر پھینک دے گا''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا اور سلیمان بھنا کر رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا جوزف جھاڑیوں کے پیچھے سے نکل کر دوڑتا ہوا واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔

''باس۔ باس''...... اس نے دور سے ہی چلاتے ہوئے کہا۔ اسے دیکھ کر وہ سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''کیا بات ہے۔ اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہو''...... نزدیک آنے پر عمران نے اس سے پوچھا۔

''وہ آئی تھی باس۔ وہ ساگندی ہی تھی۔ اسی نے پل توڑ کر ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی''...... جوزف نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا اور ان سب کے چہروں پر حیرت لہرانے لگی۔

''صاف صاف کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''باس۔ میں نے فادر جوشوا سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ شیطانی دربار کی ساگندی جس کا نام بابیلا ہے۔ اسی نے پل کے پلرز توڑے ہیں۔ وہ ہمیں ہلاک کرنا چاہتی تھی تاکہ ہم آگے نہ بڑھ سکیں اور نہ ڈارک ورلڈ میں داخل ہو سکیں''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ اب وہ کہاں ہے۔ اس نے اگر ہم پر ایک حملہ کیا ہے تو وہ دوسرا حملہ بھی تو کر سکتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ وہ دوسرا حملہ کرنے ضرور آئے گی بلکہ وہ اس وقت تک ہم پر حملے کرتی رہے گی جب تک ہم ہلاک نہیں ہو جاتے۔ اسے ہر حال میں ہمیں ڈارک ورلڈ میں جانے سے روکنے کے لئے بھیجا گیا ہے''...... جوزف نے کہا۔

''کیا اسے تابوش نے بھیجا ہے''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

''یس باس۔ ساگندی بدروحیں بے حد خطرناک ہیں۔ یہ ہمیشہ

چھپ کر حملہ کرتی ہیں۔ یہ ساگندی ایک کمزور ذریت ہے، لیکن اتنی بھی کمزور نہیں کہ ہمیں نقصان نہ پہنچا سکے''...... جوزف نے کہا۔

''کیا مطلب''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ دو ساگندیاں ایک تاریک رات میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان دونوں کی پیدائش میں دو ساعتوں کا فرق ہے۔ ایک ساگندی زابیلا ہے اور دوسری ہابیلا۔ زابیلا چونکہ بڑی ذریت ہے اس لئے وہ سامنے رہ کر بھی حملہ کر سکتی ہیں اور چھپ کر بھی۔ اس کی طاقتیں ہابیلا سے زیادہ ہیں۔ چھوٹی ذریت ہونے کی وجہ سے ہابیلا صرف چھپ کر وار کرتی ہے اور وار کرنے کے بعد اسے فوراً غائب ہونا پڑتا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جان سکتی کہ اس کا وار کامیاب ہوا ہے یا نہیں۔ دوسرا وار کرنے کے لئے اسے دو ساعتوں کا وقت درکار ہوتا ہے۔ پہلا وار کرنے سے اس کی طاقت میں خاطر خواہ کمی آ جاتی ہے جو دو ساعتیں گزرنے کے بعد اس میں دوبارہ لوٹ آتی ہے اور وہ ایک بار پھر وار کرنے آ جاتی ہے۔ اس کا دوسرا وار پہلے وار سے بڑا اور بھاری ہو سکتا ہے اس لئے ہمیں اس سے ہر حال میں بچنا ہو گا ورنہ وہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے''...... جوزف نے کہا۔

''تو وہ اب یہاں نہیں ہے''...... جولیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔ اپنی طاقتیں پوری کرنے کے لئے اسے تاریکی میں

جانا پڑتا ہے لیکن دو ساعتوں کے بعد وہ کبھی بھی اور کہیں سے بھی آ سکتی ہے اور وہ کہاں سے اور کیسا حملہ کرے اس کا پتہ نہیں چل سکتا''...... جوزف نے کہا۔

''تمہیں بھی اندازہ نہیں ہو گا کہ ساگندی ہم پر دوسرا وار کیسے اور کس انداز میں کرے گی''...... تنویر نے پوچھا۔

''اگر وہ ہمارے نزدیک ہوئی اور میں نے اس کی بو محسوس کر لی تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہم پر کیسا وار کرے گی ورنہ نہیں''...... جوزف نے کہا۔

''اس سے بچنے کی کوئی احتیاطی تدبیر بھی تو ہو سکتی ہے''...... صفدر نے کہا۔

''نہیں۔ ساگندی سے بچنے کے لئے وار ہونے سے پہلے کوئی احتیاطی تدبیر نہیں کی جا سکتی۔ اگر اس کے وار کا بروقت پتہ چل جائے تب ہی اس سے بچا جا سکتا ہے''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''دوسری ذریت زابیلا کہاں ہے۔ کیا وہ بھی ہم پر وار کر سکتی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''نو باس۔ وہ کہاں ہے اس کا مجھے پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن اگر وہ یہاں آئی تو مجھے اس کا بھی علم ہو جائے گا''...... جوزف نے کہا۔

''جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ یہ بتاؤ لاشا کا جنگل کہاں ہے''......

تنویر نے سر جھٹک کر کہا۔

"لاشا کا جنگل یہاں سے بہت دور ہے۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے ہمیں کئی روز لگ جائیں گے"...... جوزف نے کہا۔

"تمہیں اس جنگل تک پہنچنے کے راستوں کا علم ہے"...... جولیا نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن فادر جوشوا، میری رہنمائی کر رہا ہے۔ وہ مجھے راستے بتاتا جائے گا"...... جوزف نے جواب دیا۔

"اگر فادر جوشوا، تمہارے ساتھ ہے تو ساگندی کے بارے میں اس سے پوچھنے کے لئے تم جھاڑیوں میں کیوں گئے تھے"...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فادر جوشوا مجھ سے علیحدگی میں بات کرنا پسند کرتا ہے"...... جوزف نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ اب بتاؤ۔ آگے کس طرف جانا ہے"...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

"آئیں میرے ساتھ"...... جوزف نے کہا اور ان سب نے اپنے بیگ اٹھا کر کاندھوں پر لادنے شروع کر دیئے جو پل پر سے اوپر آ کر انہوں نے کاندھوں سے اتار کر نیچے رکھ دیئے تھے۔ جوزف انہی جھاڑیوں کی طرف جا رہا تھا جہاں سے وہ فادر جوشوا سے بات کر کے آیا تھا۔ وہ سب بھی اس کے پیچھے ہو گئے۔ گھنی جھاڑیوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان جھاڑیوں میں

پگڈنڈیوں جیسے چھوٹے اور ٹیڑھے میڑھے راستے بنے ہوئے تھے۔ جوزف انہی راستوں پر جا رہا تھا۔ ان اطراف سے شاید شکاریوں نے جھاڑیاں کاٹ کر راستے بنا رکھے تھے۔ انہیں دور درختوں کے جھنڈ دکھائی دے رہے تھے۔ جوزف اسی طرف جا رہا تھا۔ راستہ چونکہ تنگ تھا اور وہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے چل رہے تھے اس لئے وہ آپس میں کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ وہ مسلسل دو گھنٹوں تک ان جھاڑیوں میں بنے راستوں پر چلتے رہے اور پھر جھاڑیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ان کے سامنے ایک کھلا میدان تھا اور میدان کی دوسری طرف جنگل شروع ہو جاتا تھا۔ وہ سب جھاڑیوں سے نکل کر میدان میں آ کر رک گئے۔

"باپ رے۔ اب یہ میدان اور پھر جنگل۔ ہمارا یہ سفر ختم ہو گا بھی یا نہیں"...... سلیمان نے جھک کر اپنے گھٹنے دباتے ہوئے کہا جیسے وہ چل چل کر بری طرح سے تھک گیا ہو۔

"زندگی بھی ایک سفر کا نام ہے پیارے۔ جس دن یہ سفر ختم ہو گیا سمجھو سب ختم ہو گیا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں زندگی کے نہیں اس سفر کی بات کر رہا ہوں"...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

"تو کرتے رہو۔ تمہاری سن کون رہا ہے"...... عمران نے کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

"باس رکنا ہے یا آگے چلیں"...... جوزف نے پوچھا۔

"ان سب سے پوچھ لو بھائی۔ ان کے پیر تمہارے پیروں کی طرح سٹین لیس اسٹیل کے بنے ہوئے ہیں تو میں بھی مرمر کے قدم اٹھا ہی لوں گا"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے عمران صاحب تھک گئے ہیں"...... چوہان نے مسکرا کر کہا۔

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے تمہاری لغت میں تھکن کا نام تک نہیں ہے"...... عمران نے منہ بنا کر کہا اور وہ سب ایک بار پھر مسکرا دیئے۔ اچانک انہوں نے جوزف کو بری طرح سے چونکتے ہوئے دیکھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے۔ تم تو اس طرح سے اچھلے ہو جیسے تمہیں کسی زہریلی چیونٹی نے کاٹ لیا ہو"...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

"وہ آ گئی ہے باس۔ اس کے دوسرے وار کے لئے تیار ہو جاؤ"...... جوزف نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ سب بری طرح سے چونک پڑے۔ ابھی وہ ادھر ادھر دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک زمین بری طرح سے لرز اٹھی اور ساتھ ہی تیز اور انتہائی خوفناک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور پھر انہوں نے ایک انتہائی خوفناک اور دل دہلا دینے والا منظر دیکھا۔ ان کے سامنے زمین پر ایک سیاہ لکیر سی بن گئی تھی جہاں سے زمین پھٹ رہی تھی۔

طارق کی سرکردگی میں کرنل فریدی اور اس کے ساتھی ابھی تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اچانک سامنے ایک گھنے درخت کی شاخیں تڑخیں اور پتے ٹوٹ کر نیچے گرے۔ ساتھ ہی ایک دیوہیکل سیاہ گوریلا درخت سے چھلانگ لگا کر ان کے سامنے آ گیا۔ گوریلے کو دیکھتے ہی وہ سب ٹھٹھک گئے۔ انہوں نے فوراً مشین پسٹلز کا رخ گوریلے کی طرف کر دیا جو بدستور ان کے ہاتھوں میں ہی تھے۔ گوریلا طارق سے چند فٹ کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر جا بجا زخم دکھائی دے رہے تھے جہاں سے خون رس رہا تھا۔ گوریلے کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ طارق کی طرف انتہائی خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"رک جاؤ۔ کوئی اس پر فائرنگ نہیں کرے گا"...... طارق نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور کرنل فریدی سمیت سب کی انگلیاں ٹریگر دباتے

دباتے رک گئیں۔

"یہ وہی گوریلا ہے طارق صاحب جو زخمی ہو کر بھاگ گیا تھا"...... کرنل فریدی نے طارق سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ یہ زخمی ہے اور پہلے سے زیادہ خطرناک ہو چکا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اس پر فائرنگ نہ کرے۔ میں خود اسے ہلاک کروں گا"...... طارق نے کہا۔ اس کی نظریں بدستور گوریلے پر جمی ہوئی تھیں جو اس کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھ کر غرانا شروع ہو گیا تھا۔ طارق نے ریوالور پیٹی میں اڑس لیا تھا۔ اس نے پیٹی سے ریوالور نکالنے کی بجائے دندانوں والا خنجر نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور ساتھ ہی اس نے آہستہ آہستہ کاندھوں پر سے اپنا بیگ اتارنا شروع کر دیا۔

"کیا آپ خنجر کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے"...... کرنل فریدی نے جبڑے بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ میرا بیگ اٹھاؤ اور تم سب پیچھے ہٹ جاؤ۔ محتاط رہنا۔ اس طرف کوئی اور درندہ بھی آ سکتا ہے"...... طارق نے گوریلے سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ اس نے کاندھوں سے بیگ اتار کر زمین پر ڈال دیا تھا۔

"لیکن طارق صاحب"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ تم سب پیچھے ہٹ جاؤ"...... طارق نے غراتے ہوئے کہا تو کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اشارہ کیا تو کیپٹن حمید سمیت سب الٹے قدموں پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ ہریش نے آگے بڑھ کر طارق کا بیگ اٹھا لیا تھا۔ گوریلا انہیں پیچھے ہٹتے دیکھ کر اور زور زور سے غرانے لگا۔ اس کا چہرہ غصے سے بگڑا ہوا تھا۔ گوریلے نے منہ اٹھا کر زور دار چنگھاڑ ماری اور پھر نہایت غضبناک انداز میں دونوں ہاتھوں سے سینہ کوبی کرنے لگا۔

"طارق صاحب۔ یہ خونخوار درندہ ہے۔ یہ غصے میں بھی ہے"...... کرنل فریدی نے اونچی آواز میں کہا۔

"کوئی پرواہ نہیں۔ ایسے خونخوار درندوں سے میں پہلے بھی کئی بار نپٹ چکا ہوں"...... طارق نے کہا۔

"آپ ایسا کریں خنجر مجھے دیں۔ اس گوریلے کو میں ہلاک کرتا ہوں"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"نہیں۔ میں اپنا کام کرنا جانتا ہوں"...... طارق نے کہا اور پھر وہ خنجر لئے غیر محسوس انداز میں گوریلے کی جانب بڑھنے لگا۔ گوریلے نے اس کی حرکت بھی دیکھ لی تھی۔ اس نے ایک بار پھر چنگھاڑ ماری اور اچانک پوری قوت سے اچھل کر طارق کی طرف آیا۔ طارق ہوشیار تھا۔ گوریلے نے جیسے ہی اس پر چھلانگ لگائی طارق نے فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس نے اچھل کر ہوا میں قلابازی کھائی اور اس کی جڑی ہوئی ٹانگیں اچھلتے ہوئے گوریلے کے دائیں کاندھے پر پڑیں۔ گوریلے کے منہ سے زور دار چیخ نکلی

اور وہ پہلو کے بل گر گیا۔ طارق قلابازی کھا کر قدرے ترچھا ہوا اور اپنے جسم کو مخصوص انداز میں گھماتا ہوا پیروں کے بل زمین پر آ گیا۔ جیسے ہی وہ زمین پر آیا گوریلے نے غراتے ہوئے بازو پھیلائے اور نہایت خوفناک انداز میں اس پر جھپٹ پڑا۔ طارق تیزی سے الٹے قدموں پیچھے ہٹا۔ اسی لمحے گوریلے نے اس پر اچھل کر حملہ کر دیا تو طارق نے اپنا جسم کو کمان کی طرح پیچھے موڑ لیا۔ گوریلا اس کے اوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف گرا۔ اس سے پہلے کہ گوریلا اٹھتا طارق سیدھا ہوا اور اس نے برق رفتاری سے مڑتے ہوئے زوردار ٹانگ گوریلے کی پشت پر ماردی۔ گوریلا دھب سے گرا۔ اس سے پہلے کہ گوریلا سیدھا ہوتا طارق جمپ لگا کر اس کے نزدیک آ گیا۔ اس بار اس کی نیم دائرے میں گھومتی ہوئی ٹانگ اٹھتے ہوئے گوریلے کے سر پر پڑی اور گوریلا سر پر ہاتھ مارتا ہوا اور بری طرح سے چیختا ہوا زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہوتا چلا گیا۔

طارق کو ایک طاقتور اور خوفناک گوریلے سے اس انداز میں لڑتے دیکھ کر کرنل فریدی اور اس کے ساتھی حیران تھے۔ یہ ان کی زندگی کا شاید پہلا موقع تھا جب انہوں نے ایک لحیم شحیم اور طاقتور درندے سے ایک انسان کو اس انداز میں لڑتے ہوئے دیکھا تھا۔

گوریلے کو گر کر تڑپتے دیکھ کر طارق خنجر لے کر بجلی کی سی تیزی سے گوریلے کی طرف بڑھا۔ اس نے خنجر گوریلے کی گردن پر مارنا چاہا مگر اچانک گوریلے کا ہاتھ گھوم کر طارق کی ٹانگوں پر پڑا اور طارق

اچھل کر نیچے گرا۔ طارق کے گرتے ہی گوریلے نے پلٹ کر ایک بار پھر اس پر چھلانگ لگا دی۔

گوریلے کو اس طرح طارق پر گرتے دیکھ کر ان سب کے دل بری طرح سے دھڑک اٹھے۔ گوریلے نے طارق پر جمپ کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے لمبے ناخن پھیلا لئے تھے۔ اس کا انداز ایسے تھا جیسے وہ طارق کے سینے پر سوار ہو کر لمحوں میں اسے چیر پھاڑ کر رکھ دے گا لیکن جیسے ہی گوریلا نیچے آیا طارق کی ٹانگیں چلیں اور گوریلا اسی تیزی سے پلٹ کر دور جا گرا جس تیزی سے اس نے طارق پر چھلانگ لگائی تھی۔

"احتیاط سے طارق صاحب۔ گوریلا بے حد وحشی ہو رہا ہے"..... کیپٹن حمید نے کہا۔ طارق نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا وہ تیزی سے اٹھا اور اٹھتے ہی تیزی سے گوریلے کی طرف دوڑ پڑا۔ گوریلا بھی فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ طارق نے دوڑتے ہوئے گوریلے کے قریب جا کر چھلانگ لگائی۔ اس کا جسم جیسے ہی ہوا میں بلند ہوا وہ یکلخت کسی پھرکی کی طرح گھوم گیا۔ کرنل فریدی اور باقی سب نے طارق کے ہاتھ میں موجود خنجر کی تیز چمک دیکھی۔ دوسرے لمحے انہوں نے گوریلے کو اپنی گردن پکڑ کر گرتے دیکھا۔ اس کی گردن سے خون فواروں کی طرح پھوٹ پڑا تھا۔

طارق نے اچھل کر گھومتے ہوئے نہایت ماہرانہ انداز میں گوریلے کی گردن پر خنجر چلا دیا تھا۔ جس سے گوریلے کی شہ رگ

کٹ گئی۔ وہ منہ کے بل گرا اور بری طرح سے تڑپنے لگا اور چند ہی لمحوں میں تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔ گوریلے کو ہلاک ہوتے دیکھ کر وہ سب تیزی سے طارق کی طرف بڑھے جو خنجر ہاتھ میں لئے نہایت اطمینان بھرے انداز میں گوریلے کے قریب کھڑا تھا۔ اس کے خنجر پر خون کی لکیر صاف دکھائی دے رہی تھی۔

”ویل ڈن طارق صاحب۔ ویل ڈن۔ اس عمر میں آپ کی پھرتی واقعی قابل داد ہے۔ آپ نے جس بہادری، ہمت اور ماہرانہ انداز میں اس قدر طاقتور اور خونخوار گوریلے کا مقابلہ کیا ہے واقعی قابل داد ہے۔ ویل ڈن“...... کرنل فریدی نے آگے بڑھ کر طارق کا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

”ہاں طارق صاحب۔ آپ کے مقابلے میں گوریلا دوگنا بڑا تھا۔ زخمی ہونے کے باوجود اس کی پھرتی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی لیکن اس کے باوجود آپ نے اس کا واقعی بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا ہے۔ آپ کا لڑنے کا ماہرانہ انداز واقعی بے حد انوکھا اور حیرت انگیز تھا“...... کیپٹن حمید نے کہا۔

”میں شکاری ہوں برخوردار۔ ایسے خونخوار درندوں کا اور میرا آمنا سامنا ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہ ہو تو ان سے خالی ہاتھوں بھی لڑنا پڑتا ہے“...... طارق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی“...... رشیدہ نے کہا۔

”کون سی بات“...... انور نے پوچھا۔

”یہ کہ اس گوریلے کو ہم فائرنگ کر کے آسانی سے ہلاک کر سکتے تھے۔ پھر طارق صاحب نے ہمیں فائرنگ کرنے سے منع کیوں کر دیا تھا اور خود اس گوریلے کے مقابلے کے لئے میدان میں اتر گئے“...... رشیدہ نے کہا۔

”اس کا جواب تو ظاہر ہے طارق صاحب ہی دے سکتے ہیں“...... انور نے کہا۔ اس نے عادت کے مطابق طارق اور گوریلے کی لڑتے ہوئے کئی تصویریں بنا لی تھیں۔ اس سے پہلے کہ طارق کچھ کہتا اچانک انہوں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ انہوں نے چونک کر دیکھا تو انہیں درختوں کے ایک جھنڈ سے زابیلا بھاگتی ہوئی اس طرف آتی دکھائی دی۔

”یہ کہاں سے آ رہی ہے“...... ہریش نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس اثناء میں زابیلا بھاگتی ہوئی ان کے قریب پہنچ گئی اور پھر رک کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

”وہ۔ وہ۔ گوریلے ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ میں اور میری بہن ہابیلا ان سے ڈر کر دور بھاگ گئی تھیں“...... اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

”جب تمہیں معلوم تھا کہ جھنڈ میں گوریلے چھپے ہوئے ہیں تو تم جان بوجھ کر اس طرف کیوں گئی تھی“...... کیپٹن حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہم جھنڈ کی طرف جھاڑیوں میں چھپنے کے لئے گئی تھیں لیکن

پھر اچانک ایک گوریلا درخت سے کود کر ہمارے سامنے آ گیا۔ اسے دیکھ کر ہم خوفزدہ ہو گئی تھیں اور پھر ہم اس سے ڈر کر بے تحاشہ بھاگتی چلی گئی تھیں''...... زابیلا نے بات بناتے ہوئے کہا۔

''آپ اکیلی ہیں۔ آپ کی بہن کہاں ہیں''...... ہریش نے پوچھا۔

''گوریلوں کے ڈر سے ہم بھاگتی ہوئی الگ الگ سمتوں میں چلی گئی تھیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے''...... زابیلا نے کہا جبکہ طارق ایک طرف کھڑا غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''مطلب یہ کہ وہ جنگلوں میں کھو گئی ہے''...... انور نے کہا۔

''شاید''...... زابیلا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''تمہیں اپنی بہن کی گمشدگی کی فکر نہیں ہے''...... روزا نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''فکر ہے۔ بہت فکر ہے۔ میں اس کے لئے بے حد پریشان ہوں۔ نجانے میری بہن کہاں ہے اور کس حال میں ہے''...... زابیلا نے چہرے پر فکرمندی اور پریشانی کے تاثرات نمایاں کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''تم کافی دور سے بھاگ کر آ رہی ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم اس طرف ہیں''...... طارق نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ میں نے تم سب کو دور سے دیکھ لیا تھا''...... زابیلا نے

جلدی سے کہا۔

''شاید تم نے دوربین لگا رکھی تھی آنکھوں پر''...... طارق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب''...... زابیلا نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

''کچھ نہیں۔ طارق نے کہا اور دوسری طرف مڑ گیا۔ دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ہاتھ سے خنجر نکل کر انتہائی برق رفتاری سے زابیلا کی طرف بڑھا۔ طارق کو اس طرح زابیلا پر خنجر پھینکتے دیکھ کر وہ سب اچھل پڑے لیکن دوسرا لمحہ ان کے لئے اور زیادہ حیرت انگیز ثابت ہوا۔ ایک حیرت انگیز منظر دیکھ کر وہ سب دم بخود رہ گئے تھے۔ طارق نے جیسے ہی زابیلا کی طرف خنجر پھینکا اسی لمحے زابیلا نے ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔ جیسے ہی اس نے ہاتھ اٹھایا طارق کا پھینکا ہوا خنجر عین اس کی ہتھیلی کے پاس آ کر یوں رک گیا جیسے کسی ان دیکھی طاقت نے اسے روک لیا ہو۔ خنجر کی نوک زابیلا کی ہتھیلی کے بالکل قریب تھی اور خنجر ہوا میں معلق ہو کر آہستہ آہستہ ہل رہا تھا جبکہ زابیلا کی نظریں طارق پر جمی ہوئی تھیں۔

''یہ۔ یہ کیا ہے۔ کیا مطلب۔ یہ خنجر۔ یہ خنجر اس طرح''...... انسپکٹر ریکھا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''تو میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ تم ہم میں سے نہیں ہو''...... طارق نے زابیلا کی طرف دیکھ کر ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ زابیلا نے ہاتھ نیچے کیا تو خنجر زمین پر گر گیا۔ زابیلا جھکی اور اس نے خنجر

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں طارق صاحب کہ فریدی صاحب زابیلا کے زیر اثر ہیں۔ اس بات کا کیا مطلب ہوا"...... روزا نے انتہائی حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"تم سب نہیں جانتے۔ زابیلا انسانی روپ میں ایک شیطانی ذریت ہے۔ اس نے تمہارے کرنل فریدی صاحب کو اپنے بس میں کر رکھا ہے۔ کرنل فریدی وہی کر رہا ہے جو یہ اس سے کہتی ہے"...... طارق نے کہا اور وہ سب بے اختیار اچھل پڑے۔

"شیطانی ذریت"...... ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں۔ یہ بدروح ہے۔ اس نے کسی لڑکی کے جسم پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس نے کرنل فریدی کو اپنے بس میں کیسے کیا ہے یہ میں نہیں جانتا لیکن کرنل فریدی اس وقت ذہنی طور پر اس کا غلام ہے۔ صرف ایک غلام"...... طارق نے کہا اور کرنل فریدی اس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھنے لگا۔ زابیلا بھی طارق کو خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی مگر وہ خاموش تھی۔

"آپ ہوش میں تو ہیں۔ آپ فریدی صاحب پر اتنا بڑا الزام کیسے لگا سکتے ہیں۔ اس لڑکی کا تعلق شیطانی ذریات سے ہے۔ نہیں۔ میں یہ بات نہیں مان سکتی۔ کرنل صاحب کے غلام ہونے کے بارے میں تو قطعی نہیں"...... انسپکٹر ریکھا نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ تم میں سے کوئی آسانی سے میری باتوں کا

یقین نہیں کرے گا۔ لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہی سچ ہے۔ اس لڑکی کی آنکھیں غور سے دیکھو۔ اس کی آنکھیں بجھی بجھی سی ہیں۔ ایسا ہی حال کرنل فریدی کا بھی ہے۔ اس کی آنکھوں میں بھی وہ چمک نہیں ہے جو اس کی ذہانت کی غماز تھی اور پھر تم اس لڑکی کے ساتھ کرنل فریدی کا بدلا ہوا رویہ دیکھ ہی رہے ہو۔ کیا پہلے تم نے کبھی اس ہارڈ سٹون کو کسی لڑکی کے ساتھ اس قدر فرینک دیکھا ہے۔ بولو۔ اس لڑکی کے ذریت ہونے کا ثبوت اس کی آنکھوں کے ساتھ اس کے کان ہیں۔ اس کے کان انسانی کانوں جیسے نہیں ہیں بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ اس کے کان ہی نہیں ہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ شیطانی ذریت ان سانپوں سے تعلق رکھتی ہے جن کے کان نہیں ہوتے مگر وہ بو اور اپنے جسم کی تھرتھراہٹ سے ارد گرد کا ماحول جان لیتے ہیں۔ اس ذریت نے کسی انسانی جسم پر قبضہ ضرور کر لیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ دونوں کانوں سے محروم ہے"...... طارق نے کہا۔

"اگر اس کے کان نہیں ہیں تو پھر یہ ہماری باتیں کیسے سن لیتی ہے۔ یہ تو ہمیں ہر بات کا جواب بھی دیتی ہے"...... انسپکٹر آصف نے کہا۔

"یہ سانپوں کی نسل سے تعلق ضرور رکھتی ہے لیکن سانپ نہیں ہے۔ کان نہ ہونے کے باوجود یہ ہوا کی لہروں کے ذریعے تمام باتیں سمجھ لیتی ہے اور اسی مناسبت سے جواب دیتی ہے۔ میں ان

ذریات کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ جنگلوں میں، میں کئی قبیلوں میں جا چکا ہوں۔ ان قبیلوں کے سرداروں اور پجاریوں نے مجھے ایسی ذریات کی پہچان کے لئے ان کی بہت سی نشانیاں بتا رکھی ہیں۔

یہ اور اس کی بہن زابیلا دونوں بدروحیں ہیں۔ مجھے پہلی بار ان دونوں کی آنکھوں پر ہی شک ہوا تھا۔ کرنل فریدی کی آنکھیں بھی بجھی بجھی سی تھیں اور یہ دونوں بہنیں زیادہ سے زیادہ کرنل فریدی کے نزدیک رہتی تھیں۔ میں نے کرنل فریدی سے ان کے بارے میں کئی بار پوچھنا چاہا مگر یہ مجھے ٹال جاتا تھا اور میں جب کرنل فریدی کے قریب جاتا تو دونوں بہنیں خونخوار نظروں سے مجھے گھورنے لگتیں۔ پھر تم نے خود ہی سنا تھا کہ انہوں نے کرنل فریدی کو جھنڈ میں نہ صرف گوریلوں سے خبردار کیا تھا بلکہ ان کی صحیح تعداد بھی بتا دی تھی اور پھر دونوں بہنیں اسی طرف بھاگ گئی تھیں جہاں گوریلے چھپے ہوئے تھے۔ اب ہم اتنا سفر کر کے آئے ہیں تو یہ اس طرح ہماری طرف بھاگی آئی ہے جیسے اسے پہلے سے ہی معلوم ہو کہ ہم کہاں ہو سکتے ہیں''...... طارق بغیر رکے بولتا چلا گیا۔

''کرنل صاحب۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔ طارق صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا وہ سب سچ ہے''...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ سچ ہے''...... کرنل فریدی کی بجائے زابیلا نے کہا اور

وہ سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''کیا مطلب۔ کیا تم واقعی شیطانی ذریت ہو''...... روزا نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں ساگندی ہوں۔ شیطانی دربار کی ساگندی''...... اس نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا اور کرنل فریدی اور طارق کے سوائے سب کے چہروں پر قدرے خوف کے تاثرات نمودار ہو گئے۔

''سس۔ سس۔ ساگندی''...... انسپکٹر آصف نے خوف سے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں بڑے شیطان کے دربار کی کنیز ہوں۔ بڑے شیطان کے زیادہ نزدیک رہنے کی وجہ سے ہماری نسل کی ذریتوں کو ساگندی کا نام دیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کالی طاقت''۔ زابیلا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اگر تم شیطانی طاقت ہو تو تم یہاں کیا کر رہی ہو اور کرنل صاحب۔ کیا تم نے واقعی کرنل صاحب کو اپنے بس میں کر رکھا ہے''...... روزا نے پریشانی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ کرنل فریدی میرے زیر اثر ہے۔ یہ وہی سب کر رہا ہے جس کا میں اسے حکم دیتی ہوں''...... زابیلا نے کہا۔

''مگر کیوں۔ تم نے فریدی صاحب کو اپنے زیر اثر کیوں کیا ہے۔ کیا چاہتی ہو تم''...... کیپٹن حمید نے غصے اور پریشانی کے عالم

میں کہا۔

"میں کیا چاہتی ہوں اور کیا نہیں۔ یہ سب کرنل فریدی جانتا ہے۔ تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تم میرے نہیں کرنل فریدی کے احکامات پر عمل کر رہے ہو"...... زابیلا نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم یہاں کوئی بریف کیس اور ڈائری تلاش کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ کرنل فریدی کو یہاں تم اپنے کسی مقصد کے لئے لائی ہو"...... طارق نے غرا کر کہا۔

"ہاں"...... زابیلا نے بلا جھجک کہا۔

"کیا مقصد ہے تمہارا۔ بولو۔ ورنہ"...... کیپٹن حمید نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پسٹل کا رخ زابیلا کی طرف کر دیا۔

"کیپٹن حمید۔ گن نیچے کرو۔ فوراً"...... کرنل فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری کرنل صاحب۔ اس وقت آپ ہمارے باس نہیں ہیں۔ آپ اس بدروح کے غلام ہیں اس لئے ہم آپ کی بات نہیں مان سکتے"...... کیپٹن حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

"حمید"...... کرنل فریدی کے حلق سے غضب بھری آواز نکلی وہ تیزی سے کیپٹن حمید کی طرف بڑھا۔

"وہیں رک جائیں کرنل صاحب ورنہ میں زابیلا کو ہلاک کر دوں گا"...... کیپٹن حمید نے غصے سے کہا اور کرنل فریدی وہیں

ٹھٹھک گیا اور پریشان نظروں سے زابیلا کی طرف دیکھنے لگا جبکہ کیپٹن حمید کی بات سن کر زابیلا بڑے پراسرار انداز میں مسکرا دی تھی۔

"مسٹر طارق۔ کیپٹن حمید کو یہ بھی بتا دو کہ بدروحیں کبھی ہلاک نہیں ہوتیں۔ انہیں فنا کیا جاتا ہے اور مجھ جیسی ساگندی کو فنا کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ اسے کہو یہ کھلونا واپس اپنی جیب میں ڈال لے۔ ورنہ......" زابیلا نے زخمی ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

"ورنہ کیا۔ بولو۔ ورنہ کیا"...... کیپٹن حمید نے گرج کر کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا کیپٹن حمید نے اچانک مشین پسٹل کا ٹریگر دبا دیا۔ مشین پسٹل سے تڑتڑاہٹ ہوئی۔ کئی گولیاں زابیلا کے جسم پر پڑیں اور زابیلا کے جسم پر بے شمار سوراخ بنتے چلے گئے۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کے پیروں کے نیچے یکلخت زمین لرز اٹھی تھی۔ ساتھ ہی سامنے زمین پر سیاہ رنگ کی ایک لمبی سی لکیر بنتی چلی گئی۔ لکیر ایک حصے سے بن کر دو اطراف تیزی سے دور تک پھیلتی چلی گئی اور پھر انہوں نے زمین پھٹ کر دو حصوں میں الگ ہوتے دیکھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے میدان اور جنگل کے درمیانی حصے میں زمین میں کئی فٹ چوڑا شگاف پڑ گیا۔ یہ شگاف اتنا بڑا تھا کہ وہ بھاگ کر اور چھلانگیں لگا کر بھی دوسری طرف نہیں جا سکتے تھے۔ ابھی وہ شگاف کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک شگاف میں سے آگ کے بڑے بڑے شعلے نکلتے دکھائی دیئے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زلزلے سے زمین پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہو اور اس شگاف میں لاوا ٹیوب ہو جس میں بڑی مقدار میں لاوا بہہ رہا ہو اور اس لاوے کے شعلے زمین سے باہر آ رہے ہوں۔

''باس۔ یہ ساگندی کا دوسرا وار ہے۔ خوفناک وار۔ وہ ہمیں زندہ جلا کر ہلاک کرنا چاہتی ہے''...... جوزف نے چیختے ہوئے کہا۔ زمین اس بری طرح سے لرز رہی تھی کہ انہیں زمین پر اپنے قدم جمانے مشکل ہو رہے تھے اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ زمین کی لرزش جیسے انہیں آگ اگلتے ہوئے شگاف کی طرف دھکیل رہی تھی۔ وہ قدم جمانے اور پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن عقب سے زمین جیسے کسی تختے کی طرح اوپر اٹھ رہی تھی اور ان کے سامنے زمین نشیب کی طرح جھک رہی تھی۔ میدان چٹیل ضرور تھا لیکن وہاں جھاڑیاں نہیں تھیں جنہیں پکڑ کر وہ شگاف کی طرف جاتے ہوئے اپنے قدم روک سکتے۔ وہ چٹانوں کی دراڑوں اور ٹوٹے ہوئے حصوں میں رکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جس طرح عقب سے زمین اوپر کی طرف اٹھ رہی تھی انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین کا وہ حصہ کسی بڑے تختے کی طرح سے پلٹ جائے گا اور وہ سب آگ اگلتے شگاف میں جا گریں گے۔ شگاف سے جس طرح آگ نکل رہی تھی اگر وہ اس میں گر جاتے تو ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں ان کی ہڈیاں تک جل کر راکھ بن سکتی تھیں۔

''باس۔ باس۔ سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیں۔ جلدی کریں''...... جوزف نے چیختے ہوئے کہا اور وہ جلدی جلدی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے لگے۔ عمران نے جوزف کا بھی ہاتھ پکڑ لیا تھا جبکہ اس کا دوسرا ہاتھ جولیا کے ہاتھ میں تھا۔ جولیا نے صفدر کا

اور صفدر نے دوسرے ہاتھ سے تنویر کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"اب سب زمین پر اوندھے لیٹ جائیں اور آنکھیں بند کر لیں"...... جوزف نے اسی طرح سے چیختے ہوئے کہا اور خود بھی فوراً زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی عمران اور پھر باقی سب بھی اوندھے لیٹ گئے۔ اوندھے لیٹتے ہی ان کے جسم اور زیادہ تیزی سے نشیب کی طرف کھسکنا شروع ہو گئے۔

جوزف افریقی زبان میں کچھ پڑھ رہا تھا۔ اسی لمحے ماحول انتہائی بھیانک اور انتہائی دلخراش چیخوں سے گونج اٹھا۔ چیخیں اس قدر تیز اور بھیانک تھیں کہ انہیں اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہاں بے شمار بدروحیں آ گئی ہوں اور وہ نہایت تیز اور خوفناک آوازوں میں چیخ رہی ہوں۔ پھر اچانک عمران کو اپنے سر پر قیامت سی ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسے ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے سر پر ہتھوڑا مار دیا ہو۔ عمران کو اپنی کھوپڑی چٹختی ہوئی معلوم ہوئی۔ اسے بند آنکھوں کے سامنے ایک لمحے کے لئے سورج روشن ہوتا محسوس ہوا اور پھر اس کا ذہن یکلخت تاریکی میں گم ہو گیا۔ بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے اپنے ساتھیوں کی بھیانک اور دلخراش چیخیں سنی تھیں۔

پھر جس طرح تاریکی میں جگنو چمکتا ہے بالکل اسی طرح عمران کے دماغ کے سیاہ پردے پر روشنی کا نقطہ سا چمکا اور دیکھتے ہی دیکھتے روشنی کا نقطہ تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں میں روشنی نے

جیسے تاریکی کو نگل لیا اور ساتھ ہی عمران کی آنکھیں کھل گئیں۔ آنکھیں کھلنے کے باوجود عمران کے سامنے کا منظر واضح نہیں تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ چت لیٹا ہو اور اوپر آسمان ہو۔ کھلا آسمان جہاں روشنی سمٹتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اسی لمحے عمران کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔ درد کی تیز لہر اس کے پیر کے انگوٹھے میں پیدا ہوئی اور اس کے سارے جسم میں سرایت کرتی چلی گئی۔ شدید تکلیف کی وجہ سے عمران کی آنکھیں بند ہو گئیں مگر دوسرے لمحے اس نے یکدم آنکھیں کھول دیں۔ اس بار اس کی آنکھیں کھلیں تو اس کی آنکھوں کے سامنے کھلا اور نیلگوں آسمان تھا۔ صاف آسمان جہاں بادل کی ایک چھوٹی سی ٹکڑی بھی دکھائی دے رہی تھی۔ البتہ آسمان پر واقعی روشنی سمٹ رہی تھی جس سے دور افق پر سرخی چھائی ہوئی تھی۔

آنکھیں کھلنے کے ساتھ ہی عمران کے کانوں میں دور جنگلی جانوروں کی آوازیں سنائی دیں۔ عمران ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دائیں بائیں سر گھمایا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے دائیں طرف اس کے سبھی ساتھی ساکت پڑے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب گہری نیند سو رہے ہوں جبکہ جوزف ہوش میں تھا اور اس کے پیروں کے پاس کھڑا تھا۔ ان سب کے پاؤں ننگے تھے۔ عمران کے ذہن میں فوراً سابقہ منظر گھوم گیا۔ سابقہ منظر یاد آتے ہی اس کا ایک ہاتھ اپنے سر پر پہنچ گیا جہاں اسے زور دار

ضرب لگی تھی۔ اس کے سر پر کوئی زخم کوئی ابھار نہیں تھا۔

"یہ سب کیا تھا۔ کیا میں نے کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا"...... عمران نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ سب اسی میدان میں تھے جہاں انہوں نے زمین میں شگاف پڑتے اور شگاف سے شعلے بلند ہوتے دیکھے تھے لیکن اب میدان اسی حالت میں تھا جیسا انہوں نے جھاڑیوں سے باہر آ کر صاف حالت میں دیکھا تھا۔ وہاں نہ کوئی شگاف دکھائی دے رہا تھا اور نہ آگ۔

"وہ سب خواب نہیں حقیقت تھی باس"...... عمران کی بات سن کر جوزف نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ عمران نے اس کی طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیسی حقیقت۔ ہوا کیا تھا"...... عمران نے اس سے پوچھا۔

"دو ساعتیں گزرنے کے بعد ساگندی ہابیلا کی طاقتیں بحال ہو گئی تھیں باس۔ وہ کھائی میں ہماری لاشیں دیکھنے آئی تھی لیکن اس نے لاشوں کی بجائے ہمیں زندہ حالت میں دیکھا تو وہ غصے سے بپھر گئی۔ اس نے ہمیں ہلاک کرنے کے لئے انتہائی طاقتور جادو چلایا تھا جسے شاناری جادو کہا جاتا ہے۔ شاناری جادو کا مطلب آگ میں جلانے کا ہے۔ ہابیلا نے جادو سے زمین کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور شگاف میں خوفناک آگ بھڑکا دی۔ اس نے اپنی طاقتوں سے زمین کا وہ حصہ الٹانے کی بھی کوشش کی جس پر ہم موجود تھے۔ ہابیلا ہمیں زمین پر پلٹا کر آگ میں پھینکنا چاہتی تھی

تا کہ ہم فوراً جل کر راکھ بن جائیں۔ وہ غیبی حالت میں ہمارے نزدیک آئی تھی اس لئے مجھے اس کی موجودگی کا پتہ چل گیا تھا۔ پھر جب زمین لرزی، شگاف ہوا اور شگاف میں آگ بھڑک اٹھی تو مجھے شاناری جادو کا علم ہو گیا اسی لئے میں نے آپ سب کو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر زمین پر لیٹنے کا کہا تھا۔ شاناری جادو کے وار سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کی زد میں آنے والے افراد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر زمین پر لیٹ جائیں اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے باوجود بھی اگر جادو کا اثر ختم نہ ہو تو ان انسانوں کو فوراً بے ہوش کر دینا چاہئے جو شاناری جادو کی زد میں ہوں۔ اس طرح شاناری جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ میں نے آپ سب سے جو کہا آپ سب نے ویسے ہی کیا تھا جبکہ میں فادر جوشوا کے سرخ محافظوں کو بلا کر ان سے مدد مانگ رہا تھا۔ میری آواز سن لی گئی اور سرخ محافظ فوراً یہاں آ گئے۔ شاناری جادو چونکہ انتہائی طاقتور اور شدید تھا اس لئے آپ سب کا بے ہوش ہونا بے حد ضروری تھا اس لئے میرے کہنے پر سرخ محافظوں نے آپ سب کے سروں پر ایک ساتھ وار کر کے سب کو بے ہوش کر دیا تھا۔ جیسے ہی آپ بے ہوش ہوئے شاناری جادو کا زور ٹوٹ گیا اور چند ہی لمحوں میں شاناری جادو مکمل طور پر ختم ہو گیا"...... جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور عمران کے چہرے پر حیرت کے تاثرات پھیل گئے۔

"تو میرے سر پر تمہارے فادر جوشوا کے سرخ محافظ نے ہتھوڑا

مارا تھا''...... عمران نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''ہتھوڑا نہیں۔ انہوں نے سب کے سروں پر ہاتھ مارے تھے اور ان کے ہاتھ ہتھوڑوں سے کم نہیں ہیں اور باس سرخ محافظوں نے بے ہوش کرنے کے لئے بے حد ہلکے ہاتھ مارے تھے ورنہ ان کے بازوؤں میں بے پناہ طاقت ہے وہ انگلیوں کی ضرب مار کر کھوپڑیوں میں سوراخ کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں''...... جوزف نے فخریہ لہجے میں کہا۔

''باپ رے۔ بڑے طاقتور ہیں''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ ان کی طاقتوں کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے''...... جوزف نے کہا۔

''کیا تم ہمارے ساتھ بے ہوش نہیں ہوئے تھے''...... عمران نے پوچھا۔

''نو باس۔ اگر میں بے ہوش ہو جاتا تو تم سب کو ہوش کون دلاتا''...... جوزف نے دانت نکال کر کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا تم نے مجھے ہوش دلایا ہے''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''یس باس۔ سرخ محافظوں کے ہاتھوں جو افراد بے ہوش ہوتے ہیں انہیں ایک خاص طریقے سے ہوش میں لایا جاتا ہے ورنہ وہ اسی بے ہوشی کے عالم میں ہلاک ہو جاتے ہیں''...... جوزف نے کہا۔

''کون سا خاص طریقہ ہے۔ مجھے بتاؤ''...... عمران نے کہا۔

''اس کے لئے پیروں کے دونوں انگوٹھوں کو ایک ساتھ مخصوص انداز میں زور دار جھٹکا دیا جاتا ہے۔ یہ جھٹکا اس قدر زور دار ہوتا ہے کہ سرخ محافظوں کے ہاتھوں بے ہوش ہونے والے انسان کے سارے جسم میں درد کی تیز لہریں سرایت کر جاتی ہیں۔ درد کی یہ لہریں جب دماغ تک پہنچتی ہیں تو دماغ کی بند رگیں فوراً کھل جاتی ہیں جس سے ذہن پر چھایا ہوا اندھیرا ختم ہو جاتا ہے اور انسان فوراً ہوش میں آ جاتا ہے''...... جوزف نے کہا اور عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ ہوش میں آتے ہوئے اسے واقعی پیروں کے انگوٹھوں میں جھٹکے لگنے سے سارے جسم میں تیز درد کا احساس ہوا تھا جس سے اس کے ذہن میں چھائی ہوئی تاریکی ختم ہو گئی تھی اور اسے ہوش آ گیا تھا۔

''کیا اسی طریقے سے تم ان سب کو بھی ہوش میں لاؤ گے''...... عمران نے پوچھا۔

''یس باس۔ اس طریقے کے علاوہ انہیں ہوش میں لانے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے''...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہوش میں لاؤ انہیں۔ پھر بات کرتے ہیں''...... عمران نے کہا اور جوزف سر ہلا کر جولیا کی طرف بڑھ گیا۔ وہ جولیا کے پیروں پر جھکا اور اس نے جولیا کے پیروں کے انگوٹھے ایک ساتھ پکڑے اور انہیں دائیں بائیں گھمانے لگا اور پھر اس نے

دونوں انگوٹھوں کو ایک ساتھ اس زور سے جھٹکے دیئے کہ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے جولیا کے پیروں کے انگوٹھے اکھڑ کر جوزف کے ہاتھوں میں آ گئے ہوں۔ جھٹکا لگتے ہی جولیا کا جسم بری طرح سے تڑپ اٹھا۔ جوزف نے ایک بار پھر اسی طریقے سے جھٹکا لگایا تو جولیا کے منہ سے زور دار چیخ نکلی اور وہ بری طرح سے تڑپتی ہوئی ہوش میں آ گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر خالی خالی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ جولیا کے بعد جوزف نے اسی طریقے سے صفدر، پھر تنویر اور پھر باقی سب کو ہوش میں لانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ سب نہ صرف ہوش میں تھے بلکہ ان کے شعور بھی جاگ گئے تھے۔

”یہ۔ یہ سب کیا تھا۔ کیا ہوا تھا۔ وہ شگاف اور آگ کہاں ہے“...... جولیا نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔ باقی سب کی حالت بھی جولیا سے مختلف نہیں تھی۔ عمران نے انہیں وہ سب باتیں بتا دیں جو اسے جوزف نے شاناری جادو کے حوالے سے بتائی تھیں۔ یہ سب سن کر وہ بری طرح سے کانپ اٹھے تھے کہ ہابیلا نے شاناری جادو کے ذریعے انہیں آگ میں زندہ جلانے کی کوشش کی تھی۔

”میرے خدا۔ ہابیلا کا دوسرا وار واقعی بے حد شدید تھا“...... صفدر کے منہ سے نکلا۔

”ہاں۔ اور اگر جوزف بروقت کارروائی نہ کرتا تو اب تک

ہماری راکھ بھی ہوا میں اڑ چکی ہوتی“...... خاور نے کانپ کر کہا۔

”تھینک یو جوزف۔ تم نے ہمیں شاناری جادو سے بچا کر اس بار ہمیں واقعی نئی زندگی دی ہے۔ اگر تم ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو نجانے کیا ہو جاتا“...... تنویر نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”جوزف کے ساتھ ساتھ تم میرا بھی شکریہ ادا کرو“...... عمران نے کہا۔

”وہ کیوں۔ تم نے کون سا تیر مارا ہے۔ تم بھی تو ہمارے ساتھ ہی بے ہوش ہوئے تھے“...... تنویر نے اسے گھور کر کہا۔

”ہاں عمران صاحب۔ جوزف نے تو ہماری جانیں بچائی ہیں۔ ہمارے ساتھ ساتھ اس نے آپ کو بھی بچایا ہے اور پھر ہم آپ کا شکریہ ادا کیوں کریں بلکہ آپ کو چاہئے کہ ہمارے ساتھ ساتھ آپ بھی جوزف کا شکریہ ادا کریں“...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اے میرے مسلمان بھائیو اور میرے سوا سب کی بہن یہ مت بھولو کہ جوزف میرا شاگرد ہے۔ اسے میں نے ہر طرح کے حالات سے نبردآزما ہونے کی ٹریننگ دے رکھی ہے۔ شاگرد اگر کوئی اچھا اور بڑا کام کرے تو اس کا کریڈٹ اس کے ساتھ ساتھ اس کے استاد کو بھی جاتا ہے“...... عمران نے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

”ماورائی معاملوں میں بھی آپ ہی نے اسے ٹریننگ دی ہے“...... نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور نہیں تو کیا۔ اگر یہ میرے لئے جھوٹ بھی نہ بول سکے تو میں اس کی ٹانگیں نہ چیر دوں گا"...... عمران نے کہا اور سب کے ساتھ جوزف بھی ہنس دیا۔

"جوزف۔ اب ساگندی۔ میرا مطلب ہے ہابیلا کہاں ہے۔ اتنا بڑا وار کرنے کے بعد وہ ہم پر اور وار بھی تو کر سکتی ہے"...... جولیا نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ساگندی نے اس بار ہمیں ہر حال میں ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا اس لئے اس نے اپنا شاناری جادو کا سب سے بڑا وار کیا تھا۔ ایسی بدروحیں اپنی طاقتوں کا استعمال اگر کسی انسان کو ہلاک کرنے کے لئے کریں تو ان کا وجود بے حد لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔ میں آپ سب کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ہابیلا ایسی ذریت ہے جو ایک جادوئی وار کرنے کے بعد کمزور ہو جاتی ہے اور اسے اپنی طاقت بحال کرنے کے لئے تاریکی میں جانا پڑتا ہے جہاں اسے کم از کم دو ساعتیں ضرور گزارنی ہوتی ہیں۔ تاریکی میں دو ساعتیں گزرنے کے بعد ان کی طاقتیں بحال ہو جاتی ہیں اور وہ نیا اور کاری وار کرنے کے لئے دوبارہ لوٹ آتی ہیں لیکن اس بار ہابیلا نے چونکہ ہمیں ہلاک کرنے کے لئے بہت بڑا جادو چلایا تھا اس لئے اس کا وجود بہت زیادہ لاغر ہو گیا ہے۔ وہ وار کرتے ہی تاریکی میں بھاگ گئی تھی۔ اگر اس کا وار کامیاب ہو جاتا تو اس کی طاقتیں جلد بحال ہو جاتیں لیکن چونکہ اس کا وار کامیاب نہیں ہوا ہے اور

ہم سب زندہ ہیں اس لئے اب اس کی طاقتیں بحال ہونے میں وقت لگے گا۔ اسے کم از کم تین دن اور تین راتیں تاریکی میں گزارنی ہوں گی تب اس کی طاقتیں بحال ہوں گی ورنہ نہیں"...... جوزف نے کہا۔

"اوہ۔ گویا اب ہم ہابیلا کے جادوئی واروں سے محفوظ ہیں۔ وہ فوراً ہم پر حملہ نہیں کرے گی"...... تنویر نے کہا۔

"ہاں۔ وہ بہتر گھنٹوں تک اب ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی"...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ مجھے امید ہے بہتر گھنٹوں تک ہم ڈارک ورلڈ میں داخل ہو جائیں گے اور پھر ہماری مشکلیں آسان ہو جائیں گی"...... چوہان نے کہا۔

"یہاں آسانیاں نہیں ہیں۔ ان جنگلوں میں قدم قدم پر موت ہے۔ ہمیں ابھی بہت سے مشکل اور سخت حالات کا سامنا کرنا ہے۔ ہماری مشکلیں اور پریشانیاں ڈارک ورلڈ میں داخل ہو کر اور زیادہ بڑھ جائیں گی۔ اس بار ہمارا مقابلہ عام جنگلی وحشیوں سے نہیں ہے بلکہ قوم جنات سے ہے۔ وہ ہمیں آسانی سے ڈارک ورلڈ میں داخل نہیں ہونے دیں گے"...... عمران نے کہا۔

"جوزف سب سنبھال لے گا۔ یہ یونہی منہ اٹھا کر ہمارے ساتھ نہیں آیا ہے"...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

"یوں کہو۔ جوزف ان سب کو سنبھال لے گا اور تمہیں

سنبھالنے کے لئے میں ہوں نا۔ کیوں تنویر''...... عمران نے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے جبکہ تنویر کا حسب عادت منہ بن گیا۔ اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے کچھ کہا تو عمران اس کے جملے اسی پر الٹ دے گا اور سب کی موجودگی میں اس کی ہی سبکی ہو گی اس لئے اس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا تھا۔

''شام کے سائے گہرے ہو رہے ہیں۔ ابھی ہم جنگلوں میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور رات بھی سر پر آ گئی ہے۔ رات کا کیا انتظام ہے تمہارے پاس''...... جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میری ریسٹ واچ کے مطابق سب چھ سے سات گھنٹے بے سدھ پڑے رہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی تم سونا چاہتی ہو''...... عمران نے ریسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو کیا تم اندھیرے میں جنگلوں میں جانے کا سوچ رہے ہو''...... جولیا نے چونک کر کہا۔

''کیا حرج ہے۔ ڈارک ورلڈ میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ وہاں سن لائٹ اور پاور لائٹ کی کوئی سہولت نہیں ہے اس لئے اندھیرے میں چلنے کی پریکٹس ابھی سے کریں گے تو آگے کام آئے گی''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں مس جولیا۔ بے ہوشی کی حالت میں ہم نے آرام ہی تو کیا ہے۔ میرا خیال ہے ہم سب فریش ہو چکے ہیں اور ہماری تھکاوٹ بھی ختم ہو گئی ہے''...... صفدر نے کہا۔

''تو میں کب روک رہی ہوں۔ چلو''...... جولیا نے کہا۔

''چلو۔ چلو۔ ہماری ڈپٹی چیف نے اجازت دے دی ہے۔ اب چلو۔ کہیں اس کا ارادہ نہ بدل جائے''...... عمران نے جلدی سے کہا اور وہ سب مسکرا دیئے۔ بیگ پہلے ہی ان کے کاندھوں پر تھے۔ وہ سب اٹھے اور پھر وہ جنگل کی طرف بڑھنے لگے۔ جوزف کے ہاتھ میں ایک تلوار نما خنجر تھا جس سے وہ جنگل میں قد آدم جھاڑیوں کو کاٹتا ہوا راستہ بناتا جا رہا تھا اور وہ سب اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ درختوں کے جھنڈ میں آتے آتے رات سر پر آ گئی اور وہاں اندھیرا چھا گیا۔ جوزف نے انہیں اندھیرے میں ٹارچیں روشن کرنے سے منع کر دیا تھا تاکہ جنگلی جانور روشنی دیکھ کر ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ ان سب نے آنکھوں پر نائٹ ویوز لینز لگا لئے تھے یہ لینز عمران خصوصی طور پر ساتھ لایا تھا۔ ڈارک ورلڈ میں چونکہ تاریکی تھی اور انہیں وہاں تاریک راستوں پر سفر کرنا تھا اس لئے عمران چاہتا تھا کہ اندھیرا ہونے کے باوجود تاریکی میں آسانی سے دیکھ سکیں اور آنے والے خطروں کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ نائٹ ویوز لینز، ٹیلی نائٹ سکوپ جیسے تھے جن سے رات کی تاریکی اور گھپ اندھیرے میں بھی آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔

نائٹ ویوز لینز کے ساتھ عمران نے زگوریا سے روانگی کے وقت لباسوں کے نیچے جھلی جیسے اور انتہائی باریک جالی دار لباس بھی پہننے کے لئے دیئے تھے جو ان کے ہاتھوں پیروں اور جسم کے تمام حصوں پر فٹ آ گئے تھے۔ یہ لباس فائبر آپٹیکل گلاس اور ایلومینیم کی تاروں سے بنائے گئے تھے۔ فائر آپٹیکل گلاس کی جدید ٹیکنالوجی اب عام ہو چکی تھی۔ اس سے عام شیشے کو پگھلا کر ان میں ایلومینیم مکس کیا جاتا تھا اور پھر انہیں کھینچ کر باریک بالوں جیسی تاریں بنائی جاتی تھیں جنہیں مشین میں کسی کپڑے کی طرح بنا بھی جا سکتا تھا۔ باریک ریشوں جیسے تار انتہائی مضبوط ہوتے تھے۔ جن پر گولی کا بھی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔

اس جدید ٹیکنالوجی کے تحت بلٹ پروف گاڑیوں کے شیشے اور بلٹ پروف جیکٹس بھی بنائی جاتی تھیں جن پر بموں کا بھی اثر نہیں ہوتا تھا اور انہی فائبر آپٹیکل گلاس سے دنیا بھر کے طیاروں کے ونڈ سکرین بھی بنائے جاتے تھے تاکہ بلندی پر اور ہوا کے شدید دباؤ سے بھی انہیں نقصان نہ پہنچ سکے۔ اس کے علاوہ فائبر آپٹیکل گلاس اور ایلومینیم کی شٹیس طیارہ سازی کی مین باڈی اور خلائی جہازوں کی تیاری میں بھی استعمال کی جا رہی تھیں جو مضبوطی کے لحاظ سے سٹیل لیس اسٹیل سے بھی زیادہ مضبوط اور پائیدار تھیں۔ عمران نے اس ٹیکنالوجی کے تحت وہ لباس تیار کئے تھے۔ یہ لباس خصوصی طور پر جالی دار بنائے گئے تھے تاکہ جسم سے نکلنے والے فاسد مادوں کے اخراج میں رکاوٹ نہ ہو سکے اور جسم کے مساموں سے نکلنے والا پسینہ باآسانی باہر آ جائے۔ البتہ جالیاں اس قدر باریک تھیں کہ ان میں ایک چھوٹی سی چیونٹی بھی داخل نہیں ہو سکتی تھی۔

افریقہ کے جنگل درندوں کے ساتھ زہریلے حشرات الارض اور زہریلے کانٹوں والے پودوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان زہریلے کیڑے مکوڑوں، سانپوں، زہریلی چیونٹیوں، سرخ مکھیوں اور زہریلے کانٹوں سے بچے رہنے کے لئے عمران نے انہیں یہ خصوصی لباس پہنائے تھے۔ ان خصوصی لباسوں کی وجہ سے جنگل کی معمولی سی چیونٹی بھی انہیں اب نہیں کاٹ سکتی تھی اور نہ ہی انہیں کوئی زہریلا سانپ ڈس سکتا تھا۔ عمران ان مخصوص لباسوں کو ہارڈ بلاک کہتا تھا۔ ہارڈ بلاک پہن کر وہ سب مطمئن تھے۔ انہیں ان لباسوں میں چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے میں بھی کوئی پرابلم نہیں ہوتی تھی۔ ہارڈ بلاک جلد کے رنگ کے تھے اور ان کی جلد سے چپکے ہوئے تھے۔ ہارڈ بلاکس کی وجہ سے وہ جنگل کے چھوٹے موٹے خطرات سے محفوظ رہ سکتے تھے اس لئے انہوں نے تاریکی میں سفر کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ تاریکی میں اگر انہیں سانپوں، بچھوؤں اور زہریلے چیونٹیوں کے جھرمٹ میں بھی رات گزارنی پڑتی تو انہیں کسی نقصان کا اندیشہ نہیں تھا۔ ویسے عمران نے ان لباسوں کو اس انداز میں ڈیزائن کرایا تھا کہ ان کی باریک تاروں سے ہلکی مگر انتہائی زود اثر بو پھوٹتی رہتی تھی جس سے حشرات الارض ان سے

دور رہتے تھے۔ ہارڈ بلاکس کے لباسوں میں وہ گھنی اور خود رو جھاڑیوں میں بھی آسانی سے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ خود رو جھاڑیاں ان کے اوپر والے لباسوں کو جگہ جگہ سے ادھیڑ رہی تھیں لیکن ان جھاڑیوں کے کانٹے ان کے جسموں پر خراش تک نہیں ڈال رہے تھے۔ جوزف انہیں جھاڑیوں اور درختوں سے گزارتا رکے بغیر آگے ہی آگے لئے جا رہا تھا۔ رات ہوتے ہی جنگل کی زندگی جیسے بیدار ہوگئی تھی جھینگروں کے ساتھ ساتھ دور نزدیک کے الوؤں اور بہت سے جانوروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جن میں خونخوار درندوں کی دھاڑیں، چنگھاڑیں اور غراہٹیں بھی شامل تھیں۔ آگے جا کر جھاڑیاں اور زیادہ گھنی ہوگئیں۔ زمین گیلی تھی اور کیچڑ سے بھری ہوئی تھی۔ اس کیچڑ میں ان کے پیر دھنس دھنس جا رہے تھے مگر وہ خاموشی سے جوزف کی تقلید میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ ایک جگہ جوزف نے بانس اگے ہوئے دیکھے تو وہ انہیں وہیں ٹھہرا کر اس طرف چلا گیا اور پھر تھوڑی دیر میں وہ اپنے کاندھوں پر لمبے لمبے بانس اٹھا کر لے آیا جو اس نے تلوار جیسے خنجر سے کاٹے تھے۔ جوزف نے ان بانسوں کے سروں پر نوکیلے قلم بنا دیئے تھے۔ بانس جنگل کے وحشی قبیلے کے نیزوں جیسے نظر آ رہے تھے۔ اس نے ایک ایک بانس ان سب کو پکڑا دیا۔

''ہم اس وقت دلدلی راستوں پر سفر کر رہے ہیں۔ دلدلیں گہری اور خطرناک نہیں ہیں لیکن احتیاط کے طور پر ہم ان بانسوں کو دلدل میں رکھ کر زیادہ تیزی سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور میں نے ان کے سرے نوکیلے اس لئے بنائے ہیں تاکہ اگر ہمارے راستے میں کوئی درندہ آئے تو ہم ان سے اپنا بچاؤ کر سکیں''...... جوزف نے انہیں ان بانسوں کی افادیت بتاتے ہوئے کہا۔

''جوزف کے کہنے کا مطلب ہے ہم ان بانسوں کو دلدلوں میں لاٹھیوں کی طرح ٹیکتے ہوئے زیادہ آسانی سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر ہم ان بانسوں کو درندوں کے خلاف نیزوں کے طور پر بھی استعمال کر سکتے ہیں''...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''ہمیں پتہ ہے جوزف نے ہم سے کیا کہا ہے۔ تمہیں وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے''...... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

''اچھا۔ تم میں عقل ہے۔ میں تو سمجھا تھا....'' عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا سمجھے تھے تم۔ بولو۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے دماغ میں عقل نہیں ہے''...... تنویر نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''عقل ہوتی تو نہ تم کنوارے ہوتے اور نہ میں''...... عمران نے کہا۔

''کیا مطلب ہوا اس بات کا''...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اگر میں نے مطلب بتا دیا تو پھر تمہاری عقل کا کیا فائدہ۔ یہ تو عقل نہ ہونے والی بات ہوئی نا۔ کیوں جولیا"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور ان سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"چلو۔ اگر میں ناسمجھ ہوں تو تم بتا دو۔ تم تو بہت بڑے عقل مند ہوتا"...... تنویر نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یہ تو ہے"...... عمران نے گردن اکڑا کر کہا۔ باتیں کرتے ہوئے وہ بانس دلدل میں دباتے ہوئے مسلسل آگے بھی بڑھتے جا رہے تھے۔

"تو پھر بتاؤ"...... تنویر نے کہا۔

"عقل مند باپ اور بھائی اپنی جوان بیٹی اور بہن کو زیادہ دیر گھر میں نہیں بیٹھا کر رکھتے۔ اگر میری شادی ہو گئی ہوتی تو غصے میں جل بھن کر تم بھی شادی کر لیتے اس طرح میری بھی شادی ہو جاتی اور تمہاری بھی"...... عمران نے کہا۔

"جب بھی بولو گے بے تکا ہی بولو گے۔ ذرا بھی سمجھ نہیں آئی ہے کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو"...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

"تمہارا بھائی سمجھ گیا ہے۔ کیوں تنویر"...... عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا اور تنویر غصے سے اسے گھورنے لگا۔

"مجھے شادی کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ سمجھے تم"...... تنویر غرایا۔

"شادی کرنے کا نہیں تو شادی کرانے کا شوق تو ہو گا۔ میری

شادی"...... عمران نے کہا۔

"مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو۔ اپنے ماں باپ سے کہو۔ وہ کرائیں گے تمہاری شادی"...... تنویر نے غصے سے کہا۔

"وہ تو تیار ہیں۔ بس تمہاری ہاں کرنے کی دیر ہے۔ ہاں کرنے کا وعدہ کرو تو اماں بی اور ڈیڈی کو لے کر میں خود تمہارے فلیٹ پر آ جاؤں گا"...... عمران نے کہا۔

"میرے فلیٹ میں آئے تو میں تمہیں اسی وقت گولی مار دوں گا"...... تنویر غرایا۔

"اس سے بڑی بے وقوفی کیا ہو گی کہ تم اپنے ہی ہاتھوں اپنی بہن کا سہاگ اجاڑ دو"...... عمران نے کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

"کیسی بہن۔ کیسا سہاگ"...... تنویر نے غصے سے کہا۔

"ارے۔ تم اپنی بہن کو نہیں جانتے۔ حیرت ہے۔ جولیا سن رہی ہو نا تم"...... ابھی عمران نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک جوزف ٹھٹھک گیا۔ اس نے فوراً ایک ہاتھ اوپر اٹھا دیا جو ان سب کے لئے رکنے کا واضح اشارہ تھا۔

"کیا ہوا"...... عمران نے اس سے پوچھا۔

"ہمیں گھیرے میں لیا جا رہا ہے باس"...... جوزف نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گھیرے میں۔ اوہ۔ کون گھیر رہا ہے ہمیں۔ کیا درندوں کا کوئی ٹولہ ہے"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"نو باس۔ درندے نہیں۔ وہ انسان ہیں۔ کسی وحشی قبیلے کے انسان"...... جوزف نے اسی انداز میں کہا۔

"وحشی قبیلہ"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ دلدل میں ہی موجود ہیں اور چاروں طرف سے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں"...... جوزف نے آنکھیں سرچ لائٹوں کی طرح چاروں طرف گھماتے ہوئے کہا۔

"کتنی دور ہیں وہ"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ زیادہ دور نہیں ہے۔ دو سو گز سے زیادہ فاصلہ نہیں ہو گا"...... جوزف نے کہا۔

"تو کیا ہم ان کا مقابلہ ان بانسوں سے کریں گا یا گنیں نکالیں"...... صفدر نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم ان کا یہاں مقابلہ نہیں کر سکتے"...... جوزف نے کہا۔

"کیوں"...... عمران نے پوچھا۔

"باس۔ ان کے ہتھیاروں سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن وہ ہم پر جال بھی پھینک سکتے ہیں اور ان کے جال اس قدر مضبوط اور سخت ہوتے ہیں جنہیں آسانی سے کاٹا نہیں جا سکتا۔ اگر انہوں نے ہم پر جال ڈال دیئے تو وہ ہمیں آسانی سے پکڑ لیں گے"...... جوزف نے کہا۔

"کتنی تعداد میں ہو سکتے ہیں وحشی"...... عمران نے پوچھا۔

"ان کی تعداد کسی بھی طرح دو سو سے کم نہیں ہے"...... جوزف نے کہا۔

"اوہ۔ واقعی اتنی بڑی تعداد ہمیں واقعی گھیرے میں لے سکتی ہے"...... عمران نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"تو کیا کرنا چاہئے۔ ان وحشیوں سے ہم کس طرح بچ سکتے ہیں"...... جولیا نے پوچھا۔

"ہمیں اسی دلدل میں رکنا ہو گا۔ ابھی انہوں نے ہمیں دیکھا نہیں ہے۔ انہیں صرف ہماری جسموں کی بو مل رہی ہے۔ اگر ہم چھپ جائیں تو وہ ہمیں تلاش نہیں کر سکیں گے"...... جوزف نے کہا۔

"لیکن اس دلدل میں ہم کہاں چھپیں گے۔ یہاں ہر طرف پودے ہی پودے ہیں۔ ان پودوں کے پیچھے تو وہ ہمیں آسانی سے دیکھ سکتے ہیں کیونکہ تمام پودے ایک دوسرے سے فاصلے پر ہیں"...... خاور نے کہا۔

"دلدل ہمارے گھٹنوں تک گہری ہے۔ اگر ہم دلدل میں لیٹ جائیں تو وحشیوں کو ہماری بو نہیں ملے گی وہ ادھر ادھر گھوم پھر کر واپس چلے جائیں گے۔ ہم بانسوں کے سرے منہ پر رکھ کر دلدل کے اندر سے بھی سانس لے سکتے ہیں۔ یہ بانس اندر سے بالکل کھوکھلے ہیں"...... جوزف نے کہا۔

”آئیڈیا تو اچھا ہے۔ مگر وحشی یہاں آ گئے تو انہیں اپنے پیروں سے ہماری موجودگی کا فوراً پتہ چل جائے گا۔ وہ ہم پر پیر رکھ دیں گے تو ہمارا ان سے مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا“...... خاور نے کہا۔

”اس کا بھی علاج ہے میرے پاس۔ وہ ہمارے قریب نہیں آ سکیں گے“...... جوزف نے کہا۔

”کیسا علاج۔ کیا کرو گے تم“...... تنویر نے پوچھا۔

”میرے پاس ساگونڈا ناگ کی راکھ ہے۔ راکھ بے حد بدبودار ہے۔ جنگل کے وحشی ساگونڈا ناگ سے بے حد ڈرتے ہیں۔ ساگونڈا ناگ کی راکھ کی بو وہ پہچانتے ہیں اور انہیں جیسے ہی ساگونڈا ناگ کی بو محسوس ہوتی ہے تو وہ فوراً اپنا راستہ بدل دیتے ہیں۔ میں ان اطراف میں راکھ پھیلا دوں گا۔ قریب آنے پر ان وحشیوں کو جیسے ہی ساگونڈا ناگ کی بو محسوس ہو گی وہ فوراً اپنا راستہ بدل لیں گے“...... جوزف نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالتے ہوئے کہا جس میں ساگونڈا ناگ کی راکھ بھری ہوئی تھی۔

”تو یہ راکھ تم ویسے ہی یہاں پھیلا دو۔ بو محسوس کر کے وہ شاید ہمارے قریب نہ آئیں“...... صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ ساگونڈا ناگ کی راکھ کی بو محدود پیمانے تک رہتی ہے۔ اتنی محدود کہ وہ آگے آ کر ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ ایک بار انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تو پھر وہ ساگونڈا ناگ کی بھی پرواہ نہیں

کریں گے اور ہم پر چاروں طرف سے پل پڑیں گے“...... جوزف نے کہا۔

”ہمارے پاس گنیں بھی ہیں اور بم بھی۔ کیا ہم فائرنگ کر کے اور بم بلاسٹ کر کے بھی انہیں دور نہیں بھگا سکتے“...... جولیا نے پوچھا۔

”میں ان میں سے ابھی کسی وحشی کی ہلاکت نہیں چاہتا“...... جوزف نے کہا۔

”کیوں“...... نعمانی نے پوچھا۔

”ہم جن دلدلوں میں ہیں۔ ان دلدلوں میں سانپ بھی ہیں اور ان دلدلوں میں دس دس فٹ لمبے مگرمچھوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ رات کے وقت مگرمچھ دلدل کی گہرائی میں رہتے ہیں۔ دلدل سے وہ صرف خون کی بو پر باہر آتے ہیں۔ اگر دلدل میں کسی وحشی کا یا ہمارا خون گرا تو سینکڑوں کی تعداد میں مگرمچھ باہر آ جائیں گے۔ ہارڈ بلاک سے ہم زہریلے سانپوں اور چھوٹے موٹے جانوروں سے بچ سکتے ہیں جبکہ مگرمچھ اتنے بڑے ہیں کہ وہ ہمیں سالم نگل جائیں گے“...... جوزف نے کہا۔

”ارے باپ رے۔ ان دلدلوں میں مگرمچھ بھی ہیں۔ تت۔ تت۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا“...... مگرمچھوں کا سن کر سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں مگرمچھوں کے بارے میں پہلے سے بتا کر کسی کو خوفزدہ

نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لئے میں سب سے آگے ہوں۔ دلدلوں میں مگرمچھ کہاں ہو سکتے ہیں اس کا مجھے بخوبی علم ہے''...... جوزف نے کہا۔

''تو اب ان وحشیوں سے بچنے کے لئے ہمیں دلدل میں اترنا پڑے گا''...... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں۔ جلدی کریں۔ وحشی قریب آ رہے ہیں۔ اگر انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تو مشکل ہو جائے گی''...... جوزف نے کہا اس نے فوراً شیشی کا ڈھکن کھولا اور ارد گرد شیشی سے سا گونڈا ناگ کی راکھ اڑانی شروع کر دی۔ ہوا کا رخ پیچھے کی طرف تھا اس لئے راکھ ان سب کے گرد پھیل گئی تھی۔ پھر جوزف نے دلدل میں بیٹھتے ہوئے بانس کا سرا منہ پر رکھا اور دلدل میں لیٹ گیا۔ دلدل اتنی گہری تھی کہ اس کا جسم آسانی سے غائب ہو گیا تھا۔ اب وہاں صرف ایک بانس دکھائی دے رہا تھا جو دلدل میں جیسے اگ آیا تھا۔ جوزف نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر منہ سے لگا رکھا تھا تاکہ اسے سانس لینے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

''چلو بھائی۔ ہم بھی تھوڑا آرام کر لیتے ہیں۔ کسی دلدل میں آرام کرنے کا یہ ہمارا پہلا اور انوکھا تجربہ ہی ہو گا''...... عمران نے کراہتے ہوئے کہا اور پھر وہ بیٹھا اور جوزف کی طرح بانس کا سرا منہ سے لگا کر دلدل میں لیٹتا چلا گیا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے عمران کے ساتھی بھی بانس منہ سے لگاتے ہوئے دلدل میں لیٹ

گئے۔ ان کے لیٹتے ہی دلدل کا گدلا پانی اور اس کی سطح برابر ہو گئی۔

انہیں دلدل میں لیٹے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری ہو گی کہ اندھیرے میں بے شمار وحشی ایک بڑے دائرے کی شکل میں نمودار ہوئے جو جھکے جھکے انداز میں نہایت آہستہ آہستہ گھیرا تنگ کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے اور بڑے بڑے پھلوں والے کلہاڑے نظر آ رہے تھے اور ان میں سے کئی وحشیوں نے جنگلی بیلوں کے بنے ہوئے بڑے اور مضبوط جال بھی اٹھا رکھے تھے۔ وہ دلدل میں چھپے ہوئے مگرمچھوں کا خاص طور پر دھیان رکھتے ہوئے آگے آ رہے تھے۔ ان کے نیزے تنے ہوئے تھے تاکہ جیسے ہی کوئی مگرمچھ باہر نکلے وہ فوراً اس پر حملہ کر دیں۔

"سرخ آنکھوں والے سیاہ بھیڑیئے آ رہے ہیں"...... لہراتی ہوئی اور چیختی ہوئی آواز آئی اور ڈاکٹر بلیک کے ساتھ اس کے ساتھی بھی بے اختیار اچھل پڑے۔

"خبردار فائرنگ نہ کرنا۔ یہ اوگارا ہے"...... ڈاکٹر بلیک نے چیختے ہوئے کہا اور ان سب کی انگلیاں مشین گنوں کے ٹریگروں سے ہٹ گئیں اور ساتھ ہی انہوں نے گنوں کی نالیں جھکا لیں۔ اسی لمحے انہیں سامنے درختوں میں سے اوگارا نکل کر ان کی طرف بھاگ کر آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ تیزی سے بھاگتا ہوا آیا اور ڈاکٹر بلیک کے سامنے رک گیا۔

"آقا۔ سیاہ بھیڑیئے آ رہے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ سب بے حد خونخوار اور طاقتور ہیں"...... اوگارا نے ڈاکٹر بلیک سے مخاطب ہو کر کہا۔ تیزی سے بھاگ کر آنے کے باوجود اس کا

سانس نہیں پھولا تھا وہ ڈاکٹر بلیک کے سامنے ایسے آ کر کھڑا ہو گیا تھا جیسے نارمل انداز میں چلتا ہوا آیا ہو۔

"اوہ۔ وہ کس طرف سے آ رہے ہیں"...... ڈاکٹر بلیک نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جس طرف سے میں آیا ہوں"...... اوگارا نے جواب دیا۔

"کتنی دور ہیں اور وہ کتنی بڑی تعداد میں ہیں"...... ڈاکٹر بلیک نے پوچھا۔

"وہ زیادہ دور نہیں ہیں آقا۔ وہ بے شمار ہیں۔ انہیں انسانی خون کی بو مل گئی ہے اسی لئے وہ اس طرف بھاگے چلے آ رہے ہیں"...... اوگارا نے کہا۔

"کیا تم ان سے لڑ سکتے ہو"...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

"نہیں آقا۔ سرخ آنکھوں والے سیاہ جانوروں کا مقابلہ کرنا میرے بس میں نہیں ہے"...... اوگارا نے پہلی بار خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ چھپ جاؤ۔ میں اور میرے ساتھی ان سے خود ہی نپٹ لیں گے"...... ڈاکٹر بلیک نے کہا تو اوگارا نے اثبات میں سر ہلایا اور تیزی سے دائیں طرف بھاگتا چلا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے درختوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔

"تم سب پوزیشنیں سنبھال لو۔ اس طرف سیاہ بھیڑیوں کے گروہ آ رہے ہیں۔ ہمیں ان سب کو ہلاک کرنا ہو گا نہیں تو وہ تم

میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے"...... ڈاکٹر بلیک نے پلٹ کر چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھیوں میں جیسے ہڑ بونگ سی مچ گئی اور انہوں نے تیزی سے ادھر ادھر بھاگنا اور خود کو درختوں کے پیچھے چھپانا شروع کر دیا۔ ان میں سے کئی مسلح افراد تیزی سے درختوں پر بھی چڑھ گئے تھے۔ ڈاکٹر بلیک کے کہنے پر اب ان سب نے آنکھوں سے گاگلز ہٹا کر مشین گنوں کے ساتھ لگی ہوئی ٹارچیں روشن کر لی تھیں تاکہ زیادہ آسانی سے سیاہ بھیڑیوں کو دیکھ سکیں۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری ہو گی کہ جنگل میں بے شمار اور تیز بھاگتے ہوئے قدموں کے ساتھ بھیڑیوں کے خوفناک انداز میں چیخنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر انہوں نے سامنے درختوں کے پیچھے سے سیاہ رنگ کے بڑے بڑے اور جسیم بھیڑیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ بھیڑیوں کی تعداد واقعی بہت زیادہ تھی اور وہ عام بھیڑیوں سے کہیں زیادہ بڑے اور طاقتور دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے منہ کھلے ہوئے تھے جن سے ان کے لمبے اور نوکیلے دانت دور سے ہی صاف دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی سرخ تھیں جو انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ چیختے اور چھلانگیں مارتے ہوئے اسی طرف آ رہے تھے۔

ڈاکٹر بلیک نے بھی سکارٹ سے ایک مشین گن لے لی تھی اور ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ان بھیڑیوں کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"فائر"...... جیسے ہی بھیڑیئے مشین گنوں کی رینج میں آئے۔

ڈاکٹر بلیک نے اپنے ساتھیوں کو چیختے ہوئے فائرنگ کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے لمحے ماحول یکلخت مشین گنیں چلنے کی تیز آوازوں سے گونج اٹھا۔ ڈاکٹر بلیک اور اس کے ساتھیوں نے ایک ساتھ بھیڑیوں پر فائرنگ کرنی شروع کر دی تھی جس سے سامنے سے آتے ہوئے کئی بھیڑیئے ایک ساتھ اچھل اچھل کر گرے اور وہیں تڑپنا شروع ہو گئے۔ فائرنگ کی آوازوں اور اپنے ساتھیوں کی لاشیں گرنے کے باوجود پیچھے سے آنے والے بھیڑیئے نہیں رکے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے اوپر سے چھلانگیں لگاتے ہوئے انہی کی طرف آ رہے تھے۔ اور پھر جیسے وہ ڈاکٹر بلیک کے ساتھیوں پر اچھل اچھل کر جھپٹنا شروع ہو گئے دوسرے لمحے ماحول ان بھیڑیوں سمیت بے شمار انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔

بھیڑیئے چھلانگیں مارتے ہوئے ان درختوں کی طرف ہی آئے تھے جہاں ڈاکٹر بلیک کے ساتھی چھپے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر بلیک کے ساتھیوں پر ایک ساتھ کئی کئی بھیڑیئے جھپٹ رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو مشکل میں دیکھ کر درختوں پر چڑھے ہوئے مسلح افراد نے ان بھیڑیوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔

ڈاکٹر بلیک بھی مشین گن سے سامنے سے آنے والے بھیڑیوں کو نشانہ بنا رہا تھا۔ گولیوں کی بوچھاڑوں سے بھیڑیئے اس کے سامنے گر رہے تھے۔ ان میں سے کچھ بھیڑیئے تو ہلاک ہو گئے تھے اور کچھ کم گولیاں لگنے کی وجہ سے صرف زخمی ہوئے تھے اور زخمی

ہونے کے باوجود وہ غراتے ہوئے گھسٹ گھسٹ کر اس طرف آ رہے تھے جہاں ڈاکٹر بلیک موجود تھا۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر بلیک نے جیب سے ایک ہینڈ گرنیڈ نکالا اور اس کی سیفٹی پن دانتوں سے نکال کر اس نے بم زخمی بھیڑیوں کی طرف پھینک دیا۔ بم ان بھیڑیوں کے قریب جا کر گرا۔ دوسرے لمحے ایک زور دار دھماکہ ہوا اور ان زخمی بھیڑیوں سمیت وہاں موجود دوسرے بھیڑیوں کے بھی ٹکڑے اڑتے چلے گئے۔

دھماکہ ہوتے ہی اردگرد موجود باقی بھیڑیئے اچھل کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر بلیک نے جیب سے ایک اور بم نکالا اور اس کا پن نکالتے ہی اس طرف اچھال دیا جس طرف چند بھیڑیئے اس کے ایک ساتھی کی لاش کو بری طرح سے بھنبھوڑ رہے تھے۔ دھماکہ ہوا اور بھیڑیوں کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر بلیک کے ساتھی کی لاش کے بھی ٹکڑے اڑتے چلے گئے۔

ڈاکٹر بلیک کو بم پھینکتے دیکھ کر اس کے ساتھیوں کو بھی جیسے ہوش آ گیا۔ انہوں نے بھی فائرنگ کرنے کے ساتھ ساتھ بھیڑیوں پر بم پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔ اب ماحول فائرنگ کی تیز آوازوں کے ساتھ بموں کے دھماکوں اور بھیڑیوں کی تیز چیخوں سے گونجنا شروع ہو گیا۔ بموں کے زور دار دھماکوں نے ان بھیڑیوں کو بری طرح سے بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ چھلانگیں مارتے ہوئے اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے۔

”یہ بموں سے ڈر رہے ہیں۔ ان پر زیادہ سے زیادہ بم برساؤ“...... ڈاکٹر بلیک نے چیختے ہوئے کہا تو درختوں پر موجود افراد نے بھی بھیڑیوں پر بم برسانے شروع کر دیئے۔ جس سے جنگل کا ماحول بری طرح سے تھرا اٹھا تھا اور مسلسل ہونے والے دھماکوں نے بھیڑیوں کو تتر بتر کر دیا تھا۔ وہاں ہر طرف خشک جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں بموں کے دھماکوں سے آگ کا الاؤ سا روشن ہوتا تھا جس سے جھاڑیوں میں آگ لگ جاتی تھی اور آگ دیکھ کر بھیڑیوں نے ڈر کر وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا۔ بھیڑیوں کو تتر بتر ہوتے اور بھاگتے دیکھ کر ڈاکٹر بلیک اور اس کے ساتھیوں میں نیا جوش سا بھر گیا تھا اور انہوں نے اور شدت سے وہاں فائرنگ اور دھماکے کرنے شروع کر دیئے۔ جس سے بچ جانے والے بھیڑیئے چیختے چلاتے ہوئے وہاں سے دور بھاگ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں میدان صاف ہو چکا تھا۔ اب وہاں ہر طرف بھیڑیوں کی لاشیں دکھائی دے رہی تھیں جو ڈاکٹر بلیک اور اس کے ساتھیوں کی گولیوں اور بموں کا شکار ہوئے تھے۔ جبکہ باقی سب بھیڑیئے وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ ان کے بھاگنے کی آوازیں دور تک سنائی دے رہی تھیں۔

جیسے ہی میدان صاف ہوا۔ ڈاکٹر بلیک اور اس کے ساتھیوں نے بم برسانے اور فائرنگ کرنی بند کر دی۔ وہاں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ البتہ اس خاموشی میں ان کے زخمی ساتھیوں کی

چیخیں اور کراہیں ضرور سنائی دے رہی تھیں جنہیں تیز اور مسلسل ہونے والی فائرنگ کے باوجود بھیڑیوں نے دانت اور پنجے مار کر بری طرح سے زخمی کر دیا تھا۔ ڈاکٹر بلیک اور اس کے ساتھی کچھ دیر اسی طرح درختوں کے پیچھے دُبکے رہے پھر ڈاکٹر بلیک درخت کے پیچھے سے نکل کر باہر آ گیا اور وہ اپنے ہلاک اور زخمی ہونے والے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

''سکارٹ''...... ڈاکٹر بلیک نے سکارٹ کو آواز دی تو سکارٹ ایک درخت کے پیچھے سے نکل کر تیزی سے اس کی طرف بڑھ آیا اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور اب بھی اس کے چہرے پر خونخوار بھیڑیوں کا خوف دکھائی دے رہا تھا۔

''یس ڈاکٹر بلیک''...... سکارٹ نے نزدیک آ کر ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

''دیکھو۔ ہمارے کتنے ساتھی ہلاک ہوئے ہیں اور کتنے زخمی ہوئے ہیں''...... ڈاکٹر بلیک نے کرخت لہجے میں کہا تو سکارٹ سر ہلا کر تیزی سے پلٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کا چہرہ بجھا ہوا تھا۔

''ہمارے پانچ ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں اور بارہ ساتھی زخمی ہیں''...... سکارٹ نے ڈاکٹر بلیک سے مخاطب ہو کر کہا۔

''زخمیوں میں سے کتنے افراد ہمارے ساتھ چل سکتے ہیں''...... ڈاکٹر بلیک نے اسی انداز سے پوچھا۔

''ان میں تین افراد چل سکتے ہیں باقی سب کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ ہمارے ساتھ آگے جا سکیں''...... سکارٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ان تین کو چھوڑ کر باقی سب کو گولیاں مار دو اور چلو''...... ڈاکٹر بلیک نے سفاکانہ لہجے میں کہا تو سکارٹ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ واپس اس طرف بھاگ گیا جہاں اس کے ساتھی زخمی حالت میں پڑے چیخ رہے تھے۔ سکارٹ نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور ماحول ایک بار پھر فائرنگ اور چند انسانی چیخوں کی آوازوں سے گونج اٹھا اور کچھ دیر کے بعد وہاں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ سکارٹ نے ڈاکٹر بلیک کے حکم سے ان تمام افراد کو گولیاں مار دی تھیں جو شدید زخمی تھے۔

''چلو۔ یہاں سے جلدی نکلو۔ یہاں بھیڑیوں کے ساتھ ساتھ انسانی لاشیں بھی ہیں۔ ان لاشوں کو کھانے کے لئے بھاگنے والے بھیڑیے یہاں واپس بھی آ سکتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ یہاں آئیں ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا تو درختوں پر موجود افراد کود کود کر نیچے آنے لگے اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ سب ایک بار پھر ڈاکٹر بلیک کے ساتھ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ اندھیرے سے اوگارا بھی نکل کر ان کے ساتھ آ گیا۔ اوگارا کو وہاں سے جاتے اور پھر اس طرح واپس آتے دیکھ کر سکارٹ اور اس کے ساتھی حیران تو ہو

رہے تھے لیکن ڈاکٹر بلیک کی وجہ سے وہ اس بارے میں آپس میں بھی بات نہیں کر سکتے تھے۔

وہ سب مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ اس بار آگے بڑھتے ہوئے سکارٹ نے ڈاکٹر بلیک کے کہنے پر راستے میں وقفے وقفے سے بم بلاسٹ کرنے شروع کر دیئے تھے تاکہ اب ان سے سرخ آنکھوں والے سیاہ جانور بھی دور رہ سکیں۔ گھنے درختوں، جھاڑیوں اور اونچے نیچے راستوں سے گزرتے ہوئے وہ ڈھلانی علاقے میں داخل ہو گئے۔ ابھی چونکہ رات باقی تھی اس لئے کراس ویژنل گلاسز اور مشین گنوں کے ساتھ منسلک ٹارچوں کی روشنی میں وہ سب ان ڈھلانوں سے نیچے جانا شروع ہو گئے۔ دو تین ڈھلانیں پار کر کے وہ ایک میدانی علاقے میں آئے جہاں خار دار جھاڑیوں کی کثرت تھی۔ یہ خار دار جھاڑیاں چونکہ ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں اس لئے ڈاکٹر سکارٹ کے حکم پر ان جھاڑیوں کو لیزر لائٹ سے جلا کر راستہ بنانا شروع کر دیا گیا تھا تاکہ ان راستوں پر چلتے ہوئے وہ اور اس کے ساتھی زخمی نہ ہو جائیں۔

سرخ آنکھوں والے سیاہ بھیڑیوں کے حملے میں اس کے بارہ ساتھی ہلاک ہوئے تھے اور ڈاکٹر بلیک اب یہ نہیں چاہتا تھا کہ منزل تک پہنچنے سے پہلے اس کا کوئی اور ساتھی ہلاک یا زخمی ہو۔ اس لئے وہ پوری احتیاط برت رہا تھا اور ذہن میں کشاکا کے بتائے ہوئے راستوں کی روشنی میں وہ اپنے ساتھیوں کو محفوظ راستوں سے گزار

رہا تھا۔ کشاکا نے اسے ہوبانی قبیلے والوں کا بھی بتایا تھا لیکن ڈاکٹر بلیک نے چونکہ عام جانوروں اور درندوں کو بھگانے کے لئے ایک خاص عمل کیا تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ ہوبانی قبیلے والے بھی ان کے راستے میں نہیں آئیں گے اور اگر وہ ان کے سامنے آ بھی جاتے تو ڈاکٹر بلیک ان سے اکیلا نپٹ سکتا تھا۔

میدانی علاقوں سے گزر کر وہ ایک پہاڑی سلسلے میں داخل ہو گئے۔ تمام پہاڑیاں بھی درختوں اور جھاڑیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ان پہاڑیوں پر چڑھتے اور اترتے ہوئے انہیں دقت تو ضرور ہو رہی تھی لیکن وہ سب ڈاکٹر بلیک کی سرکردگی میں رکے بغیر آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ پھر ڈاکٹر بلیک نے جب ان پہاڑی علاقوں میں چند پرانے کھنڈر دیکھے تو اس نے وہیں رکنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت تک صبح کی سپیدی نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر بلیک نے بھی چونکہ یہی فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ رات کے وقت سفر کرے گا اور دن کے وقت آرام اس لئے کھنڈر دیکھ کر اس نے سب افراد کو وہیں رکنے کا کہہ دیا اور اس کے ساتھی کھنڈرات چیک کرنے کے لئے آگے بڑھ گئے تاکہ وہاں اگر حشرات الارض یا زہریلے سیاہ سانپ ہوں تو وہ انہیں وہاں سے بھگا سکیں۔ ان علاقوں میں چونکہ زہریلے مچھر اور سرخ مکھیوں کی بھی بہتات تھی اس لئے انہوں نے وہاں طرح طرح کے سپرے کرنے شروع کر دیئے تھے تاکہ وہ سب سو بھی رہے ہوں تو زہریلے مچھروں اور سرخ مکھیوں سے محفوظ

رہ سکیں۔

کھنڈرات کسی پرانے قبیلے کے تھے جسے ختم ہوئے شاید برسوں بیت گئے تھے۔ اب وہاں تختوں کی بنی ہوئی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیاں ہی موجود تھیں جو اب جانوروں کے بھٹ بنی ہوئی تھیں۔ لیکن اب وہاں کوئی جانور نہیں تھا ان میں سے چند جھونپڑیاں ایسی تھیں جنہیں تھوڑا بہت مرمت کر کے وہ اپنے لئے کار آمد بنا سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان جھونپڑیوں کو مرمت کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں اپنے خیمے لگانے شروع کر دیئے اور پھر ان میں سے کچھ افراد اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرنا شروع ہو گئے۔ جبکہ ڈاکٹر بلیک ان سے الگ تھلگ ایک چٹان پر جا کر بیٹھ گیا۔ اوگارا اس کے قریب ہی تھا۔ وہ اس کے قریب کسی بت کی طرح خاموش اور ساکت کھڑا تھا جیسے اگر اسے کوئی ہلائے گا نہیں تو وہ اسی طرح وہاں ایستادہ رہے گا۔

گولیاں زابیلا کے جسم پر پڑیں۔ اس کے جسم میں بے شمار سوراخ کرتی ہوئی اس کی کمر سے نکل گئی تھیں لیکن زابیلا اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلی تھی اور اس کے جسم سے خون کی ایک بوند بھی نہیں نکلی تھی اور پھر انہوں نے زابیلا کے جسم میں گولیوں سے بنے ہوئے سوراخ خود بخود مندمل ہوتے ہوئے دیکھے۔ زخم اس طرح خود بخود بند ہوتے دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔ زابیلا اپنی جگہ پر اطمینان سے کھڑی تھی جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

”کک۔ کک کیا مطلب۔ اس پر گولیوں کا اثر کیوں نہیں ہوا“...... انسپکٹر آصف نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اور اس کے زخم بھی مندمل ہو گئے ہیں جیسے اس کا جسم ربڑ کا بنا ہوا ہو“...... انسپکٹر ریکھا نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"یہ شیطانی ذریت ہے۔ اس پر بھلا گولیوں کا کیا اثر ہو گا"...... طارق نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اپنی چلائی ہوئی گولیوں کا حشر دیکھ کر کیپٹن حمید بھی گنگ رہ گیا تھا۔ باقی سب کی حالت بھی کیپٹن حمید جیسی ہی تھی۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس قدر گولیاں لگنے کے باوجود زابیلا کو کچھ نہیں ہو گا اور اس کے جسم سے گولیوں کے نشانات بھی مٹ جائیں گے۔

"میرا خیال ہے اب تم سب کو یقین ہو گیا ہو گا کہ میں کون ہوں اور کیا کر سکتی ہوں"...... زابیلا نے کہا اور ان سب نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"تم ساگندی ہو اور میں جانتا ہوں کہ ساگندیاں اگر کسی ایک انسان کے ذہن پر قبضہ کر لیں تو وہ دوسرے کسی انسان کو اپنے بس میں نہیں کر سکتی۔ تم کرنل فریدی کو تو اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکتی ہو لیکن ہمیں نہیں"...... طارق نے غراتے ہوئے کہا۔

"جو کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو"...... زابیلا نے اسے گھور کر کہا۔

"تم نے کرنل فریدی کو اپنے بس میں کیا ہوا ہے اور ہم یہاں اس کے کہنے پر آئے ہیں۔ تمہارے اور تمہاری بہن کے بارے میں کرنل فریدی نے ہم سے جھوٹ بولا تھا اس طرح اس نے یقیناً یہ بھی جھوٹ ہی کہا ہو گا کہ ہم یہاں قیمتی دستاویزات کی تلاش میں آئے ہیں۔ کرنل فریدی چونکہ تمہارا محکوم ہے۔ یہ تمہارے کہنے پر یہاں آیا ہے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ تم اسے اور ہم سب کو

کسی شیطانی مقصد کے لئے لائی ہو۔ تمہارا شیطانی مقصد کیا ہے یہ میں نہیں جانتا لیکن اب جبکہ تمہاری حقیقت ہم پر عیاں ہو چکی ہے اس لئے ہم نہ کرنل فریدی کا ساتھ دیں گے اور نہ تمہارا"...... طارق نے کہا۔

"اوہ۔ تو یہ بات ہے"...... زابیلا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ہاں"...... طارق نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"کیا یہ صرف تمہارا فیصلہ ہے"...... زابیلا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم سب طارق صاحب کے ساتھ ہیں۔ ہم تمہارے کسی شیطانی مقصد میں تمہارا ساتھ نہیں دیں گے"...... کیپٹن حمید نے نہایت غصیلے لہجے سے کہا اور باقی سب بھی اس کی تقلید میں اثبات میں سر ہلانے لگے۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ کرنل فریدی میرے قبضے میں ہے اور میں اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ پھر بھی تم یہ کہہ رہے ہو کہ تم میرا ساتھ نہیں دو گے"...... زابیلا نے ان سب کو گھورتے ہوئے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو زابیلا۔ میں جانتا ہوں جس انسان کو تم جیسی بدروحوں نے اپنے قبضے میں کر رکھا ہو اسے تم کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی"...... طارق نے کہا اور زابیلا نے غصے سے جبڑے بھینچ لئے۔

''تم میرے بارے میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی جانتے ہو''...... زابیلا غرائی۔

''ہاں۔ اب تمہارے لئے بہتر یہی ہو گا کہ تم کرنل فریدی کو آزاد کر دو اور ہمیں یہاں سے واپس جانے دو''...... طارق نے کہا۔

''یہ ناممکن ہے۔ جب تک میرا کام پورا نہیں ہو گا میں تم میں سے کسی کو واپس نہیں جانے دوں گی''...... زابیلا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کام کیا ہے۔ یہ تو بتاؤ''...... طارق نے تیز لہجے میں کہا۔

''تم سب کو ڈارک ورلڈ جا کر میرے لئے ایک سیاہ صندوق حاصل کرنا ہے''...... زابیلا نے کہا۔

''سیاہ صندوق۔ کیا ہے اس صندوق میں''...... طارق نے چونک کر کہا۔

''یہ میں نہیں بتا سکتی''...... زابیلا نے کہا۔

''نہ بتاؤ۔ لیکن ہم تمہارا کوئی بھی کام نہیں کریں گے۔ چاہے کچھ ہو جائے''...... انسپکٹر آصف نے کہا۔

''چاہے کچھ بھی ہو جائے''...... زابیلا نے اس کی طرف دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے''...... انسپکٹر آصف نے اسی انداز میں کہا۔

''کیا یہ تم سب کا آخری فیصلہ ہے''...... زابیلا نے انہیں باری

باری گھورتے ہوئے کہا۔

''ہم ایک بار جو فیصلہ کر لیتے ہیں اس سے مرتے دم تک پیچھے نہیں ہٹتے''...... ہریش نے جواب دیا۔

''تم میرے لئے ڈارک ورلڈ سے سیاہ صندوق حاصل نہیں کرو گے۔ سوچ لو تم سب زابیلا کو انکار کر رہے ہو''...... زابیلا نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔

''جب ہم ڈارک ورلڈ جائیں گے ہی نہیں تو کیسا صندوق۔ کون سی زابیلا''...... انور نے منہ بنا کر کہا۔

''میں آخری بار پوچھ رہی ہوں۔ تم سب ڈارک ورلڈ جاؤ گے یا نہیں''...... زابیلا نے اس بار انتہائی خوفناک لہجے میں کہا۔ اس کے منہ سے ایسی آواز نکلی تھی جیسے کئی ناگنیں ایک ساتھ پھنکار رہی ہوں۔

''نہیں''...... ان سب نے ایک ساتھ کہا اور زابیلا کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اس نے طارق کا خنجر ایک طرف پھینکا اور اپنا دایاں ہاتھ اوپر اٹھا کر انگلیاں کھول دیں۔ اس کا ہاتھ جس تیزی سے اوپر اٹھا تھا اسی تیزی سے نیچے آیا۔ جیسے ہی اس کا ہاتھ نیچے آیا اچانک زیرو فورس کے چار افراد ہوا میں اچھلے۔ ان کے منہ سے زور دار چیخیں نکلیں اور وہ ہوا میں بری طرح سے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے ان سے کچھ فاصلے پر موجود زور دار دھماکے سے چٹیل زمین پر آ گرے۔ وہ چاروں سر کے بل گرے تھے اور اس زور سے گرے

تھے کہ ان کے سر ناریل کی طرح دھماکوں سے پھٹ گئے تھے۔ وہ چند لمحے تڑپتے رہے اور پھر ساکت ہو گئے۔ یہ منظر اس قدر دلخراش اور ہولناک تھا کہ ان سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے چار ساتھیوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے۔

''یہ۔ یہ۔ یہ تم نے کیا، کیا ہے''...... جگدیش نے خوف سے بری طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔ زابیلا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے ایک بار پھر ہاتھ اوپر اٹھا کر نیچے جھکا تو زیرو فورس کے تین اور آدمی ہوا میں بلند ہوئے اور بری طرح سے چیختے ہوئے پوری قوت سے دائیں بائیں درختوں سے جا ٹکرائے اور اس بار ان کی ہڈیاں ٹوٹنے کی آوازیں واضح طور پر سنائی دیں۔ زابیلا نے تیسری بار ہاتھ اٹھایا تو اس بار اس کا ہاتھ اوپر اٹھتے ہی جگدیش، انسپکٹر ریکھا، انور، رشیدہ اور انسپکٹر آصف ہوا میں اٹھتے چلے گئے۔ وہ ہوا میں بلند ہو کر حلق کے بل چیخ رہے تھے۔

''رک جاؤ زابیلا''...... طارق نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا اور زابیلا پلٹ کر اسے گھورنے لگی۔ اس کا ہاتھ ہوا میں اٹھا ہوا تھا جس سے وہ سب ہوا میں ہی معلق ہو گئے تھے۔ کرنل فریدی آنکھیں پھاڑے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے اس میں اتنی ہمت بھی نہ ہو کہ وہ زابیلا کو یہ سب کرنے سے روک سکے۔

''کیوں۔ میں کیوں رکوں۔ جب تم لوگ میرے کام ہی نہیں آنا چاہتے تو میں تم سب کو زندہ رکھ کر کیا کروں گی۔ میں تم سب کو ختم کر دوں گی۔ سب کو''...... زابیلا نے غراتے ہوئے کہا۔

''نہیں ایسا مت کرو۔ رک جاؤ۔ میری بات سنو''...... طارق نے ہوا میں معلق اپنے ساتھیوں کو بری طرح سے ہاتھ پاؤں مارتے دیکھ کر بڑے بے تاب لہجے میں کہا۔

''بولو۔ اب کیا کہنا ہے تمہیں''...... زابیلا نے اسی انداز میں کہا۔

''پہلے ان کو نیچے لاؤ''...... طارق نے کہا۔

''نہیں۔ کوئی نیچے نہیں آئے گا۔ تم بولو''...... زابیلا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''پلیز زابیلا۔ ہمارے ساتھیوں کو اس قدر سفاکی سے مت ہلاک کرو۔ چھوڑ دو انہیں''...... روزا نے گھگھیائے ہوئے لہجے میں ہا۔

''خاموش رہو تم''...... زابیلا نے غرا کر کہا۔

''انہیں چھوڑ دو زابیلا۔ یہ میرے ساتھی ہیں۔ اپنے سات ساتھیوں کو ہلاک ہوتے دیکھ کر ان کی عقل ٹھکانے آ گئی ہو گی۔ اب یہ وہی کریں گے جو میں ان سے کہوں گا''...... کرنل فریدی نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں زابیلا سے مخاطب ہو کر کہا جو اتنی دیر سے خاموش تھا۔ اس کی بات سن کر وہ سب چونک کر کرنل فریدی

کی طرف دیکھنے لگے جس کے چہرے پر چٹانوں جیسی سنجیدگی تھی۔

"کیا یہ ہمارے ساتھ جائیں گے"...... زابیلا نے کرنل فریدی سے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ سب جائیں گے۔ تم انہیں نیچے لے آؤ"...... کرنل فریدی نے اسی انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم کہتے ہو تو میں انہیں چھوڑ دیتی ہوں ورنہ میں نے ان سب کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا"...... زابیلا نے کہا۔ اس نے دھیرے دھیرے ہاتھ نیچے کیا تو جگدیش اور باقی سب ساتھی آہستہ آہستہ نیچے آتے چلے گئے اور پھر ان کے پیر زمین سے آ لگے۔ ان سب کے چہرے خوف سے بگڑے ہوئے تھے۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو کرنل فریدی۔ ہم شیطانی معاملات میں جان بوجھ کر اس کا ساتھ کیوں دیں گے"...... طارق نے کرنل فریدی کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تم چاہتے ہو کہ زابیلا سب کو ہلاک کر دے۔ سات افراد کی لاشیں کافی نہیں ہے۔ کیا آپ اب سب کی لاشیں دیکھنا چاہتے ہیں"...... کرنل فریدی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن کرنل صاحب"...... روزا نے کہنا چاہا۔

"خاموش رہو۔ اب کوئی کچھ نہیں بولے گا۔ آپ سب یہاں زابیلا کے ساتھ نہیں میرے ساتھ آئے ہیں۔ سمجھے آپ"...... کرنل فریدی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر"...... کیپٹن حمید نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"شٹ اپ۔ میں نے کہا ہے نا اب کوئی کچھ نہیں بولے گا۔ تم بھی نہیں"...... کرنل فریدی نے دھاڑ کر کہا اور کیپٹن حمید سمیت سب اس کی دھاڑ سن کر سہم گئے۔ کرنل فریدی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ طارق چند لمحے بے بسی کے عالم میں کرنل فریدی کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے سر جھٹک دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر۔ میری ایک شرط ہے جو تمہیں ماننی پڑے گی زابیلا"...... طارق نے زابیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔ کرنل فریدی اس کی طرف تیز نظروں سے گھورنے لگا تھا لیکن طارق جانتا تھا کہ کرنل فریدی، زابیلا کے زیر اثر ہے اس لئے اس نے کرنل فریدی کے گھورنے کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔

"شرط بتاؤ"...... زابیلا نے کہا۔

"ہم تمہارے ساتھ ڈارک ورلڈ بھی جائیں گے اور تمہارے لئے وہ سیاہ صندوق بھی حاصل کریں گے جس کی تمہیں ضرورت ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہمیں وہاں لے جانے سے پہلے تم کرنل فریدی کو اپنے سحر سے آزاد کر دو"...... طارق نے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اسے ابھی آزاد نہیں کر سکتی"...... زابیلا نے منہ بنا کر کہا۔

"کیوں۔ جب میں کہہ رہا ہوں کہ ہم سب تمہارا کام کرنے

کے لئے تیار ہیں تو پھر کرنل فریدی کو آزاد کیوں نہیں کر سکتی“...... طارق نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کرنل فریدی میری گرفت سے تب ہی آزاد ہو گا جب سیاہ صندوق مجھے مل جائے گا“...... زابیلا نے کہا۔

”مگر“...... طارق نے کہنا چاہا۔

”کوئی اگر مگر نہیں۔ میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا ہے۔ اب چلنا ہے تو چلو۔ ورنہ“...... زابیلا نے غصیلے لہجے میں کہا اور طارق نے غصے اور پریشانی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

”چلو سب“...... کرنل فریدی نے انہیں گھورتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا اور وہ سب ایک دوسرے کی طرف بے بس نظروں سے دیکھنے لگے۔ کرنل فریدی، زابیلا کے زیر اثر تھا اور زابیلا اس قدر ساحرانہ طاقتوں کی مالکہ تھی کہ اس نے لمحوں میں ان کے سات ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ ان سب کو بھی ہلاک کر سکتی تھی۔ سب ایک دوسرے کے لئے پریشان تھے۔ اب کرنل فریدی بھی انہیں ساتھ چلنے کے لئے حکم دے رہا تھا اس لئے وہ مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق آگے بڑھنا شروع ہو گئے۔

”تم سب کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان خطرناک جنگلوں میں میرے ہوتے ہوئے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں زہریلے کیڑے مکوڑوں اور خونخوار درندوں کو تم سب سے دور رکھوں گی“...... زابیلا نے ان سب سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اگر ایسا تھا تو تم نے گوریلوں سے ہماری حفاظت کیوں نہیں کی تھی“...... طارق نے منہ بنا کر کہا۔

”وہ سرخ آنکھوں والے سیاہ گوریلے تھے۔ سرخ آنکھوں والے سیاہ رنگ کے جانور اور درندے اگر تمہارے سامنے آئے تو میں ان سے تمہیں نہیں بچا سکتی۔ البتہ اندھیرے میں، میں سیاہ رنگ کے جانوروں کو بھی تمہارے قریب نہیں آنے دوں گی۔ چاہے وہ سیاہ ناگ ہوں، سیاہ ہاتھی یا پھر سیاہ گوریلے“...... زابیلا نے کہا۔

”کیوں۔ تم دن کی روشنی میں ان سیاہ جانوروں سے ڈرتی ہو“...... کیپٹن حمید نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں نہیں ڈرتی۔ دن کی روشنی میں میرا ان پر کوئی سحر نہیں چلتا“...... زابیلا نے کہا۔ اس کے انداز سے صاف معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان سے کچھ چھپا رہی ہو۔

”تمہارا ڈارک ورلڈ ہے کہاں“...... رشیدہ نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

”یہاں سے دور، گھنے اور تاریک جنگلوں میں“...... زابیلا نے جواب دیا۔

”اور وہ گھنے اور تاریک جنگل یہاں سے کتنی دور ہیں“...... ہریش نے پوچھا۔

”وہاں تک پہنچنے کے لئے ابھی ہمیں تین راتوں اور تین سورجوں تک مزید چلنا پڑے گا“...... زابیلا نے جواب دیا اور وہ

غصے سے بل کھا کر رہ گئے۔

''کیا ہمیں دن رات چلنا پڑے گا''...... طارق نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ آرام کے وقت تم آرام کر سکتے ہو۔ کھانے پینے کے وقت بھی تم رک سکتے ہو لیکن جتنا زیادہ چلتے رہو گے اتنی جلد ڈارک ورلڈ پہنچ جاؤ گے''...... زابیلا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اتنے دن ہم کھائیں پئیں گے کیا۔ کیا یہ گھاس پھونس۔ یا درختوں کے پتے''...... انور نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کھانے پینے کا سامان تمہارے پاس موجود ہے۔ مگر میں جانتی ہوں۔ کھانے پینے کا یہ سامان اتنا زیادہ نہیں ہے لیکن اگر تم قناعت سے کھاؤ اور کچھ بچا رکھو تو تم یہاں بھوکے نہیں مرو گے اور ان جنگلوں میں بھی کھانے پینے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ان جنگلوں میں کیلے، اناس، سیب اور انگوروں جیسے ہمہ قسم کے پھل موجود ہیں جو تمہاری بھوک بھی مٹا سکتے ہیں اور پیاس بھی''...... زابیلا نے کہا۔

''بہت تیز ہے''...... انسپکٹر ریکھا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''تمہاری سوچوں سے بھی زیادہ''...... زابیلا نے اس کی طرف مڑ کر کہا اور انسپکٹر ریکھا بے اختیار چونک پڑی۔ وہ زابیلا سے کافی فاصلے پر تھی اور اس کی بڑبڑاہٹ بھی اتنی تیز نہیں تھی جو کوئی سن لیتا لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے زابیلا اس کے ساتھ ہو اور اس نے اس کی بڑبڑاہٹ سن لی ہو۔

زابیلا انہیں جنگل کے مختلف حصوں سے گزارتی ہوئی لے جا رہی تھی۔ ان کے راستے میں دلدلیں بھی تھیں، چھوٹی موٹی پہاڑیاں بھی، کئی کھائیاں بھی جن سے بچاتے ہوئے زابیلا ان سب کو باحفاظت لے جا رہی تھی اور اس کی موجودگی میں واقعی ابھی تک کوئی سانپ، زہریلے کیڑے مکوڑے حتیٰ کہ درندے اور چھوٹے موٹے جانور بھی ان کے قریب نہیں آ رہے تھے حالانکہ درختوں کی شاخوں پر جھولتے ہوئے انہیں کئی خطرناک سانپ اور زہریلی مکڑیاں دکھائی دی تھیں اور انہیں جھاڑیوں اور درختوں میں شیر اور چیتے بھی گھومتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے جو انہیں دور سے دیکھتے ہوئے دہاڑ بھی رہے تھے اور غرا بھی رہے تھے لیکن ان میں جیسے آگے آنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ ایک ٹیلے کی سائیڈ سے گزر کر وہ جنگل کے دوسرے حصے میں داخل ہوئے تو انہیں دور درختوں میں گھری ہوئی ایک بوسیدہ جھونپڑی دکھائی دی۔ جھونپڑی کی چھت گری ہوئی تھی اور اس کی دیواریں بھی ٹوٹی پھوٹی دکھائی دے رہی تھیں۔ جھونپڑی لکڑی کے تختوں اور گھاس پھونس کی بنی ہوئی تھی جو شاید کسی زمانے میں قبیلے کے کسی سردار کی تھی۔

''اس جھونپڑی کی طرف چلو۔ کافی بڑی جھونپڑی ہے۔ تم رات بھر یہاں اطمینان سے آرام کر سکتے ہو''...... زابیلا نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کیا تم ہمارے ساتھ رہو گی''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

”نہیں۔ میں رات تم لوگوں کے ساتھ نہیں رک سکتی۔ مجھے ایک اور کام کے لئے آقا کے پاس جانا ہے“...... زابیلا نے کہا اور وہ سب چونک پڑے۔

”آقا۔ تمہارا مطلب ہے تابوش، جو ڈارک ورلڈ میں ہے“...... کرنل فریدی نے کہا۔

”ہاں“...... زابیلا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”لیکن اگر چلی جاؤ گی تو رات بھر ہماری حفاظت کون کرے گا۔ ان اطراف سے تو خونخوار درندوں اور دوسرے بہت سے خطرناک جانوروں کی آوازیں آ رہی ہیں اور جہاں تک میں نے سنا ہے ان جنگلوں میں زہریلے سانپوں کے ساتھ ساتھ زہریلی مکڑیاں اور چیونٹیاں بھی ہوتی ہیں جو جانداروں کو ہلاک کر کے ان کا گوشت کھا جاتی ہیں“...... کرنل فریدی نے کہا۔

”کیوں۔ تم ان سے ڈرتے ہو“...... زابیلا نے مسکرا کر پوچھا۔

”نہیں۔ مجھے اپنے ساتھیوں کی فکر ہے“...... کرنل فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”تم فکر مت کرو۔ انہیں کچھ نہیں ہو گا۔ میں تم سب کی حفاظت کا بندوبست کر کے جاؤں گی۔ اس جھونپڑی میں کوئی جانور اور کوئی زہریلا مکڑا داخل نہیں ہو سکے گا“...... زابیلا نے کہا۔

”ٹھیک ہے“...... کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”ایک بات ذہن میں رکھنا۔ ہوبان قبیلے کے وحشی اگر اس

طرف آئیں تو ان سے بچنے کا انتظام تمہیں خود کرنا پڑے گا۔ ان کے بارے میں تمہیں میں پہلے ہی بتا چکی ہوں“...... زابیلا نے کہا۔

”اوہ۔ کیا ان کا یہاں آنے کا خطرہ ہو سکتا ہے“...... کرنل فریدی نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ وہ دن اور رات کسی بھی وقت شکار کے لئے نکل سکتے ہیں۔ کس وقت وہ کہاں پہنچ جائیں یہ میں بھی ان کے بارے میں نہیں جان سکتی“...... زابیلا نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر یہ قبیلہ اس طرف آیا تو میں اور میرے ساتھی انہیں سنبھال لیں گے“...... کرنل فریدی نے کہا۔

”ان کے ساتھ ساتھ تمہیں اپنے ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا پڑے گا۔ ایسا نہ ہو میری غیر موجودگی میں یہ رات کے وقت یہاں سے واپس جانے کی کوشش کریں۔ انہیں بتا دینا۔ میں انہیں جن راستوں سے لائی ہوں وہاں قدم قدم پر موت تھی جو میری وجہ سے آگے نہیں آئی تھی ورنہ اتنی دور تک تم میں سے شاید ہی کوئی زندہ پہنچ پاتا“...... زابیلا نے کہا۔

”بے فکر رہو۔ یہاں سے کوئی نہیں جائے گا“...... کرنل فریدی نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”جائے گا تو اپنی موت آپ مر جائے گا“...... زابیلا نے کہا۔

وہ سب خاموشی سے ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔ زابیلا جیسی شیطانی طاقت کی موجودگی میں وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے اور

زابیلا نے جس طرح زیرو فورس کے سات افراد کو ہلاک کیا تھا ان سات افراد کی ہلاکت کا بھی ان کے ذہنوں پر گہرا اثر تھا اس لئے وہ آپس میں بات نہ کرتے تو کیا کرتے اور پھر مسلسل چل چل کر وہ بری طرح سے تھک بھی چکے تھے لیکن زابیلا نے انہیں جھونپڑی تک جانے کے لئے کہا تھا اس لئے وہ مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق جھونپڑی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جھونپڑی تک پہنچتے پہنچتے شام ہوگئی تھی۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ رات ہونے سے پہلے جھونپڑی کی ضروری مرمت کر لیں۔ چھت ڈال کر ٹوٹے پھوٹے تختے جوڑ کر دیواریں سیدھی کر لیں اور اندر خشک گھاس پھیلا لیں تاکہ رات بھر یہ سکون سے سو سکیں"...... زابیلا نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ سب تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنی عقل ہے ہم میں کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں"...... طارق نے غصے سے کہا۔

"میں تم سے نہیں کرنل فریدی سے بات کر رہی ہوں"۔ زابیلا غرائی۔

"اس سے تم ہمارے لئے ہی کہہ رہی ہو"...... طارق نے کہا۔

"میں جو کہہ رہی ہوں اسی میں تم سب کی بھلائی ہے"۔ زابیلا نے کہا۔

"بھلائی۔ ہونہہ۔ اب شیطانی ذریات ہماری بھلائی کریں

گی"...... طارق غرایا۔

"تم شکاری ہو اور میری غیر موجودگی میں تم ان کی بہتر رکھوالی کر سکتے ہو اس لئے میں تمہارا بہت لحاظ کر رہی ہوں ورنہ تمہاری کڑوی زبان کھینچنا میرے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے"...... زابیلا نے غصے سے کہا۔

"تو کھینچ لو۔ تمہیں روکا کس نے ہے"...... طارق نے جواب دیا اور زابیلا اسے گھور کر رہ گئی۔

"جب وقت آئے گا تو میں ایسا بھی کر گزروں گی"...... زابیلا نے غرا کر کہا اور طارق غصے سے ہنکارہ بھر کر رہ گیا۔

"اور یہ تم کرنل فریدی سے کس قبیلے کی بات کر رہی تھی"...... طارق نے اچانک خیال آنے پر چونکتے ہوئے پوچھا۔ اس نے زابیلا کے منہ سے قبیلے کی بات ضرور سنی تھی لیکن اس نے نام پر توجہ نہیں دی تھی۔

"میں نے ہوبان قبیلے کی بات کی تھی"...... زابیلا نے کہا اور طارق ہوبان قبیلے کا سن کر اچھل پڑا۔

"ہوبان قبیلہ۔ اوہ۔ تم اس آدمخور قبیلے کی بات کر رہی ہو جو جنگلوں میں دن رات گھومتے رہتے ہیں اور جانوروں اور انسانوں کا شکار کرتے ہیں"...... طارق نے کہا۔

"ہاں۔ کرنل فریدی کو میں نے اسی قبیلے کا بتایا ہے۔ تم سب اس جھونپڑی میں جنگلی آفات سے تو محفوظ رہو گے لیکن اگر ہوبان

قبیلہ یہاں آ گیا تو میں بھی ان سے تمہیں نہیں بچا سکوں گی''......

زابیلا نے کہا اور طارق نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ ہوبان قبیلے سے بخوبی واقف تھا۔ ہوبان قبیلے کے وحشی واقعی بے حد طاقتور، بے رحم اور انتہائی سفاک تھے۔ وہ جنگلوں میں جانوروں سے زیادہ انسانوں کے شکار کی تاک میں رہتے تھے اور ایک بار انہیں کوئی انسان دکھائی دے جاتا تو وہ اسے پکڑ کر فوراً اسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں تقسیم کر کے کھا جاتے تھے۔ ان قبیلے والوں کا جنگل میں کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ گروہ کی شکل میں جنگلوں میں گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ ہوبان قبیلے کے وحشی ایک بار جن کے پیچھے پڑ جاتے تھے انہیں اس وقت نہیں چھوڑتے تھے جب تک وہ انہیں ہلاک نہ کر دیتے۔

ہوبان قبیلے والوں کا سن کر طارق خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو جھونپڑی کی ضروری مرمت کرنے پر لگا دیا۔ رات ہونے تک وہ جھونپڑی مکمل طور پر ٹھیک کر چکے تھے۔ انہوں نے جھونپڑی کی دیواریں بھی ٹھیک کر دی تھیں اور چھت بھی ڈال دی تھی۔ چھت ڈالنے کے لئے انہوں نے کیلے کے پتوں کا استعمال کیا تھا جو بڑے بڑے تھے۔ ان پتوں سے چھت ڈھک گئی تھی۔ اب اگر وہاں تیز بارش بھی شروع ہو جاتی تو کیلے کے پتوں کی وجہ سے وہ سب بارش میں بھیگنے سے بھی بچ سکتے تھے۔ ان کے پاس خشک خوراک اور پینے کے لئے پانی کی بوتلیں تھیں۔ ان سب نے

کھا پی کر جھونپڑی میں ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ طارق ساتھ کیروسین لیمپ لایا تھا۔ جسے اس نے جلا کر جھونپڑی کی ایک دیوار سے لٹکا دیا۔ گو کہ کیروسین کے چلنے والے لیمپ کی روشنی اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن وہ جھونپڑی میں ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

طارق نے جھونپڑی کے باہر خشک لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا لی تھی اور آگ کے قریب ایک پتھر رکھ کر اس پر بیٹھ گیا تھا۔ رات ہوتے ہی وہاں خنکی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ دن بھر موسم صاف رہا تھا کہیں کہیں بادل بھی گڑگڑا رہے تھے۔ موسم بدلتے دیکھ کر طارق کو اندازہ ہو رہا تھا کہ اگر ان جنگلوں میں ایک بار بارش ہونا شروع ہو گئی تو پھر بارش کا رکنا محال ہو جائے گا۔ ان جنگلوں میں ہونے والی بارش طوفانی اور انتہائی موسلادھار ہوتی تھی۔ بعض اوقات تو اس قدر طوفانی جھکڑ آتے تھے جس سے جنگل اتھل پتھل ہو کر رہ جاتا تھا۔ رات گزرنے کے ساتھ وہاں تیز ہوائیں بھی چلنا شروع ہو گئی تھیں جو جنگل کے گھنے درختوں سے گزرتی ہوئیں ایسی آوازیں پیدا کر رہی تھیں جیسے وہاں بے شمار بدروحیں تیز آوازوں سے بین کر رہی ہوں۔

رات ہوتے ہی زابیلا وہاں سے چلی گئی تھی۔ وہ شیطانی ذریت اور ساحرہ ہونے کے باوجود وہاں سے غائب ہو کر نہیں گئی تھی وہ عام انسانوں کی طرف ایک طرف گئی تھی اور پھر جھاڑیوں اور درختوں میں کہیں جا کر غائب ہو گئی تھی۔ اس کے جانے کے باوجود

کرنل فریدی کے تیور نہیں بدلے تھے۔ وہ ان سب سے الگ تھلگ رہ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ان میں سے کسی سے بھی بات نہ کرنا چاہتا ہو بلکہ رات پڑتے ہی وہ جھونپڑی کے ایک کونے میں جا کر لیٹ گیا اور اس نے یوں آنکھیں بند کر لی تھیں جیسے تھکاوٹ سے اسے نیند آ گئی ہو۔ کیپٹن حمید اور باقی سب دیر تک کرنل فریدی اور زابیلا کے بارے میں ہی باتیں کرتے رہے اور پھر وہ سب جھونپڑی میں آ کر سونے کے لئے لیٹ گئے۔ لڑکیاں ایک طرف اور مرد دوسری طرف البتہ طارق اسی طرح جھونپڑی کے باہر ہی تھا۔ اس کے پاس ایک خنجر، ٹیلی نائٹ سکوپ اور ایک دور مار رائفل تھی۔ کیپٹن حمید اور باقی سب نے اسے جھونپڑی کے اندر آنے کے لئے کہا لیکن طارق نے منع کر دیا تھا۔ وہ رات بھر جاگ کر پہرہ دینا چاہتا تھا۔ زابیلا نے ان سب کی حفاظت کا وہاں کیا انتظام کیا تھا یہ طارق نہیں جانتا تھا اس لئے وہ جنگل کے ماحول میں اپنے ساتھیوں کے لئے کوئی بھی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اسے جنگل کے جانوروں اور زہریلے حشرات الارض سے زیادہ ہوبان قبیلے کے وحشیوں کی فکر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ہوبان کے وحشیوں کی سونگھنے کی حس بے حد تیز تھی۔ ان جنگلوں میں جب بھی کوئی نیا انسان داخل ہوتا تھا۔ اس کی بو ہوبان قبیلے والوں تک پہنچ جاتی تھی اور پھر وحشی اس بو کے ساتھ ہوتے ہوئے اس انسان تک پہنچ جاتے تھے۔ طارق نے اپنا سفری بیگ اپنے پاس ہی رکھا ہوا تھا جس میں اسلحہ اور جنگل میں استعمال ہونے والا ضروری سامان بھرا ہوا تھا۔

طارق تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور ٹیلی نائٹ سکوپ آنکھوں سے لگا کر چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیتا تھا۔ وہ اطراف میں گہری نظریں رکھے ہوئے تھا اور ہر آہٹ پر وہ چونک پڑتا تھا اور رائفل اٹھا کر چیتوں جیسی تیز نظروں سے چاروں طرف دیکھنا شروع ہو جاتا تھا۔ رات کا ابھی پہلا پہر ہی گزرا ہو گا کہ بادلوں نے اچانک گھن گرج کے ساتھ برسنا شروع کر دیا۔ آسمان پر بجلی کی بڑی اور تیز لہروں کے ساتھ زور دار کڑکڑاہٹ ہونے لگی جس سے جنگل کا ماحول بری طرح سے تھرا اٹھا تھا۔ اچانک ہونے والی بارش بے حد بے تیز تھی۔ اس بارش میں طارق کی جلائی ہوئی آگ بجھنے لگی تھی۔ تیز بارش سے بچنے کے لئے طارق نے اپنا سامان سمیٹنا اور بھاگ کر جھونپڑی کے پاس آ گیا۔ جھونپڑی کی چھت آگے کی طرف نکلی ہوئی تھی جس سے وہاں ایک بڑا سا شیڈ بن گیا تھا۔ اس شیڈ کے نیچے طارق بارش سے محفوظ تو ہو گیا تھا لیکن بارش نے آگ بجھا دی تھی جس سے وہاں یکلخت گھپ اندھیرا چھا گیا تھا۔

''بارش بے حد تیز ہے۔ آپ اندر آ جائیں طارق صاحب''۔ اندر سے کیپٹن حمید کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید ابھی تک جاگ رہا تھا۔

"نہیں۔ میں ٹھیک ہوں"...... طارق نے جواب دیا۔ اسی لمحے بجلی کڑکی اور اس کے ساتھ ہی ایک لمحے کے لئے جنگل دور دور تک منور ہوتا چلا گیا لیکن دہاں دوسرے لمحے پھر اندھیرا چھا گیا۔ طارق جھونپڑی کے جنوبی حصے کی طرف تھا اور اس طرف ایک بڑا میدان تھا جہاں درخت تو نہیں تھے مگر وہاں ہر طرف سرکنڈے پھیلے ہوئے تھے اور ان سرکنڈوں کی اونچائی بہت زیادہ نہیں تھی۔ بجلی کی لہر سے جو روشنی پیدا ہوئی تھی اس روشنی میں میدان کے اس حصے میں دور انسانی ہیولے سے دکھائی دیئے تھے۔ گو کہ انسانی ہیولے طارق نے ایک لمحے کے لئے دیکھے تھے لیکن ان ہیولوں کا قد کاٹھ دیکھ کر طارق بری طرح سے اچھل پڑا۔

"ہوبانی وحشی"...... اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اسی لمحے پھر روشنی چمکی اور اس روشنی میں طارق کو بے شمار لیم وشیم اور طاقتور وحشی اس طرف آتے دکھائی دیئے۔ ان وحشیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ تیزی سے جھونپڑی کی طرف بھاگے چلے آ رہے تھے۔ روشنی کی چمک میں طارق نے ان کے ہاتھوں میں نیزے، موٹے اور بڑے بڑے ڈنڈے اور کلہاڑیاں بھی دیکھ لی تھیں۔ اندھیرا ہوتے ہی اس نے فوراً ٹیلی نائٹ سکوپ آنکھوں سے لگائی اور اسے فوکس کر کے میدان کی طرف دیکھنے لگا۔

"اوہ۔ اوہ۔ یہ ہوبانی وحشی ہی ہیں۔ انہیں ہماری بو مل چکی ہے۔ یہ یہاں ہمارا شکار کرنے کے لئے آ رہے ہیں"...... طارق

نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ تیزی سے مڑا اور برق رفتاری سے جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔

"اٹھو۔ جلدی اٹھو۔ ہوبان قبیلے کے وحشی آ رہے ہیں۔ اٹھ کر اپنا اسلحہ سنبھالو اور باہر آ جاؤ ورنہ سب کے سب مارے جاؤ گے"...... طارق نے تیز آواز میں چیختے ہوئے کہا اور وہ سب ہڑبڑا کر اٹھتے چلے گئے۔

ساگونڈا ناگ کی راکھ کی بو کی وجہ سے آگے بڑھتے ہوئے وحشی رک گئے تھے۔ ان کی چیتوں جیسی تیز اور چمکدار آنکھیں چاروں طرف گھوم رہی تھیں لیکن انہیں وہاں کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دلدل میں بڑے بڑے پودے ضرور اگے ہوئے تھے لیکن یہ پودے اتنے بڑے نہیں تھے کہ کوئی انسان ان کے پیچھے چھپ سکتا۔ ان وحشیوں کی آنکھوں میں بے پناہ حیرت نظر آ رہی تھی۔ وہ جن انسانوں کی بو پا کر انہیں گھیرے میں لئے اس طرف آئے تھے وہاں انہیں انسان تو کیا کوئی جانور بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ دلدل کے درمیانی حصے میں دس بڑے بڑے بانس تھے جنہیں وحشی دیکھ سکتے تھے مگر ان بانسوں کے نیچے دلدل میں انسان ہو سکتے ہیں اس کا انہیں خیال تک نہیں آیا تھا۔

انہیں زیادہ ساگونڈا ناگ کی بو نے پریشان کر رکھا تھا جو نہیں اردگرد سے محسوس ہو رہی تھی مگر ناگ انہیں کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ کچھ دیر چاروں طرف ان انسانوں کو دیکھتے رہے مگر اب انہیں ان انسانوں کی بو بھی نہیں مل رہی تھی۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے اس طرف بہت سے انسان آئے ہوں وہ انسان اس دلدل میں ڈوب گئے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ وحشی یکلخت بری طرح سے چونک پڑے۔ ہوا میں انہیں ایک بار پھر انسانوں کی بو محسوس ہوئی تھی۔ بو بہت ہلکی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ انسان بہت دور ہیں اور یہ بو ان انسانوں کی بو سے مختلف تھی جو انہوں نے ہواؤں میں پہلے سونگھی تھی۔

ان وحشیوں کے لئے جنگلوں میں آنے والے نئے انسانوں کی بو ہی کافی ہوتی تھی اور پھر وہ فوراً اس طرف دوڑتے تھے جس طرف سے انہیں انسانی بو کا احساس ہوتا تھا۔ اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ نئے انسانوں کی بو نے ان وحشیوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ پھر وہ وحشی مڑے اور اس طرف بڑھتے چلے گئے جس طرف سے انہیں دوسرے انسانوں کی بو آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سب دلدل سے نکلے اور خشکی پر جاتے ہی انہوں نے نہایت تیز رفتاری سے بھاگنا شروع کر دیا۔

دلدل میں ہونے کے باوجود جوزف کے سننے کی حس کام کر رہی تھی۔ وہ دلدل کے اندر ان وحشیوں کے قدموں کی آوازیں بخوبی سن سکتا تھا۔ اسے نزدیک آنے والے وحشیوں کا بھی علم ہو گیا

تھا اور جب وحشی دلدل سے باہر جانے لگے تو ان کے جاتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی جوزف سنتا رہا تھا۔ جب وحشی دلدل سے نکلے تو جوزف فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے منہ سے بانس ہٹالیا تھا۔

دلدل سے نکلتے ہی اس نے گہرے گہرے سانس لینے شروع کر دیئے۔ اس کا سارا جسم مٹی سے بھرا ہوا تھا۔ اندھیرے میں اس کی صرف آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں جو چمک رہی تھیں۔ اس کا لباس اور سر منہ سمیت سارا جسم گیلی مٹی سے بھر گیا تھا جس سے وہ دلدل کا بھوت دکھائی دے رہا تھا۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جوزف نے ایک ہاتھ سے اپنا چہرے صاف کیا اور بانس کا سہارا لے کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے دلدل سے عمران بھی نکل کر اٹھ بیٹھا۔ وہ بھی کیچڑ سے بھوت بنا ہوا تھا۔ اس نے چہرے سے مٹی صاف کی تو جوزف نے اسے پہچان لیا۔

''چلے گئے وحشی''...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''لیس باس۔ لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وحشی جا چکے ہیں''...... جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ کیا کان صرف تمہارے ہی ہیں۔ میں بہرہ ہوں۔ میں وحشیوں کے آنے اور جانے کی آوازیں نہیں سن سکتا''...... عمران نے کہا اور جوزف بے اختیار مسکرا دیا۔

''تو تم نے بھی ان کے قدموں کی آوازوں سے جان لیا تھا کہ وہ جا چکے ہیں''...... جوزف نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں''...... عمران نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ پھر وہ اٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر ایک بانس کے قریب دلدل میں ہاتھ ڈال کر صفدر کا کاندھا ہلایا تو صفدر بھی دلدل سے نکل آیا۔ اسی طرح عمران نے باری باری انہیں ہلاتے ہوئے دلدل سے نکل آنے کو کہا تو ایک ایک کر کے وہ سب دلدل سے باہر آ گئے۔

''باپ رے۔ میں تو کیچڑ سے بالکل بھوت بن گیا ہوں''...... سلیمان نے اپنی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔

''صرف تم ہی نہیں بلکہ ہم سب ہی بھوت بنے ہوئے ہیں۔ اس حالت میں ہمیں اصلی بھوت بھی دیکھ لیں تو وہ بھی ڈر کر بھاگ جائیں گے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سب بھی مسکرانے لگے۔

''یہاں صاف پانی کہاں ملے گا جہاں ہم نہا دھو کر اپنے حلیئے ٹھیک کر سکیں''...... جولیا نے کہا۔

''ان جنگلوں میں پانی کی تلاش تو بہت مشکل ہو گی۔ یہاں جھلیں تو ہیں مگر کہاں ہیں یہ میں نہیں جانتا''...... جوزف نے کہا۔

''تو اپنے ڈیڈی جوشوا سے بات کر کے پوچھ لو۔ اگر پانی نہ ملا تو ہم اسی طرح بھوت بنے رہیں گے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا اور وہ جوزف کے فادر جوشوا کو ڈیڈی جوشوا کہنے پر بے اختیار مسکرا دیئے۔

"میں اس حالت میں فادر جوشوا سے بات نہیں کر سکتا"۔ جوزف نے منہ بنا کر کہا جیسے اسے سلیمان کی بات بری لگی ہو۔

"کیوں۔ اس حالت میں فادر جوشوا نے تمہیں دیکھ لیا تو کیا وہ ڈر جائے گا"...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا اور اس کی بات سن کر وہ سب ایک بار پھر مسکرا دیئے۔

"فادر جوشوا۔ ڈرنے والا نہیں۔ ڈرانے والا ہے۔ کسی دن وہ تمہارے سامنے آ گیا تو تم بری طرح چیختے چلاتے ہوئے سر پر پیر رکھ کر بھاگ جاؤ گے"...... جوزف نے کہا۔

"سر پر پیر رکھ کر نہیں۔ میں تمہارے سر پر مار کر بھاگوں گا۔ وہ بھی ہارڈ جوتے جس سے تمہاری کالی کھوپڑی تڑخ جائے گی"۔ سلیمان نے کہا اور جوزف اسے غصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔

"اپنا منہ بند رکھو ورنہ گردن توڑ کر اسی دلدل میں دفن کر دوں گا"...... جوزف نے غرا کر کہا۔

"ہاتھ تو لگا کر دیکھو مجھے۔ مکا مار کر تمہاری بتیسی نہ نکال دی تو سلیمان پاشا نام نہیں میرا"...... سلیمان نے ہوا میں مکا لہرا کر کہا اور وہ سب ہنسنے لگے۔

"باس۔ اس سے کہو کہ یہ اپنا منہ بند رکھے ورنہ یہ بے موت میرے ہاتھوں مارا جائے گا"...... جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں باس۔مم۔مم۔ میرا مطلب ہے صاحب، اس سے کہیں

یہ اپنا منہ بند کر لے ورنہ اس کے بھاڑ جیسے کھلے ہوئے منہ میں کوئی جانور گھس جائے گا"...... سلیمان نے ہاتھ سے جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ان کی مسکراہٹیں گہری ہو گئیں۔

"کیا تم دونوں احمق ہو"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ ہم جانتے ہیں آپ بھی ہمارے ساتھ ہی ہیں"...... سلیمان نے ترقی بہ ترقی جواب دیتے ہوئے کہا اور سب کے ساتھ اس بار عمران بھی ہنس پڑا۔ سلیمان نے جواب ہی ایسا دیا تھا کہ عمران بے اختیار ہنسنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"میرے ساتھ یہ سب بھی ہیں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم سب احمق ہیں"...... عمران نے اسے مصنوعی غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اب اگر میں نے ہاں کہا تو سب پکڑ کر مجھے مارنا شروع کر دیں گے، اس لئے میرا خاموش رہنا ہی بہتر ہو گا"...... سلیمان نے بڑی معصومیت سے کہا اور ان سب کی ہنسی تیز ہو گئی۔

"کیا بات ہے عمران صاحب۔ سلیمان بے حد تیز ہو گیا ہے۔ اب اس نے تو آپ کے بھی کان کترنے شروع کر دیئے ہیں"...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شکر ہے اسے میں نے صرف کان کترنا ہی سکھایا ہے۔ اگر یہ بال کترنا سیکھ گیا ہوتا تو بے چارہ تنویر......" عمران نے کہا اور وہ ایک بار پھر ہنس پڑے۔

''یہ تم ہر معاملے میں مجھے کیوں گھسیٹ لیتے ہو''...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تم مانتے جو نہیں''...... عمران نے کہا۔

''کیا نہیں مانتا میں''...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے وہ عمران کی بات سمجھا نہ ہو۔

''وہی''...... عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''وہی کیا''...... تنویر نے اسی انداز میں کہا۔

''وہی یار۔ وہی''...... عمران نے کہا۔

''یہ تم نے کیا وہی وہی کی رٹ لگا رکھی ہے۔ سیدھی طرح بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو''...... تنویر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''کیوں جولیا۔ بتا دوں اسے''...... عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر انتہائی شرارت بھرے لہجے میں کہا اور جولیا چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔

''مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔ جو بتانا ہے بتا دو''...... جولیا نے کہا۔

''دیکھ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھے مارنا شروع کر دو''...... عمران کے لہجے میں بدستور شرارت تھی۔

''ایسی کون سی بات ہے جو میں تمہیں مارنا شروع کر دوں گی''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہی''...... عمران نے پھر اسی انداز میں کہا اور اس بار جولیا بھی تنویر کی طرح اسے گھورنے لگی جبکہ باقی سب عمران کی شرارت سمجھ کر مسکرا رہے تھے۔

''پھر وہی۔ یہ تم پر وہی کا دورہ کیوں پڑ گیا ہے''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

''تنویر کی وجہ سے''...... عمران نے کہا اور جولیا ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

''کیا میری وجہ سے''...... تنویر نے غصے میں آتے ہوئے کہا۔

''وہی''...... عمران نے کہا اور وہ سب بے اختیار ہنسنے لگے۔

''رہنے دیں مس جولیا۔ عمران صاحب آپ کو اور تنویر کو بنا رہے ہیں''...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ قسم لے لو۔ میں انہیں احمق نہیں بنا رہا''...... عمران نے فوراً کہا اور ان کی ہنسی تیز ہو گئی۔

''عمران تم''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہاں بولو۔ کیا میں''...... عمران نے فوراً کہا۔

''کچھ نہیں۔ چلو یہاں سے''...... جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران کا کھلا ہوا چہرہ جیسے مرجھا گیا۔

''ہونہہ۔ میں خواہ مخواہ خوش ہو رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا دلدل کے بیچ میں کنول کے پھول کی طرح کھڑی ہو کر، کھلی ہوا میں اور رات کی اس تاریکی میں تم کوئی رومانٹک بات کرو گی۔ مگر افسوس۔ آہ۔ صد افسوس''...... عمران نے مایوس ہونے کی جاندار اداکاری

کرتے ہوئے کہا۔

''بس بس۔ رہنے دو۔ میں تمہیں اور تمہاری اداکاری کو خوب سمجھتی ہوں۔ اب چلو''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

''چلو جوزف۔ یہاں تو دلوں کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔ کوئی بھی نہیں''...... عمران نے اسی انداز میں کہا اور وہ سب ایک بار پھر ہنس دیئے۔ جوزف احتیاط سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا، دلدل میں چھپے ہوئے مگرمچھوں کا احساس کرتے ہوئے بانس دلدل میں ڈال ڈال کر آگے بڑھنے لگا اور وہ سب اس کے پیچھے ہو لئے۔ دلدل میں انہوں نے تقریباً دو گھنٹے سفر کیا تھا۔ پھر وہ خشکی پر آ گئے۔ گھنے درختوں میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن ٹیلی نائٹ لینزز سے انہیں اندھیرے میں دیکھنے میں کوئی مشکل نہیں آ رہی تھی۔ وہ درختوں میں آئے ہی تھے کہ اچانک گھن گرج کے ساتھ بارش شروع ہو گئی۔

''لو۔ پانی کا بندوبست ہو گیا ہے۔ اس بارش میں نہا کر بھوتوں سے دوبارہ انسانی روپ میں آ جاؤ''...... عمران نے کہا۔ وہ سب درختوں کے بیچ سے نکل کر کھلے آسمان تلے آ گئے اور تیز بارش میں نہا کر دلدل کا کیچڑ دھونے میں مصروف ہو گئے۔

جنگل میں سردی بڑھ رہی تھی۔ بارش کا پانی بھی بے حد سرد تھا۔ مگر وہ اپنا جسم اور لباس دھو رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کے لباسوں پر لگا کیچڑ بارش کے پانی میں بہہ گیا اور انہیں شدید سردی

لگنے لگی۔ ہارڈ بلاک ہونے کے باوجود سردی جیسے ان کے جسموں میں گھسی جا رہی تھی۔

''ارے باپ رے۔ یہاں رات اس قدر سرد ہوتی ہے۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں سائبیریا کے یخ بستہ جھیل میں ڈبکی لگا کر آیا ہوں''...... عمران نے دانت بجاتے ہوئے کہا۔

''جنگلوں کے موسموں کا کچھ پتہ نہیں چلتا باس۔ یہاں بعض علاقوں میں دن بھر شدید گرمی پڑتی ہے جس سے سانس لینا بھی دو بھر ہو جاتا ہے اور گھنے درختوں کی وجہ سے راتیں اس قدر سرد ہو جاتی ہیں جیسے شدید سردیوں کا موسم ہو اور برف باری ہو رہی ہو''...... جوزف نے کہا۔

''تو پہلے بتانا تھا احمق۔ میں اپنے ساتھ جرسیاں اور موٹے لحاف بھی لے آتا''...... عمران نے کہا۔

''سوری باس''...... جوزف نے ایسے لہجے میں کہا جیسے عمران کو نہ بتا کر اس نے واقعی کوئی بہت بڑا جرم کیا ہو۔

''ہمارے لباس بری طرح سے بھیگ گئے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ اور لباس بھی نہیں لائے ہیں جنہیں پہن کر ہم اس سردی سے بچ سکیں''...... صفدر نے ٹھٹھرتے ہوئے کہا۔

''میں آگ جلاتا ہوں۔ آگ سے آپ کو گرمائش بھی ملے گی اور سب کے لباس بھی جلد سوکھ جائیں گے''...... جوزف نے کہا۔

''تیز بارش میں تم آگ جلاؤ گے''...... جولیا نے حیرت بھرے

لہجے میں کہا۔

"درختوں کے جھنڈ میں آگ جل سکتی ہے۔ وہاں چھتریوں کی طرف پھیلے ہوئے درختوں میں سے بارش کا پانی نہیں آتا"...... جوزف نے کہا۔

"کیا یہاں خشک لکڑیاں مل جائیں گی"...... صدیقی نے پوچھا۔

"جہاں بارش کا پانی نہیں جاتا وہاں سے خشک لکڑیاں بھی مل جائیں گی"...... جوزف نے کہا اور ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

آسمان پر بادل گرج رہے تھے اور بجلی بار بار چمک کر کڑک رہی تھی جس سے جنگل کا سکون درہم برہم ہو گیا تھا۔ ہر طرف سے مختلف جانوروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ تیزی سے بھاگ کر گھنے درختوں کے جھنڈ میں آ گئے اور پھر انہوں نے وہاں بکھری ہوئی خشک لکڑیاں چننی شروع کر دیں۔ جوزف نے ایک خالی جگہ لکڑیوں کا ڈھیر بنایا اور اسے آگ لگانے میں مصروف ہو گیا۔ باقی سب گھاس پھونس اکھاڑ کر لائے اور انہوں نے آگ کے پاس بیٹھنے کے لئے ارد گرد گھاس پھونس ڈھیر کرنے شروع کر دیئے۔ جوزف کے پاس لائٹر تھا اس نے خشک گھاس کو آگ لگا کر لکڑیوں میں رکھنا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں میں لکڑیوں نے آگ پکڑ لی اور وہاں آگ کی سرخ سرخ روشنی پھیل گئی۔ خشک لکڑیوں نے جلد ہی آگ پکڑ لی تھی جس سے وہاں اچھا خاصا الاؤ روشن ہو گیا۔ اس آگ کے گرد بیٹھ کر وہ اپنے لباس سکھانے لگے۔

"اس بار تو ان جنگلوں میں آ کر ہمیں بے حد مشکلوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ دشوار گزار راستوں کے ساتھ یہ سردی اور شیطانی ذریت ہابیلا کے خوفناک وار جب یہاں یہ سب ہو رہا ہے تو ڈارک ورلڈ میں ہمارا کیا حال ہو گا۔ وہاں تو ایک جناتی قبیلہ آباد ہے"...... صفدر نے کہا۔

"ہم شیطانوں کے خلاف لڑنے کے لئے نکلے ہیں۔ خیر و شر کی اس لڑائی میں جیت ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ شیطان چاہے انسانوں میں سے ہو یا جنات سے۔ حق کی قوتیں انہیں زیر کر لیتی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ان شیطانی جنوں کے مقابلے میں ہماری ہی جیت ہو گی کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ میں ان مشکلات کی بات کر رہا ہوں جن سے ہم گزر کر آئے ہیں اور آگے ہم پر آنے والی ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"ہماری ہر مہم مشکلات سے بھری ہوتی ہے۔ ایسا کون سا مشن ہے جس میں ہم سخت اور مشکل حالات سے نہ گزرے ہوں۔ مشن کافرستان کے خلاف ہو یا اسرائیل کے خلاف ہم جہاں بھی جاتے ہیں ہمارے راستے میں ہر طرف موت کے جال پھیلا دیئے جاتے ہیں تاکہ ہم پھڑ پھڑا بھی نہ سکیں۔ بعض مشن تو ایسے تھے جن میں ہماری موت یقینی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہم یقینی موت سے

بھی صاف بچ گئے تھے اور یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہوتی ہے کہ ہم مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت حالات کا نہ صرف مقابلہ کرلیتے ہیں بلکہ کامیابیاں بھی حاصل کرتے ہیں''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''ہاں۔ جو لوگ مشکل اور سخت حالات میں گھبرا جاتے ہیں اور امید کا دامن چھوڑ دیتے ہیں وہ ناکام بھی رہتے ہیں اور زندگی کے سفر میں ہر بازی ہار جاتے ہیں''...... صدیقی نے عمران کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''آپ سب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مگر میں اب بھی آپ سے وہی سوال کروں گا کہ اس جنگل میں مجھے ساتھ کیوں لایا گیا ہے''...... سلیمان نے کہا۔

''آپ سلیمان کو ساری باتیں بتا کیوں نہیں دیتے۔ جب اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ ہم شیطان جنوں کے مقابلے کے لئے جا رہے ہیں تو باقی سب کچھ بتانے میں کیا حرج ہے''...... چوہان نے کہا۔

''کوئی حرج نہیں ہے''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تو پھر بتائیں''...... سلیمان نے کہا۔

''کیا بتاؤں''...... عمران کے چہرے پر ایک بار پھر حماقت کا رنگ ابھر آیا۔

''میرا سر''...... سلیمان نے جھلا کر کہا۔

''تمہارا سر۔ کیوں کیا ہوا ہے تمہارے سر کو۔ اچھا بھلا تو ہے۔

ہاں۔ بارش میں بھیگ کر تمہارے بال سر سے چپک گئے ہیں جس سے تمہارا سر گول ہونے کی بجائے لمبوترا سا بن گیا ہے اور تمہارے سر کے بال کالے کم ہیں اور سفید زیادہ۔ تمہارا چہرہ پھولا ہوا ہے جس کی وجہ سے تم اچھے خاصے ایجڈ دکھائی دیتے ہو۔ زیادہ نہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے تمہاری عمر ساٹھ ستر سال کی ہو''...... عمران نے کہا۔

''ساٹھ ستر کا نہیں۔ میں سو دو سو سال کا ہوں''...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''سو دو سو سال۔ ارے باپ رے۔ تم انسان ہی ہو نا۔ کہیں تمہارا تعلق جنات کی یا پھر سانپوں کی نسل سے تو نہیں ہے''۔ عمران نے کہا۔

''کاش ایسا ہوتا''...... سلیمان نے سر اٹھا کر کہا۔

''کیا کاش ایسا ہوتا''...... عمران نے کہا۔

''کاش میں جنوں کی نسل سے ہوتا۔ تب میں آپ کو بتاتا''۔ سلیمان نے کہا۔

''پھر کیا بتاتے تم''...... عمران نے بے اختیار پوچھا۔

''وہی''...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا جس انداز میں عمران نے جولیا اور تنویر کو زچ کیا تھا۔ سلیمان کے اس جواب پر وہ سب بے اختیار ہنسنے لگے۔

''ہاں واقعی۔ پھر وہی ہوتا جو اللہ کو منظور ہوتا''...... عمران نے

کہا۔ اسی لمحے جوزف کو ان سب نے چونکتے دیکھا۔ وہ پلٹ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''اب تمہیں کیا ہوا ہے''...... خاور نے اسے چونکتے دیکھ کر پوچھا۔

''اسے بھی وہی ہوا ہوگا اور کیا ہونا ہے''...... عمران نے کہا لیکن جوزف نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مسلسل پیچھے درختوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی تقلید میں سب ان درختوں کی طرف دیکھنے لگے مگر انہیں وہاں کچھ دکھائی نہ دیا۔

''کچھ بتاؤ گے یا یونہی احمقوں کی طرح اس طرف دیکھتے رہو گے''...... عمران نے کہا۔ اسی لمحے جوزف بھڑک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''کالاگا۔ اس طرف کالاگا ہیں''...... جوزف نے فوراً اپنے پہلو میں لگے ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

''کالاگا۔ اب یہ کالاگا کس مصیبت کا نام ہے''...... خاور نے کہا۔ اسی لمحے اچانک انہوں نے درختوں کے پیچھے سے سیاہ رنگ کے ایک چیتے کو اچھل کر باہر آتے ہوئے دیکھا۔ سیاہ چیتا بے حد بڑا اور انتہائی طاقتور نظر آ رہا تھا۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں جو سرخ تھیں۔ چیتے کو دیکھتے ہی وہ سب بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سب نے اپنا اسلحہ نکال لیا۔

''دیکھ کیا رہے ہو گولی مارو اسے''...... تنویر نے تیز لہجے میں کہا۔

''یہ اکیلا نہیں ہے''...... جوزف نے کہا اور وہ چونک اٹھے۔

''اکیلا نہیں ہے۔ کیا مطلب''...... نعمانی نے کہا۔

''اس کے ساتھ اور کالاگے بھی ہیں۔ دس بارہ کالاگے ہیں''...... جوزف نے کہا۔ اسی لمحے چیتے نے منہ اٹھا کر زور سے دہاڑ ماری، اس کے جواب میں درختوں کے پیچھے سے انہیں ایسی ہی مزید کئی دہاڑیں سنائی دیں اور پھر ان سب نے درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے سے سیاہ رنگ کے بے شمار چیتوں کو نکلتے دیکھا۔ ان سیاہ چیتوں کی تعداد جوزف کی بتائی ہوئی تعداد سے زیادہ تھی۔ وہ بیس چیتے تھے جنہیں جوزف کالاگے کہہ رہا تھا۔ ابھی وہ ان گھنی جھاڑیوں کے پیچھے چیتوں کو دیکھ ہی رہے تھے کہ درختوں میں سے چھلانگیں مارتے ہوئے مزید دس چیتے وہاں آ گئے۔ چیتوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر وہ سب ساکت رہ گئے۔

چیتے درختوں کے پاس رکے ہوئے تھے۔ ان کی نظریں عمران اور اس کے ساتھیوں پر ہی جمی ہوئی تھیں اور وہ خوفناک انداز میں دہاڑیں مار رہے تھے۔ پھر اچانک چیتے دہاڑتے ہوئے اور نہایت تیزی سے بھاگتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔ دوسرے لمحے ماحول ان سب کی تیز چیخوں اور فائرنگ کی آوازوں سے گونج اٹھا۔

طارق کے کہنے پر وہ سب مشین گنیں اور بیگوں میں بھرا اسلحہ لے کر باہر آ گئے۔ کرنل فریدی بھی ان کے ساتھ تھا۔ طارق نے انہیں کسی فوجی بریگیڈ کی طرح ہدایات دینا شروع کر دیں اور وہ سب تیزی سے دائیں بائیں بھاگتے چلے گئے۔ کوئی درختوں پر چڑھ گیا کوئی وہاں موجود چٹانوں کے پیچھے چھپ گیا اور کسی نے جھونپڑی کے دائیں بائیں پوزیشن سنبھال لی۔ اب انہیں میدان میں وحشیوں کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ تیز بارش میں وہ سب بری طرح سے چیختے چلاتے اور بھاگتے ہوئے اس طرف آ رہے تھے۔

''تم بھی وحشیوں کا مقابلہ کرو گے''...... طارق نے پاس کھڑے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''ہاں۔ کیوں۔ میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں''...... کرنل فریدی

نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ کسی درخت یا چٹان کے پیچھے چلے جاؤ''...... طارق نے سر ہلا کر کہا۔

''اور آپ''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''میں یہیں رکوں گا''...... طارق نے کہا اور اس نے رائفل اٹھا کر اس پر لگی دوربین سے آنکھ لگا دی۔ دوربین ایڈجسٹ کر کے وہ سامنے سے آتے ہوئے وحشیوں کو دیکھنے لگا۔

''اوہ۔ جھک جاؤ۔ جلدی۔ زمین سے چپک جاؤ''...... اچانک طارق نے رائفل کی دوربین سے آنکھ ہٹا کر بری طرح سے چیختے ہوئے کہا اور فوراً نیچے گر کر زمین سے چپک گیا۔ کرنل فریدی بھی فوراً زمین پر گر گیا۔ اسی لمحے زائیں زائیں کی تیز آوازیں سنائی دیں اور ان کے اوپر سے بے شمار تیر گزر کر جھونپڑی کی چھت اور سامنے تختوں پر جا لگے۔ کئی تیر پیچھے درختوں کے تنوں پر بھی لگے تھے اور ان دونوں کے اردگرد زمین پر بھی چند تیر آ کر گرے تھے۔ وحشیوں نے انہیں شاید دور سے ہی جھونپڑی سے نکلتے دیکھ لیا تھا اس لئے انہوں نے ان کی طرف تیر چلانے شروع کر دیئے تھے۔ پہلی بوچھاڑ کے ساتھ تیروں کی دوسری بوچھاڑ آئی اور اس بار بے شمار تیر کرنل فریدی اور طارق کے اردگرد زمین میں آ کر دھنس گئے۔ کرنل فریدی کے ساتھی جو درختوں پر چڑھے ہوئے تھے فوراً کود کر نیچے آ گئے اور جھکے جھکے انداز میں اردگرد موجود دوسرے

درختوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ تیروں کی تیسری بوچھاڑ ہوئی۔ اس بار تیر ان درختوں کی طرف گئے تھے جہاں سے ان کے ساتھی کود کر نیچے آئے تھے۔ اسی لمحے انہیں عقب میں ایک تیز اور انتہائی دردناک چیخ سنائی دی۔ طارق نے پلٹ کر دیکھا تو اسے اپنا ایک ساتھی زمین پر گرا تڑپتا دکھائی دیا۔ اس کے سینے میں ایک تیر گڑھا ہوا تھا۔ وہ شاید اٹھ کر بھاگ رہا تھا اس لئے وحشیوں کے چلائے ہوئے تیر کا شکار بن گیا تھا۔ وہ چونکہ خاصے فاصلے پر تھا اس لئے طارق کو اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ تیر کا شکار کون بنا ہے۔

طارق نے زمین پر لیٹے لیٹے رائفل کی دوربین سے ایک بار پھر آنکھ لگائی اور میدان میں بھاگ کر آنے والے وحشیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے ٹریگر دبایا اور رائفل سے ایک شعلہ نکلا اور طارق نے دوربین سے ایک وحشی کو اچھل کر گرتے دیکھا۔ رائفل سے ہونے والا دھماکہ بے حد تیز تھا۔ جس سے جنگل تھرا اٹھا تھا۔ جنگل کے جانور بری طرح سے چیختے چلاتے ہوئے ادھر ادھر بھاگنے لگے اور درختوں پر موجود پرندے شور مچاتے ہوئے اڑ گئے۔ طارق نے ایک بار پھر ٹریگر دبایا دوسرے دھماکے سے ایک اور وحشی گرا لیکن اس کے باوجود وحشی رکے بغیر آگے بڑھے چلے آ رہے تھے۔

"جیسے ہی وہ مشین گنوں کی رینج میں آئیں گے میں تمہیں بتا دوں گا۔ تم فوراً ان پر فائرنگ کھول دینا"...... طارق نے تیز آواز

میں اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کی آنکھ مسلسل دوربین سے لگی ہوئی تھی۔ وحشی اسی طرح دوڑے چلے آ رہے تھے۔

طارق تاک تاک کر ان کے نشانے لینے لگا۔ اس کی ہر گولی پر جیسے کسی نہ کسی وحشی کا نام لکھا ہوا تھا۔ اپنے ساتھیوں کو ہلاک ہوتے دیکھ کر بھی ان وحشیوں نے رکنے کا نام نہیں لیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ نزدیک پہنچ گئے اور انہوں نے دور سے ہی اس طرف تیر چلانے اور نیزے پھینکنے شروع کر دیئے۔

"فائر"...... طارق نے چیختے ہوئے کہا اور جنگل یکلخت مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ اور انسانی چیخوں کی تیز آوازوں سے گونجنے لگا۔ وحشی دو سو فٹ کے فاصلے پر تھے اور وہ چونکہ جتھوں کی شکل میں بھاگے چلے آ رہے تھے اس لئے مشین گنوں کی گولیاں ان پر پڑیں اور بے شمار وحشی گرتے نظر آئے۔ مسلسل فائرنگ کی آوازیں سن کر اور اپنے ساتھیوں کو گرتے ہوئے دیکھ کر ان وحشیوں نے پھیل کر اور زگ زیگ انداز میں بھاگنا شروع کر دیا تھا جیسے وہ گولیوں کی بوچھاڑوں سے بچنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

طارق انہیں رائفل پر لگی نائٹ ٹیلی ویو سے دیکھ رہا تھا جبکہ اس کے ساتھی اندھا دھند فائرنگ کر رہے تھے۔ وہاں تاریکی بھی تھی اور وحشی بھی سیاہ فام تھے اس لئے طارق کے سوا ان وحشیوں کو کوئی نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ وہ سب وحشیوں کے بے ہنگم شور کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ میدان میں وحشیوں کی لاشیں گر رہی تھیں

لیکن ان وحشیوں کو جیسے اپنے ساتھیوں کے مرنے کی کوئی پرواہ بھی نہیں تھی وہ پاگلوں کی طرح چیختے چلاتے ہوئے دوڑتے آ رہے تھے جیسے اس طرف موجود تمام انسانوں کو ہلاک کرنے کا انہوں نے تہیہ کر رکھا ہو۔ وحشی میدان سے نکل کر چٹانیں پھلانگتے ہوئے جیسے ہی نزدیک آئے طارق نے رائفل وہیں چھوڑی اور جیب سے مشین پسٹل نکال کر تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اٹھو۔ وہ نزدیک آ گئے ہیں''...... طارق نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر تیز لہجے میں کہا۔ ساتھ ہی اس نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک راڈ بم نکالا اور اس کا اگلا سر جھک کر زمین پر مارا اور پھر اس نے اٹھ کر راڈ بم پوری قوت سے میدان کی طرف کھینچ مارا۔ راڈ بم اڑتا ہوا بھاگتے ہوئے وحشیوں کے پاس گرا۔ ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ آگ کا الاؤ سا بلند ہوا اور وحشیوں کے پرخچے اڑتے دکھائی دیئے۔ یہ دیکھ کر کرنل فریدی نے بھی جیب سے ہینڈ گرنیڈ نکالا اور اس کا سیفٹی پن ہٹا کر سامنے اچھال دیا۔ اس طرف چار وحشی نیزے لئے بھاگتے ہوئے آ رہے تھے۔ بم ان کے قریب گرا۔ دھماکہ ہوا اور ان کے ٹکڑے اڑتے چلے گئے۔ طارق نے اب مشین پسٹل نکال لیا تھا۔ سامنے آتے ہوئے اس نے دو وحشیوں پر فائرنگ کی اور تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ کرنل فریدی بھی جیسے طارق کی ہی تقلید کر رہا تھا۔ اس کی مشین گن نے بھی شعلے اگلے اور دائیں طرف سے چھلانگیں مارتے ہوئے آنے والے

وحشی اچھل اچھل کر گرتے چلے گئے۔ طارق نے ان پر ایک اور راڈ بم پھینکا اور پھر تو جنگل میں جیسے بموں کے دھماکوں اور گولیوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

وحشی حلق کے بل چیختے ہوئے میدان سے باہر آ گئے اور جھونپڑی کے اردگرد چھپے ہوئے افراد کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ وہ نیزوں اور کلہاڑیوں کو لہراتے ہوئے آ رہے تھے مگر مشین گنوں کی گولیوں اور بموں کے خوفناک دھماکوں سے وہاں لاشوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ میدان میں وحشیوں کو آتے دیکھ کر کیپٹن حمید سمیت سب درختوں اور چٹانوں کے پیچھے سے باہر آ گئے تھے۔ آسمان پر بار بار چمکنے والی روشنی بھی ان کے لئے معاون ثابت ہو رہی تھی۔ روشنی میں انہیں جس طرف وحشی دکھائی دیتے وہ بم پھینک کر اور گولیاں برسا کر ان کا خاتمہ کر دیتے تھے۔ ماحول انسانی چیخوں سے بری طرح سے گونج رہا تھا جس سے جنگل کا ماحول بے حد بھیانک اور دل دہلانے والا ہو گیا تھا۔

ان وحشیوں میں جیسے سوچ سمجھ کی کمی تھی یا پھر شاید اپنے ساتھیوں کو ہلاک ہوتے دیکھ کر وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے تھے۔ وہ پاگلوں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑنے کے لئے چھلانگیں لگا رہے تھے۔ مسلسل فائرنگ اور زبردست دھماکوں سے ان کے بیسیوں ساتھی مارے گئے تھے لیکن کسی طرح ان کا جوش وخروش ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ ان سب پر نیزے اور کلہاڑیاں

پھینکتے ہوئے دست بدست لڑنے کے انداز میں آگے آتے جا رہے تھے۔ سب میدان میں تھے جبکہ قاسم ایک گڑھے میں چھپ کر یوں دبکا ہوا تھا جیسے وہ اس لڑائی بھڑائی سے بچنا چاہتا ہو۔ اس نے اپنا سر جھاڑیوں میں چھپا رکھا تھا جیسے اگر وحشی وہاں آئے تو اسے نہیں دیکھ سکیں گے۔

وحشیوں کا جوش وخروش اور ان کا جارحانہ انداز دیکھ کر ان سب کو بھی جوش آ گیا تھا۔ وحشیوں کے کلہاڑوں اور نیزوں سے بچانے کے لئے وہ سب ادھر ادھر چھلانگیں بھی لگا رہے تھے اور زمین پر لوٹنیاں بھی۔ انہیں چھلانگیں اور لوٹنیاں لگاتے دیکھ کر وحشی تیزی سے ان کی طرف بڑھتے لیکن دوسری طرف سے آنے والے برسٹ سے وہ وہیں اچھل اچھل کر گر جاتے۔ ان وحشیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مشین گنوں کی فائرنگ اور بموں کے دھماکوں کے باوجود ان کے جوش وخروش میں کمی نہیں آئی تھی۔ چند ہی لمحوں میں وہ ان کے گرد پھیل گئے اور پھر ان کی وحشیوں سے دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ دست بدست لڑائی ان کی مشین گنوں کے میگزین خالی ہونے کی وجہ سے شروع ہوئی تھی۔ وہ وحشیوں کو نشانہ بناتے ہوئے بار بار میگزین بدل لیتے تھے تاکہ فائرنگ کے تسلسل میں کمی نہ آ سکے لیکن اب شاید میگزینوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا تھا اس لئے اب انہیں وحشیوں کا خالی ہاتھوں سامنا کرنا ہی پڑا تھا۔

دو وحشیوں نے کرنل فریدی کو نیزے مارنے کی کوششیں شروع

کر دیں وہ اچھل اچھل کر کرنل فریدی پر نیزوں سے وار کر رہے تھے اور کرنل فریدی ان کے نیزوں سے بچنے کے لئے ادھر ادھر چھلانگیں لگا رہا تھا۔ اسی طرح وحشیوں نے ان سب کو گھیرے میں لے لیا تھا اور وہ ان سب پر نہایت غصیلے انداز میں حملے کرنا شروع ہو گئے تھے۔

ایک وحشی جیسے ہی کرنل فریدی کو نیزہ مارنے کے لئے آگے بڑھا کرنل فریدی یکلخت اچھلا اور اس نے ہوا میں قلابازی کھاتے ہوئے دونوں ٹانگیں جوڑ کر اس وحشی کے سینے پر ماریں۔ وحشی بری طرح سے چیختا ہوا دور جا گرا۔ اس کے ہاتھ سے نیزہ نکل گیا تھا۔ اسے ہوا میں دیکھ کر دوسرے وحشی نے نیزہ گھمایا مگر کرنل فریدی نے فوراً اپنا جسم پلٹایا اور اس وحشی کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسری طرف آ گیا۔ اس سے پہلے کہ وحشی اس کی طرف پلٹتا کرنل فریدی بجلی کی سی تیزی سے مڑا۔ اس نے وحشی کے دونوں پہلوؤں میں ہاتھ ڈالا اور وحشی ہوا میں بلند ہو کر بری طرح سے چیختا ہوا دور جا گرا۔ پہلے وحشی نے اٹھ کر کرنل فریدی پر چھلانگ لگائی مگر کرنل فریدی ہوشیار تھا۔ وحشی اڑتا ہوا جیسے ہی اس کے نزدیک آیا کرنل فریدی اچھلا اور ہوا میں بری طرح سے ہاتھ پیر مارتا ہوا وحشی دور جا گرا۔ کرنل فریدی نے جھک کر ایک وحشی کا گرا ہوا نیزہ اٹھایا۔ اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دوسرا وحشی جو اس پر نیزہ مارنے کے لئے پر تول رہا تھا حلق کے بل چیختا ہوا گر گیا۔

کرنل فریدی کا پھینکا ہوا نیزہ اس کے سینے میں جا گھسا تھا جو اس کی کمر سے نکل گیا تھا۔ وہ چند لمحے تڑپتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا۔

کرنل فریدی اسے نیزہ مار کر ابھی سیدھا ہوا ہی تھا کہ اچانک ایک طرف سے ایک تیر اڑتا ہوا آیا اور اس کے دائیں کندھے میں گھس گیا۔ درد کی ایک شدید لہر کرنل فریدی کو محسوس ہوئی اور وہ جھٹکا کھا کر کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اسی لمحے ایک اور تیر آیا اور کرنل فریدی کی بائیں ران میں آ گھسا۔ ایک وحشی سامنے جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا وہ جھاڑیوں میں چھپ کر تیر برسا رہا تھا۔ ٹانگ میں تیر لگنے سے کرنل فریدی لڑکھڑایا ضرور تھا لیکن گرا نہیں تھا۔ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک شکاری چاقو نکالا اور اسے کھول کر لڑکھڑاتے قدموں سے ان جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا جہاں ایک سے زائد وحشی چھپے ہوئے تھے۔ اسی لمحے کرنل فریدی نے طارق کی تیز اور انتہائی دردناک چیخ سنی۔ طارق اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھا اور خالی ہاتھوں تین وحشیوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ ان وحشیوں کے ہاتھوں میں خنجر تھے۔ ادھیڑ عمر ہونے کے باوجود طارق ان کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کر رہا تھا لیکن پھر شاید کسی نے اسے بھی تیر مار دیا تھا۔ کرنل فریدی کو اندھیرے کے باوجود اس کی کمر میں گڑا ہوا تیر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کرنل فریدی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ طارق پر بھی انہی جھاڑیوں سے تیر چلایا گیا تھا۔ وہ غصے سے آگے بڑھا اسی لمحے ایک اور تیر آیا اور کرنل فریدی

کے عین سینے میں آ کر گھس گیا۔ کرنل فریدی کو اپنے جسم میں آگ سی ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی اس بار وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا تھا۔ شدید تکلیف سے اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ایک اور تیر اس کے دوسرے کاندھے میں آ لگا، اس بار کرنل فریدی کو زور دار جھٹکا لگا اور وہ الٹ کر گر گیا۔

پھر اچانک مختلف اطراف سے تیر برسنے لگے۔ وحشی اپنے ساتھیوں کی ہلاکت دیکھ کر جھاڑیوں اور درختوں میں جا چھپے تھے اور انہوں نے تاک تاک کر انہیں نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ کیپٹن حمید کو بھی چار تیر لگ گئے تھے اور وہ زمین پر گرا بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔ وقفے وقفے سے ماحول میں کرنل فریدی کے ساتھیوں کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ کرنل فریدی بار بار اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ اسے تین تیر لگے تھے جس کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ اپنے ساتھیوں کی دردناک چیخیں سن کر اس کا دماغ سن ہوتا جا رہا تھا لیکن وہ چاقو لئے گھسٹنے والے انداز میں ان جھاڑیوں کی طرف بڑھا جا رہا تھا جیسے وہ ہر حال میں ان وحشیوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہو جو جھاڑیوں میں چھپے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر تیر برسا رہے تھے۔ لیکن وہ زیادہ دیر نہیں گھسٹ سکا تھا کیونکہ ایک تو اس کی ہمت جواب دے گئی تھی اور دوسرے اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرے کی یلغار ہو رہی تھی۔

ان سب نے بے شمار وحشیوں کو بموں سے ہلاک کر دیا تھا۔ اب وہاں گنے چنے وحشی ہی باقی رہ گئے تھے جو ان پر حاوی ہوتے جا رہے تھے اور پھر کرنل فریدی نے آخری چیخ روزا کی سنی۔ اسے بھی شاید تیر مارا گیا تھا۔ روزا کی چیخ سن کر کرنل فریدی کی حالت بھی انتہائی دگرگوں ہوگئی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرے کی یلغار ہو رہی تھی۔ وہ سر جھٹک جھٹک کر اندھیرا دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر اچانک کرنل فریدی نے بند ہوتی ہوئی آنکھوں سے ایک لمبے تڑنگے سائے کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ اس سائے کے ہاتھ میں ایک بڑا اور بھاری ڈنڈا تھا۔ سایہ آگے آیا اور کرنل فریدی کو اس کا ڈنڈا حرکت کرتا دکھائی دیا۔ دوسرے لمحے کرنل فریدی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا سر زور دار دھماکے سے پھٹ گیا ہو اور پھر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئی تھیں۔

چیتے جیسے ہی چھلانگیں لگا کر ان کی طرف لپکے عمران اور اس کے ساتھیوں نے فوراً ان پر فائرنگ کر دی۔ تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ پانچ چیتے وہیں گر پڑے جبکہ ایک چیتا لمبی چھلانگیں لگا کر اڑتا ہوا جوزف سے آ ٹکرایا جس سے جوزف غضبناک انداز میں چیخا اور اس نے اس چیتے پر فائرنگ کرنے کی بجائے اچھل کر اس کے سر پر ٹانگ مار دی۔ چیتا دہاڑتا ہوا دوسری طرف گرا۔ اس نے اچھل کر پھر جوزف پر جھپٹنا چاہا لیکن ساتھ کھڑے چوہان کے مشین پسٹل سے شعلے نکلے اور چیتا بری طرح سے تڑپنے لگا۔ اسی لمحے ایک اور چیتے نے چوہان پر چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے کہ چوہان اس پر فائرنگ کرتا چیتا پوری قوت سے اس سے آ ٹکرایا اور چوہان اچھل کر نیچے گرا۔ اس کے ہاتھ سے مشین پسٹل نکل کر دور جا گرا تھا۔ چیتا غراتا ہوا اس پر جھپٹا ہی

تھا کہ جوزف نے اس کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ چیتے سے توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح ٹکرایا اور چیتا اڑتا ہوا دور جا گرا۔ اسی طرف عمران تھا۔ چیتا گرتے ہی سیدھا ہوا اور اس نے جھپٹ کر عمران کی ٹانگوں پر منہ مارنا چاہا لیکن عمران اچھلا اس نے قلابازی کھاتے ہوئے اپنے نیچے موجود چیتے پر فائرنگ کر دی۔ گولیاں چیتے کے سر پر پڑیں اور چیتا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عمران قلابازی کھا کر ٹھیک اس چیتے پر گرا اور پھر اچھل کر ایک طرف ہو گیا لیکن پھر اسے فوراً ہی ایک طرف جھکنا پڑ گیا۔ ایک اور چیتا اس کے نزدیک آ گیا تھا۔ اس نے عمران کے پہلو میں پنجے مارنے کی کوشش کی تھی عمران کے جھکنے کی وجہ سے چیتے کا پنجہ ہوا میں لہرا گیا۔ اس نے گھوم کر اچھلتے ہوئے عمران پر چھلانگ لگائی ہی تھی کہ عمران کی ٹانگ گھومی اور چیتا الٹ کر گرتا چلا گیا۔ عمران نے فوراً مشین پسٹل سے اس کے سر پر فائرنگ کر دی۔

چیتوں کی تعداد زیادہ تھی اور وہ انتہائی پھرتیلے اور تیز تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کی فائرنگ کے باوجود وہ چھلانگیں لگا کر ان کے نزدیک آ گئے تھے اور ان چیتوں کے تیز دانتوں اور نوکیلے پنجوں سے بچنے کے لئے ادھر ادھر چھلانگیں مار رہے تھے۔ چیتے غراتے ہوئے اور دہاڑتے ہوئے ان پر جھپٹ رہے تھے لیکن ان سب کی بھی پھرتی قابل دید تھی۔ خونخوار اور انتہائی تیز رفتاری سے حملہ کرنے کے باوجود چیتے ان پر حاوی نہیں ہو سکے تھے۔ وہ سب

ادھر ادھر چھلانگیں لگاتے ہوئے اور زمین پر گرتے ہوئے چیتوں پر فائرنگ کر رہے تھے۔ چوہان پر جس چیتے نے حملہ کیا تھا اسے جوزف نے مار کر دور پھینک دیا تھا اور وہ عمران کی فائرنگ سے ہلاک ہو گیا تھا اس لئے چوہان فوراً اٹھا اس نے اپنا گرا ہوا مشین پسٹل اٹھایا اور اس نے سامنے سے آتے ہوئے دو چیتوں پر فائرنگ کر کے انہیں وہیں ڈھیر کر دیا۔

ادھر چار چیتوں نے ایک بار پھر جوزف کو گھیر لیا تھا اور وہ اس قدر خوفناک انداز میں جوزف پر جھپٹ رہے تھے کہ جوزف کو ان پر فائرنگ کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ وہ ادھر ادھر چھلانگیں مار رہا تھا۔ پھر ایک چیتے کا پنجہ جوزف کے مشین پسٹل پر پڑا اور اس کے ہاتھ سے مشین پسٹل نکل کر دور جا گرا۔ اسی لمحے ایک چیتے نے اچھل کر جوزف کی کمر پر چھلانگ لگائی۔ وہ جوزف کی کمر سے ٹکرایا اور جوزف زور دار جھٹکا کھا کر آگے کی طرف جھکتا چلا گیا۔ چیتا جوزف کی کمر سے چپکا ہوا تھا۔ اس نے جوزف کی گردن میں دانت گاڑنے کی کوشش کی مگر جوزف نے جھک کر اپنا جسم آگے کی طرف جھٹکا تو چیتا اس کی کمر سے پلٹ کر اُڑتا ہوا سامنے موجود دوسرے چیتے سے ٹکرا گیا اور وہ دونوں آپس میں الجھ کر گر پڑے۔ تیسرے چیتے نے جوزف کی ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی۔ جوزف نے اس کے منہ پر زور دار ٹھوکر مار کر الٹا دیا جبکہ چوتھا چیتا اچھل کر جوزف کے پہلو سے ٹکرایا اور جوزف سنبھلتے سنبھلتے دوسرے پہلو

میں گر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ چیتا اچھل کر اس پر سوار ہوتا جوزف بھڑک کر اٹھا اور اس نے اچھل کر اپنی طرف آتے ہوئے چیتے کی گردن پر مکا مار دیا۔ چیتا دہاڑتا ہوا دوسری طرف گرا اور پھر چاروں چیتے اٹھ کر اس سے پہلے کہ جوزف پر حملہ کرتے جوزف اٹھ کر فوراً کئی قدم پیچھے ہٹ آیا۔ جیسے ہی وہ پیچھے ہٹا ایک چیتے نے اٹھتے ہوئے اس پر چھلانگ لگا دی لیکن اب جوزف سنبھل چکا تھا۔ چیتے کو چھلانگ لگاتے دیکھ کر جوزف نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تھے۔ چیتا اڑتا ہوا اس کے قریب آیا تو جوزف کے ہاتھ تیزی سے حرکت میں آئے دوسرے لمحے چیتے کی گردن اس کے ہاتھوں میں تھی۔ اس سے پہلے کہ چیتا پنجے مار کر اس کے ہاتھ زخمی کرتا جوزف دونوں پیروں پر بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ساتھ ہی چیتا بھی گھوم گیا۔ جوزف نے یکلخت چیتے کو چھوڑ دیا۔ تیز رفتاری سے گھومتا ہوا چیتا اس کے ہاتھوں سے نکلا اور اس طرف موجود ایک درخت سے جا ٹکرایا۔ درخت سے ٹکراتے ہی وہ دھب سے گرا اور بری طرح سے تڑپنا شروع ہو گیا۔ اس چیتے کو پھینکتے ہی جوزف فوراً الٹی قلابازی کھا گیا کیونکہ باقی تین چیتوں نے ایک ساتھ اس پر حملہ کر دیا تھا۔ الٹی قلابازی کھا کر جوزف کے پیر جیسے ہی زمین سے لگے اس نے ایک بار پھر دائیں طرف چھلانگ لگا دی۔ اس کے چھلانگ لگاتے ہی تینوں چیتے ٹھیک اس جگہ آ گرے جہاں ایک لمحہ قبل جوزف موجود تھا۔ جوزف نے دائیں طرف چھلانگ لگاتے ہی زمین پر پڑا ہوا بانس اٹھا لیا۔ بانس کی قلم بنی ہوئی تھی۔ بانس اٹھاتے ہی جوزف بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اس نے بانس کی قلم پوری قوت سے ایک چیتے کے پہلو میں نیزے کی طرح مار دی پھر جوزف نے بانس کھینچا اور پیروں پر کسی لٹو کی طرح گھومتا ہوا مڑا اور اس کے ہاتھ میں موجود بانس کی قلم دوسرے چیتے کے سر میں گھستی چلی گئی۔ چیتے کے سر میں سے قلم گھس کر اس کی گردن سے نکل آئی تھی اور چیتا بانس میں پھنسا بری طرح سے تڑپنے لگا۔ جوزف اپنی پھرتی، تیزی رفتاری اور مہارت سے تین چیتوں کو ہلاک کر چکا تھا۔ اب اس کے سامنے ایک چیتا تھا جو اپنے تین ساتھیوں کو ہلاک ہوتے دیکھ کر رک گیا تھا اور جوزف کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا غرا رہا تھا اور وہ زمین پر نہایت غصیلے انداز میں پنجے مار رہا تھا۔

”آؤ۔ آؤ۔ تمہیں میں اپنے ہاتھوں سے ماروں گا“...... جوزف نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے نہایت غصیلے لہجے میں کہا۔ چیتے نے جیسے اس کی بات سمجھ لی ہو۔ وہ منہ اٹھا کر خوفناک انداز میں دہاڑا اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر ایک بار پھر جوزف پر چھلانگ لگا دی۔ ادھر چیتا اچھلا ادھر جوزف نے بھی چھلانگ لگا دی۔ ہوا میں بلند ہوتے ہوئے جوزف نے اپنا جسم سمیٹا اور قلابازی کھا گیا۔ پھر چیتا جیسے ہی اس کے قریب آیا اس کی سمٹی ہوئی ٹانگیں سپرنگوں کی طرح کھل کر چیتے کے سر سے

ٹکرائیں اور چیتا ہوا میں پلٹتا ہوا دور جا گرا۔ جوزف نے ہوا میں ایک بار پھر قلابازی لگائی اور زمین پر آ گیا۔ چیتا زمین پر گرا بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔ جوزف کی پیروں کی ضربیں اس کی آنکھوں پر پڑی تھیں۔ چیتا شاید اندھا ہو گیا تھا۔ وہ بار بار اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر جوزف مست ہاتھیوں کی چال چلتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے تڑپتے ہوئے چیتے کو گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اوپر اٹھا لیا۔ چیتے نے آخری چارہ کار کے طور پر اس کے سر پر پنجے مارنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے جوزف نے اسے پوری قوت سے ٹھوس زمین پر پٹخ دیا۔ چیتے کی کئی ہڈیاں ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ بری طرح سے تڑپنے لگا۔ یہ دیکھ کر جوزف نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا۔ دوسرے ہی لمحے کڑک کی زور دار آواز کے ساتھ چیتے کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ جوزف نے پیر کے زور دار جھٹکے سے اس کی گردن توڑ دی تھی۔ چیتا ایک لمحے کے لئے زور سے پھڑکا اور پھر ساکت ہو گیا۔

ادھر عمران اور اس کے ساتھی بھی چیتوں سے بدستور نبرد آزما تھے۔ چیتے دھاڑتے ہوئے ان پر نہایت خونخوار انداز میں جھپٹ رہے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے نوکیلی قلموں والے بانس اٹھا لئے تھے جس سے وہ جم کر ان چیتوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور چیتے لہولہان ہو رہے تھے۔ تیس چیتوں میں سے اب ان کے مقابلے پر صرف دو چیتے باقی تھے جو زخمی ہونے کے باوجود ان پر

نہایت خوفناک حملے کر رہے تھے۔ عمران کے ہاتھوں میں دو بانس تھے۔ وہ بانسوں کو پنکھوں کی طرح گردش دیتے ہوئے چیتوں کو اپنے ساتھیوں سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چیتے دھاڑتے ہوئے جیسے ہی اس کے ساتھیوں سے قدرے دور ہوئے عمران نے اونچی چھلانگ لگائی اور بانسوں کے درمیان قلابازی کھاتا ہوا چیتوں کے عین اوپر آ گیا۔ چیتوں نے اوپر سر اٹھایا ہی تھا کہ عمران بانسوں سمیت ان پر گرا۔ ایک بانس کی قلم ایک چیتے کی کمر میں گھس گئی جبکہ دوسرا بانس چیتے کے کھلے ہوئے منہ سے گزر کر اس کے حلق میں اتر گیا تھا۔

چیتوں کو بانس کی قلمیں مارتے ہی عمران گھومتا ہوا پیروں کے بل زمین پر آ گیا اور پلٹ کر تڑپتے ہوئے چیتوں کو دیکھنے لگا۔ دونوں آخری چیتوں کو عمران کے ہاتھوں ہلاک ہوتے دیکھ کر ان سب کے چہروں پر سکون آ گیا۔ ان سب نے سیاہ چیتوں کے ساتھ زبردست اور خوفناک لڑائی لڑی تھی۔ ان سب کے جسموں پر ہارڈ بلاکس تھے اس لئے وہ ان چیتوں سے زخمی ہونے سے بچ گئے تھے لیکن ان چیتوں سے لڑتے ہوئے وہ بری طرح سے تھک گئے تھے۔ ایک ساتھ تیس چیتوں سے لڑتے ہوئے ان کی حالت واقعی خراب ہو گئی تھی۔ ان کے لباس جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے۔ اگر ان کے جسموں پر ہارڈ بلاکس نہ ہوتے تو پھٹے ہوئے لباسوں کے ساتھ ان کے جسم بھی زخموں سے بھرے ہوئے ہوتے۔ ان کے

لباس ظاہر ہے چیتوں کے تیز پنجوں کے حملوں سے پھٹے تھے۔ اب ہر طرف ان چیتوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ چیتوں کی اس لڑائی میں سلیمان نے بھی بھرپور حصہ لیا تھا۔ اس نے زیادہ تر چیتوں کو مشین پسٹل کی فائرنگ سے ہلاک کیا تھا اور پھر موقع ملتے ہی تیزی سے ایک درخت پر چڑھ گیا تھا اور چیتوں کو اوپر سے ہی نشانہ بنانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ درخت کے اوپر سے وہ پھرتیلے اور طاقتور چیتوں کو مشکل سے ہی نشانہ بنا رہا تھا کیونکہ چیتے عمران اور اس کے ساتھیوں پر جھپٹ رہے تھے اور سلیمان کی چلائی ہوئی گولیاں انہیں بھی لگ سکتی تھیں اور پھر سلیمان اس وقت خاموش ہو کر بیٹھ گیا جب اس کے مشین پسٹل کا میگزین خالی ہو گیا تھا۔

اس کے پاس فالتو میگزین نہیں تھا اور اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ نیچے جا کر خالی ہاتھوں یا نوکیلے بانسوں سے ان چیتوں کا مقابلہ کر سکے اس لئے وہ درخت پر بیٹھ کر ہی خوف بھری نظروں سے عمران، جوزف اور باقی ساتھیوں اور چیتوں کی لڑائی دیکھ رہا تھا۔ جب عمران نے آخری دونوں چیتوں کو ہلاک کیا تو اس کی جان میں جیسے جان آ گئی اور وہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں درخت سے اتر کر نیچے آ گیا۔

''ہونہہ۔ بڑے آئے تھے ہم پر حملہ کرنے کے لئے۔ انہیں شاید معلوم ہی نہیں تھا کہ میں بھی یہاں ہوں ورنہ یہ اس طرف کبھی نہ آتے''...... سلیمان نے بڑے اکڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ تمہارا نام سن کر چیتے تو کیا شیر اور گوریلے بھی دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔ ایک تم ہی تو رہ گئے ہو جنگل کے ٹارزن''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹارزن۔ ہونہہ۔ ٹارزن میرے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اکیلا دو یا زیادہ سے زیادہ چار شیروں اور چیتوں سے لڑ سکتا ہے۔ میں نے تو گن کر یہاں تیس چیتے مارے ہیں''...... سلیمان نے اسی انداز میں کہا اور وہ سب مسکرا دیئے۔

''واقعی ہم تو ڈر کے مارے درختوں پر چڑھ گئے تھے۔ ان چیتوں کو دیکھ کر ہمارے پسینے چھوٹ گئے تھے۔ ہم میں صرف یہ سلیمان ہی تھا جو ان چیتوں سے ذرا بھی نہیں گھبرایا تھا اور یہ ٹارزن کا باپ بن کر اکیلا ہی ان کے مقابلے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ اس نے ہی ان تمام چیتوں کو ہلاک کیا ہے۔ یہی تو ہے اصلی تیس مار خان''...... عمران نے زور زور سے سر ہلاتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

''سارے چیتوں کو تو نہیں چار چیتے تو مارے ہیں میں نے''...... سلیمان نے کہا۔

''چار چیتوں کو مارنے سے تیس مار خان کا خطاب نہیں ملتا''...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں ملتا تو نہ ملے۔ مجھے تیس مار خان بننے کا کوئی شوق نہیں ہے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

"اسے بس چار مار خان بننے کا ہی شوق ہے اسی لئے اس نے صرف چار چیتے ہلاک کئے تھے"...... عمران نے کہا اور وہ سب ہنسنے لگے۔

"خاصی تعداد تھی ان چیتوں کی اگر ہمارے جسموں پر ہارڈ بلاکس نہ ہوتے تو یہ ہمیں ادھیڑ ہی دیتے"...... چوہان نے کہا۔

"ادھیڑ دیتے تو کیا ہوتا۔ میں سوئی دھاگہ ساتھ لایا ہوں۔ تم سب کو دوبارہ سی کر کھڑا کر دیتا"...... عمران نے کہا اور ان کی ہنسی تیز ہوگئی۔

"لیکن چیتوں کی اتنی بڑی تعداد یہاں کیسے آ گئی تھی"...... نعمانی نے کہا۔

"شاید یہ گروہ کی شکل میں یہاں گھوم رہے تھے اور انہیں ہماری بو مل گئی تھی"...... خاور نے کہا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان چیتوں کو اس شیطانی ذریت ساگندی نے بھیجا ہو جس کا نام ہابیلا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"نہیں۔ ہابیلا نے ہم پر شاتاری جادو کا وار کیا تھا اسے گزرے ہوئے ایک رات بھی نہیں ہوئی۔ ہابیلا ایسی حالت میں نہیں ہے کہ وہ ہم پر نیا وار کر سکے"...... جوزف نے کہا۔

"تو کیا یہ چیتے خود یہاں آئے تھے"...... جولیا نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ کالاگا نسل کے چیتے ہیں۔ انہیں انسانی بو جلد مل جاتی ہے اور یہ جب بھی حملہ کرتے ہیں اسی طرح گروہوں کی شکل میں آتے ہیں۔ بعض اوقات تو ان کالاگوں کی تعداد سینکڑوں میں ہوتی ہے"...... جوزف نے کہا۔

"چند انسانوں کے لئے بھی یہ گروہ میں آتے ہیں"...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"چند افراد تو کیا انہیں کسی ایک انسان کی بھی بو مل جائے تو یہ اسی طرح اکٹھے آ کر اس انسان پر پل پڑتے ہیں اور لمحوں میں اس انسان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں چاہے ان کے حصے میں انسانی گوشت کا ایک ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ آئے"...... جوزف نے کہا۔

"بڑے بزدل ہیں۔ ایک انسان کو ہلاک کرنے کے لئے اتنے سارے چیتے حملہ کرنے پہنچ جاتے ہیں۔ یہ تو ناانصافی ہے سراسر ناانصافی"...... سلیمان نے کہا۔

"تو تم ان جنگلوں میں بسیرا کر لو۔ ان جنگلوں میں رہ کر ان درندوں کو انصاف کا درس بھی دو اور ان کے لئے قانون بھی نافذ کر دو تا کہ ایک انسان کو ہلاک کر کے اسے کھانے کے لئے صرف ایک کالاگا ہی آئے گا باقی سب اس کالاگے کا منہ تکتے رہیں"...... عمران نے کہا۔

"پہلے آپ ایسا کر کے دیکھ لیں۔ اگر ان درندوں نے آپ کی بات نہ مانی تو میں آگے جاؤں گا"...... سلیمان نے ترقی بہ ترقی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے ٹارزن بننے کا شوق نہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو مجھے کون سا ہے"...... سلیمان نے اس انداز میں کہا کہ وہ سب ایک بار پھر مسکرا دیئے۔

"باس ہمیں یہاں سے جانا پڑے گا"...... جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں۔ کیا اور چیتے آنے کا خدشہ ہے"...... عمران کی بجائے جولیا نے پوچھا۔

"ہوسکتا ہے۔ کالاگا نسل کے چیتوں کا گوشت نرم اور لذیز ہوتا ہے۔ ہرنوں اور نیل گایوں جیسا۔ جسے کھانے کے لئے درندے اور گدھ اس طرف آ سکتے ہیں۔ ان درندوں میں کالاگے بھی اپنے مرے ہوئے ساتھیوں کا گوشت کھاتے ہیں"...... جوزف نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ چلو سامان اٹھاؤ اپنا اپنا"...... عمران نے کہا اور وہ سب سر ہلا کر مڑے اور انہوں نے گرے ہوئے مشین پسٹل اور اپنا دوسرا سامان اٹھانا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سب اپنے بیگ کاندھوں پر لادے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ مشین پسٹلز کے ساتھ نوکیلے قلموں والے بانس بھی ان کے ہاتھوں میں تھے۔

ابھی وہاں موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ لیکن کالاگوں کا گوشت کھانے کے لئے دوسرے جانور وہاں آ سکتے تھے اس لئے وہ وہاں نہیں رکنا چاہتے تھے۔ وہ گھنے درختوں کے نیچے سے گزرتے

ہوئے آگے جا رہے تھے تاکہ بارش میں کم سے کم بھیگ سکیں۔ آگ سے ان کے لباس سوکھ تو گئے تھے لیکن اتنے نہیں کہ وہ انہیں مکمل سوکھا ہوا کہہ سکیں۔ ہلکے گیلے لباسوں میں بھی تیز ہواؤں کی وجہ سے انہیں سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ مسلسل چلے جا رہے تھے۔ چلتے ہوئے ان کے جسموں کا درجہ حرارت ان کے لئے سود مند ثابت ہو رہا تھا۔ جوزف انہیں جن راستوں سے لے کر جا رہا تھا وہاں تقریباً گھنے درخت تھے جن کی وجہ سے وہ مزید بھیگنے سے بچ گئے تھے۔

راستے میں چھوٹی بڑی پہاڑیاں بھی تھیں اور دلدلیں بھی۔ ان سب نے چونکہ نائٹ ویو لینز لگا رکھے تھے اس لئے وہ آسانی سے ان کھائیوں کو دیکھ سکتے تھے اس لئے وہ کھائیوں کے کناروں کناروں سے گزر رہے تھے۔ بارش کی وجہ سے وہاں خاصی پھسلن تھی لیکن نوکیلے بانس ان کے بے حد کام آ رہے تھے جنہیں وہ زمین میں دھنسا دھنسا کر چل رہے تھے۔

مسلسل اور کافی دیر تک چلنے کے بعد وہ سب ایک پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے۔ اس پہاڑی پر انہیں جگہ جگہ بندر دکھائی دیئے ان بندروں کی موجودگی سے انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے ارد گرد کوئی خطرناک درندہ نہیں ہے کیونکہ جہاں درندے ہوتے تھے وہاں بندر کبھی ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ اچھل کود کے ساتھ وہ درندوں کو دیکھ کر بری طرح سے چیخنا چلانا شروع کر دیتے تھے۔

پہاڑی کے پاس بڑے اور تناور درخت تھے جن کی شاخیں بڑی اور موٹی موٹی تھیں۔ وہ چونکہ مسلسل چل چل کر تھک چکے تھے اس لئے انہوں نے رات کا بقیہ حصہ ان درختوں پر ہی گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ درخت اوپر سے چھتریوں کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ان درختوں پر چڑھنے کے باوجود گھنے پتوں میں بارش سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ وہ سب ایک ایک کر کے دائیں بائیں موجود درختوں پر چڑھ گئے۔ جوزف کے کہنے کے مطابق یہ افریقی جنگلوں کے تراکو نامی درخت تھے۔ ان درختوں سے دن رات ایسی خوشبو پھوٹتی رہتی تھی جو حشرات الارض اور ان بندروں کے لئے بے حد ناگوار ہوتی تھی اس لئے بندر، سانپ اور دوسرے حشرات الارض ان درختوں سے دور ہی رہتے تھے۔ ویسے بھی ہارڈ بلاکس کی وجہ سے انہیں سانپوں اور دوسرے زہریلے کیڑے مکوڑوں کا کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے وہ سب اطمینان سے درختوں پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ رات بھر گھن گرج کے ساتھ تیز بارش ہوتی رہی جس کا سلسلہ دن نکلنے پر بھی نہیں رکا تھا۔ بارش سے جنگل میں جل تھل ہو رہا تھا مگر وہ سب رات بھر سکون سے درختوں پر سوئے رہے۔

صبح سب سے پہلے جوزف کی آنکھ کھلی۔ سب کو سوتا دیکھ کر وہ درخت سے اترا اور پہاڑی پر چڑھ کر دوسری طرف چلا گیا۔ دو گھنٹوں کے بعد جب وہ واپس آیا تو عمران سمیت سب جاگ چکے تھے۔ جوزف کے کاندھوں پر پکے ہوئے کیلوں کے دو بڑے

بڑے لونگر تھے اور اس نے جھولی میں بھی بے شمار پھل اٹھا رکھے تھے۔

”تم صبح صبح مٹر گشت کے لئے کہاں چلے گئے تھے“...... عمران نے قریب آنے پر اس سے پوچھا۔

”آپ سب کے لئے ناشتے کا انتظام کرنے کے لئے گیا تھا۔ جو مل سکا ہے لے آیا ہوں باس“...... جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ کیا ہم ان کیلوں اور عام پھلوں کا ناشتہ کریں گے“...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

”اب تمہارے لئے ان جنگلوں میں حریرے، مغز بادام، مربے اور اصلی گھی ملنے سے تو رہا اس لئے جو مل رہا ہے اسی پر قناعت کرو“...... عمران نے کہا۔

”لیکن یہ جنگلی پھل ہیں۔ اگر یہ زہریلے ہوئے تو“...... سلیمان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”تو کیا ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ تم یہ زہریلے پھل کھا کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ بے فکر رہو۔ ہم سب یہاں باقاعدہ تمہارے کفن دفن کا بھی انتظام کریں گے اور تمہارے لئے یہاں ایک قبر بھی بنا دیں گے۔ ہم میں سے کوئی فاتحہ پڑھنے کے لئے آئے نہ آئے سانپ، بچھو اور جنگلی جانور حاضری دینے کے لئے ضرور آیا کریں گے“...... عمران نے کہا اور وہ سب ہنسنے لگے۔

"تو کیا آپ مجھے یہاں ہلاک ہونے کے لئے لائے ہیں"...... سلیمان نے کہا۔

"اگر کہو تو یہاں تمہاری کسی سے شادی کرا دوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شادی۔ ہونہہ۔ آپ نے مجھے ان بندریوں سے ہی شادی کرنے کا کہنا ہے"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور عمران کے ساتھ ساتھ سب ہنس پڑے۔

"ضروری نہیں ہے کہ تم کسی بندریا سے ہی شادی کرو۔ ان جنگلوں میں تمہارے لئے کوئی نہ کوئی بلیک کوئین بھی مل سکتی ہے"...... عمران نے کہا۔ جوزف نے انہیں کھانے کے لئے کیلوں کے ساتھ جھولی میں موجود پھل بھی دے دیئے تھے جو سرخ ٹماٹروں جیسے تھے اور ان میں رس بھی بھرا ہوا تھا۔ کیلوں کے ساتھ ان سب نے وہ سرخ پھل کھائے تو ان کے منہ میں جیسے شہد سا گھل گیا۔ سرخ پھلوں کا رس واقعی شہد جیسا تھا۔ پھل کھا کر ان کی بھوک بھی مٹ گئی تھی اور پیاس بھی۔ درختوں پر وہ چونکہ دیر تک سوتے رہے تھے اس لئے اب وہ تازہ دم تھے۔

"اب کہاں جانا ہے جناب جوزف جنگل پرنس دی گریٹ"...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"اس پہاڑی کی دوسری طرف"...... جوزف نے کہا۔

"یعنی اب ہمیں پہاڑی پر بھی چڑھنا اور پھر اترنا پڑے گا"......

عمران نے کراہ کر کہا۔

"کیوں۔ پہاڑی پر چڑھنے سے تمہیں کیا ہو گا"...... جولیا نے کہا۔

"ہوتا تو کچھ نہیں بس پہاڑی پر ایک طرف سے چڑھنے اور دوسری طرف سے اترنے سے کھانا پینا ہضم ہو جاتا ہے اور اتنا سب کھا کر اتنی جلدی ہضم ہی کرنا تھا تو اس سے تو یہی بہتر تھا کہ ہم پہلے پہاڑی عبور کرتے اور پھر وہاں جا کر اطمینان سے کھا پی لیتے"...... عمران نے کہا۔

"جوزف پھل پہاڑی کی دوسری طرف سے ہی لایا ہے۔ وہ جنگل کے سارے پھل تو توڑ کر نہیں لایا ہوگا۔ وہاں اور بھی پھل ہوں گے وہاں جا کر اور کھا لینا"...... جولیا نے کہا۔

"تم کہتی ہو تو مان جاتا ہوں ورنہ اس پہاڑی پر چڑھنے کو میرا دل نہیں کر رہا تھا"...... عمران نے کہا تو جولیا ہنس پڑی۔

"تھینکس"...... جولیا نے کہا۔

"تھینکس کس لئے"...... عمران نے پوچھا۔

"تم میری کوئی بات تو مانے"...... جولیا نے کہا۔

"کون سی بات"...... عمران نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"پہاڑی کی دوسری طرف جانے والی بات"...... جولیا نے کہا۔

"ایک بار تم اپنے بھائی سے ہاں کرا لو پھر میں تمہاری ہر بات مانوں گا۔ تم سورج کو چاند کہوں گی تو میں بھی چاند کہوں گا۔ دن کو

رات کہو گی اور رات کو دن کہوں گی تو وہ بھی مان جاؤں گا''..... عمران نے کہا اور اس کے احمق پن پر سب ہنسنے لگے۔

''تمہاری یہ حسرت کبھی پوری نہیں ہو گی''..... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تھینک گاڈ۔ تم نے سب سے پہلے بول کر ثابت کر دیا ہے کہ تم واقعی جولیا کے ڈیش ڈیش ہو''..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور تنویر اسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

''یہ ڈیش ڈیش کیا ہوتا ہے''..... جولیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اپنے بھائی سے پوچھ لو۔ وہ سمجھ گیا ہے''..... عمران نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور تنویر غرا کر رہ گیا جبکہ باقی سب ہنس پڑے تھے۔

''اب چلو۔ نجانے ابھی ہمیں اور کتنا سفر کرنا ہے۔ اس سفر نے تو ہمیں سچ مچ تھکا کر ہی رکھ دیا ہے۔ ابھی نجانے اور کتنا تھکنا باقی ہے''..... جولیا نے کہا۔

''اگر تم زیادہ تھک گئی ہو تو میں تمہیں گود۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے اپنے کاندھوں پر اٹھا لوں''..... عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا اور وہ سب ایک مرتبہ پھر ہنس پڑے جبکہ تنویر کے ساتھ جولیا بھی اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔

''چلو جوزف۔ تم رکے کیوں ہوئے ہو۔ کیا یہیں رکے رہنے کا

ارادہ ہے''..... عمران نے جولیا کو گھورتے دیکھ کر جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور تیزی سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ عمران کے اس انداز پر وہ پھر ہنسنا شروع ہو گئے۔

''بارش تو رک نہیں رہی۔ کیا ہم بارش میں پہاڑی پر چڑھیں گے''..... سلیمان نے کہا۔

''دن نکل آیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں بارش رک جائے گی۔ سورج نکلتے ہی یہاں کا موسم گرم ہو جائے گا اس لئے تھوڑا بہت بارش میں بھیگنے کا کوئی نقصان نہیں ہے''..... جوزف نے کہا۔

''تم تو یہی کہو گے۔ تم ان جنگلوں کے جانور جو ہوئے۔ تمہیں بھلا بھیگنے اور نہ بھیگنے سے کیا فرق پڑتا ہے''..... سلیمان نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں جانور نہیں ان جنگلوں کا پرنس ہوں اور واقعی مجھ پر جنگلوں کے بدلتے ہوئے موسم اور ماحول سے کوئی فرق نہیں پڑتا''..... جوزف نے اسے جواباً گھور کر کہا اور مڑ کر پہاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ پہاڑی چٹیل تھی۔ وہاں پھسلن ضرور تھی لیکن اتنی نہیں کہ وہ پھسل پھسل کر گر جاتے اس لئے وہ اطمینان بھرے انداز میں پہاڑی پر چڑھتے چلے گئے۔

قاسم وحشیوں کے ڈر سے بدستور گڑھے میں دبکا ہوا تھا۔ اسے ہر طرف سے مشین گنوں سے ہونے والی فائرنگ اور بموں کے دھماکوں کے ساتھ انسانی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ چاروں طرف دوڑتے بھاگتے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں جس سے قاسم کا خوف سے برا حال ہو رہا تھا۔ کیپٹن حمید نے اسے بھی حفاظت کے لئے ایک مشین گن دے دی تھی جسے اس نے ایک بار بھی چلا کر نہیں دیکھا تھا۔ اس نے مشین گن گڑھے میں ہی رکھ دی تھی اور جھاڑیوں میں سر دیئے کانپتا ہوا دل ہی دل میں جل تو جلال تو کا ورد کر رہا تھا۔ بارش سے وہ بری طرح سے بھیگا ہوا تھا اور گڑھے میں بھی پانی بھرتا جا رہا تھا لیکن اسے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ اس پر تو بس ان وحشیوں کا خوف سوار تھا جنہیں اس نے نیزے اور کلہاڑے لے کر اس طرف آتے دیکھا تھا۔

گولیوں اور بموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اسے وحشیوں کی عجیب و غریب آوازوں کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی چیختی ہوئی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں جو ایک دوسرے کو ان پر حملہ کرنے والے مسلح وحشیوں سے آگاہ کر رہے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد قاسم نے طارق کی تیز اور دردناک چیخیں سنیں۔ قاسم، طارق کی دردناک چیخیں سن کر دہل گیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے طارق کو کسی نے نیزہ مار دیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد اسے انسپکٹر آصف اور پھر انسپکٹر ریکھا کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ دونوں شاید اس گڑھے کے قریب ہی تھے جس میں قاسم چھپا ہوا تھا۔

انسپکٹر آصف اور انسپکٹر ریکھا کی دردناک چیخیں سن کر قاسم کو اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ ابھی تھوڑی دیر اور گزری ہو گی کہ اس نے کیپٹن حمید کی چیخیں سنیں۔ کیپٹن حمید کی چیخیں سن کر قاسم کے تو رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے اور اس کا بھاری بھرکم جسم خوف کی زیادتی سے بری طرح سے کانپنے لگا۔ کیپٹن حمید کے بعد قاسم نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اپنے دوسرے ساتھیوں کے بھی چیخنے کی آوازیں سنیں۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب باری باری وحشیوں کے تیروں ان کے نیزوں اور کلہاڑیوں کا نشانہ بن رہے ہوں۔ اس نے آخری چیخ روزا کی سنی تھی۔ روزا کچھ دور بری طرح سے چیخ رہی تھی۔ پھر وہاں یکلخت جیسے خاموشی چھا گئی۔ خاموشی اس قدر گہری تھی کہ اسے بارش کے پانی کے گرنے کی

آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کرنل فریدی سمیت اس کے سارے ساتھی اور حملہ آور تمام وحشی مارے گئے ہوں۔ اب وہاں کسی کے قدموں کے ہلکی سی بھی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ قاسم چند لمحے یونہی دبکا رہا اور پھر اس نے جھاڑیوں میں سے سر نکالا اور حیرت بھرے انداز میں گڑھے کے کناروں کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہو غیا ہے۔ اتنی کھاموشی کیوں ہو غئی ہے۔ کہاں چلے غئے سب"...... اس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے گڑھے میں موجود پانی میں ادھر ادھر ہاتھ مارا تو اسے وہاں پڑی ہوئی مشین گن مل گئی۔ اس نے پانی میں سے مشین گن نکالی اور اندھیرے میں اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہو غیا ہے۔ مجھے کسی کی آوازیں کیوں سنائی نہیں دے رہیں۔ میں بہرہ وہرہ تو نہیں ہو غیا ہوں۔ یا سب سالے مجھے اکیلا چھوڑ کر بھاغ غئے ہیں"...... قاسم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔ گڑھا زیادہ گہرا نہیں تھا۔ وہ اٹھ کر باہر آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ گڑھے کے کناروں پر بھی ہلکی پھلکی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تو اس کا تھوڑا سا سر ہی گڑھے سے باہر آیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کنارے پر اگی ہوئی جھاڑیاں ہٹائیں اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ لیکن ہر طرف اندھیرا تھا۔ اسے اندھیرے میں بھلا کیا نظر آ سکتا تھا۔ بارش کا پانی اس کے سر سے ہوتا ہوا اس کی آنکھوں میں آ رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے آنکھیں اور چہرہ صاف کر کے پھر باہر دیکھنے لگا۔ اسی لمحے اسے سامنے چند سائے سے حرکت کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان سایوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔ گویا وہ وہاں اکیلا نہیں تھا۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان حرکت کرتے ہوئے سایوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جن کی تعداد آٹھ سے دس کے لگ بھگ تھی۔ گڑھے سے کچھ فاصلے پر اسے ہر طرف لاشیں ہی لاشیں دکھائی دے رہی تھیں۔

حرکت کرنے والے سائے بے حد لمبے تڑنگے تھے جو کم از کم کرنل فریدی اور اس کے ساتھی نہیں ہو سکتے تھے۔ ان سایوں کو دیکھ کر قاسم سمجھ گیا کہ سائے انہی وحشیوں کے ہیں جنہوں نے ان پر حملہ کیا تھا۔ اسی لمحے بادل زور سے گرجا۔ بجلی چمکی اور بجلی کی تیز لہر سے اردگرد کا ماحول روشن ہو گیا۔ یہ روشنی محض چند لمحوں کے لئے تھی لیکن اس روشنی میں قاسم نے دیکھ لیا تھا۔ سائے واقعی وحشی ہی تھے۔ ان کے ہاتھوں میں تیر کمان، نیزے اور ڈنڈے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سب ایک ساتھ کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ بارش کی تیز آواز میں ان کی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ ویسے بھی وہ وحشی تھے جو لازماً افریقی زبانیں بولتے تھے اور قاسم افریقی زبان کہاں سمجھ سکتا تھا۔ اپنے ساتھیوں کی بجائے ان وحشیوں کو دیکھ کر قاسم کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ وحشی اس سے تھوڑے

ہی فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔ قاسم ایک تو گڑھے میں تھا اور اس کے سامنے جھاڑیاں تھیں اس لئے وحشی اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان وحشیوں کو وہاں دیکھ کر قاسم کے دماغ میں آندھیاں سی چلنا شروع ہو گئیں۔ وحشیوں کے زندہ ہونے کا مطلب تھا کہ انہوں نے کرنل فریدی اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے کیونکہ دور نزدیک اسے ان دس بارہ وحشیوں کے سوا کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی لمحے بجلی چمکی تو قاسم نے تھوڑے فاصلے پر انسپکٹر آصف اور انسپکٹر ریکھا کو دیکھا۔ ان دونوں کے جسموں میں دو دو تیر گھسے ہوئے تھے۔ ان کے دائیں طرف روزا پڑی تھی اس کی کمر میں بھی ایک تیر گڑا ہوا تھا۔ تینوں کے رخ گڑھے کی طرف تھے اس لئے روشنی ہوتے ہی قاسم نے انہیں فوراً پہچان لیا تھا۔ وہ تینوں ساکت تھے۔ ان تینوں کے جسموں میں تیر گھسے ہوئے دیکھ کر قاسم کو یقین ہو گیا کہ اس کے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا خیال آتے ہی اس کے دماغ میں جیسے چھپکلی سوار ہو گئی۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا اور آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا۔

''سالے ان حرام کھور جنغلیوں نے سب کو ہلاک کر دیا ہے۔ کسی ایک کو بھی جندہ نہیں چھوڑا۔ ان کھون کھار جنغلوں میں، میں اکیلا رہ غیا ہوں۔ سالے کسی ایک کو تو جندہ مندہ چھوڑ دیتے۔ میں اس کے ساتھ جنغلوں سے نکل جاتا۔ اب میں کیا کروں غا۔ ان سالوں نے سب کو ہلاک کر کے میری جندگی تباہ کر دی ہے۔ میں

اکیلا ان جنغلوں میں کہاں بھٹکتا پھروں غا۔ کون نکالے غا مجھے یہاں سے۔ کون''...... قاسم نے رونی صورت بناتے ہوئے کہا۔

''سالو تم سب نے کرنل پھریدی، غمید بھائی اور تارق صاحب کو مار کر اچھا نہیں کیا۔ تمہاری وجہ سے میں اکیلا رہ غیا ہوں۔ ہائے میری سیکرٹری۔ وہ میرے بغیر اکیلی کیسے رہے غی اور وہ فل فلوٹیاں جو آفس میں دن بھر میرے ارد غرد تتلیوں کی طرح اڑتی پھرتی تھیں میں انہیں اور وہ مجھے کیسے دیکھیں غی۔ سلالے تم جنغلی ظالم ہو۔ بے شرم ہو، حرام کھور ہو۔ تم سالوں نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ تم نے مجھے اکیلا کیا ہے کتو، کمینو، میں تمہیں بھی جندہ نہیں چھوڑوں غا۔ میں تم سب کو مار دوں غا۔ تم سب بھی اب مرو غے سالو کتے کی موت مرو غے۔ میں تمہیں غولیاں مار مار کر دوجخ میں پہنچا دوں غا۔ وہاں جا کر دوجخ میں کبڈی کھبڈی کھیلنا سالو''...... قاسم بے تکے انداز میں بولتا چلا گیا۔ اس کی آواز خاصی تیز تھی لیکن بار بار بادلوں کے گرجنے اور بجلی کے کڑکنے کی وجہ سے اس کی آواز ان وحشیوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ قاسم نے مشین گن اٹھائی اور اس کی نال کنارے پر رکھ کر اس کا رخ وحشیوں کی طرف کر دیا۔

''لو سالو۔ اب تم سب بھی مرو۔ دوجخ میں جا کر کالی کالی اور سڑی بُسی فل فلوٹیوں کے ساتھ رمبا سنبھا ناچو''...... قاسم نے چیختے ہوئے کہا۔ اس بار اس کی آواز وحشیوں تک پہنچ گئی تھی اور وہ بری طرح سے چونک پڑے تھے اور پھر وہ سب تیزی سے اس گڑھے

کی طرف بڑھے۔ اسی لمحے قاسم نے ٹریگر دبا دیا تو ماحول ریٹ ریٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ وحشیوں کی دردناک آوازوں سے ایک بار پھر گونجنے لگا۔

مشین گن کا سیفٹی کیچ پہلے سے ہی ہٹا ہوا تھا اس لئے قاسم نے جیسے ہی ٹریگر دبایا اس سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ قاسم مشین گن چلانا نہیں جانتا تھا۔ اس بس اتنا پتہ تھا کہ مشین گن کا ٹریگر دبایا جاتا ہے لیکن مشین گن کو اسے سنبھالنا نہیں آتا تھا۔ ٹریگر دبتے ہی مشین گن سے فائرنگ ہوئی تو مشین گن کو زور دار جھٹکے لگنے لگے جس سے مشین گن کی نالی گڑھے کے کنارے کنارے خود ہی دائیں بائیں ہو گئی اور سامنے سے آتے ہوئے وحشی اچھل اچھل کر گرتے چلے گئے۔ قاسم کی بے ہنگم انداز میں مشین گن سے نکلی ہوئی گولیاں ان تمام وحشیوں کو چاٹ گئی تھیں جو اب تک زندہ تھے اور وہ چونکہ ایک آواز سن کر اسی طرف بڑھتے آ رہے تھے اس لئے انہیں سوچنے سمجھنے اور کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ مشین گن کے زور دار جھٹکوں سے قاسم دوبارہ گڑھے میں گر گیا۔ اس کی انگلی ٹریگر سے نہیں ہٹی تھی اس لئے مشین گن سے مسلسل گولیاں نکل کر ہوا میں بلند ہوتی رہیں۔

"ارے۔ ارے۔ بس۔ بس۔ توبہ۔ توبہ۔ یہ سالی مشین غن چلانا کتنا مشکل ہے"...... قاسم نے بوکھلا کر مشین گن ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا اور پھر وہ سر اٹھا کر اوپر دیکھنے لگا۔ اوپر ایک بار

پھر خاموشی چھا گئی تھی۔

سالے مردار خورو۔ تم سب جندہ ہو۔ ابھی کہاں ہو تم۔ اغر جندہ ہو تو یہاں آؤ سالو۔ مجھے اس غڑھے سے نکالو۔ میں باہر نکل کر تم سب کو مار دوں غا۔ کہاں ہو سالو تم۔ کہاں ہو"...... قاسم نے اوپر دیکھتے ہوئے زور سے چیختے ہوئے کہا لیکن جواب میں اسے کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"لغتا ہے سالے دھماکے سن کر بھاغ غئے ہیں۔ اب میں یہاں اکیلا پڑا ہوں۔ ہائے میرے اللہ۔ یہ کیا ہو غیا ہے۔ پھریدی صاحب اور غمید بھائی کہاں ہیں۔ انہیں تھوڑی دیر کے لئے یہاں واپس بھیج دے مالک۔ وہ مجھے اس کھون کھار جنغل سے نکال دیں گے تو پھر انہیں بے شک واپس لے جانا۔ انہیں جنت میں لے جا کر فل فلوٹی حوریں دے دینا۔ میں کوئی اعتراض نہیں کروں غا۔ میرے مالک ابھی تھوڑی دیر کے لئے انہیں واپس بھیج دے۔ میں اکیلا اس جنغل میں نہیں رہ سکتا۔ میری شہر والی فل فلوٹیاں میرے بغیر جندہ نہیں رہیں غی۔ میرے مالک۔ میرے مالک۔ تو میری آواج سن رہا ہے نا مالک۔ میں سیٹھ قاسم ہوں سیٹھ عاصم کا اکلوتا بیٹا۔ میری مدد کر میرے اللہ"...... قاسم نے آسمان کی طرف دیکھ کر زور زور سے رونا شروع کر دیا اور وہ اپنے مخصوص انداز میں اللہ سے دعائیں مانگنے لگا۔

"تو سن رہا ہے نا میرے اللہ۔ تھوڑی دیر کے لئے یہ بارش

روک دے میرے مالک۔ بارش رکے غی تو میری آواز تجھ تک پہنچ جائے غی"...... قاسم نے چیختے ہوئے کہا۔ وہ کافی دیر تک اسی طرح روتا، چیختا چلاتا رہا مگر وہاں جیسے اس کی آوازیں سننے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک بار پھر اٹھا اور گڑھے سے باہر جھانکنے لگا لیکن اب اسے وہاں حرکت کرتا ہوا کوئی سایہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"ارے۔ سالے وہ وحشی بھی بھاغ غئے۔ اب میں اس غڑھے سے کیسے نکلوں غا۔ کون نکالے غا مجھے یہاں سے۔ ارے کوئی ہے۔ غمید بھائی۔ تارق بھائی۔ روجا، پھریدی صاب"...... اس نے زور زور سے چیختے ہوئے کہا۔ وہ باری باری سب کا نام لے کر انہیں پکار رہا تھا مگر جواب میں اسے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ وحشیوں کے ڈر سے بھاگتا ہوا اس طرف آیا تھا اور پھسل کر گڑھے میں گر گیا تھا۔ گڑھے کی دیواریں سپاٹ نہیں تھیں اور اس کا جسم اتنا بھاری تھا کہ وہ کسی بھی طرح گڑھے سے باہر نہیں آ سکتا تھا۔ وہ کافی دیر گڑھے سے نکلنے کی کوشش کرتا رہا اور چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو پکارتا رہا اور پھر جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے وہیں دہاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔

وہ ساری رات گڑھے میں پڑا سردی سے ٹھٹھرتا رہا۔ بارش کا پانی گڑھے میں بھرا ہوا تھا جس میں وہ کاندھوں تک ڈوبا ہوا تھا۔ ساری رات پانی میں پڑے رہنے کی وجہ سے اس کی حالت بے حد خراب ہو گئی تھی۔ سردی سے اس کا جسم سن ہو گیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے جسم کا نچلا حصہ اس کے جسم سے الگ ہو گیا ہو اور وہ اب کبھی اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ صبح کی روشنی پھیلی تو اس وقت تک بارش بے حد ہلکی ہو چکی تھی۔ قاسم رات بھر روتا رہا اور رونے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے ساتھ اس کا منہ بھی پھول گیا تھا۔

"ارے کوئی ہے۔ کوئی تو آؤ۔ میری مدد کرو۔ میں غڑھے میں ہوں۔ کوئی ہے۔ کوئی ہے"...... روشنی دیکھ کر اس نے چیخنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن اس کی آواز جیسے اس کے حلق میں پھنس گئی تھی۔ قاسم کے دماغ میں بار بار اندھیرے کی یلغار ہو رہی تھی۔ وہ بار بار سر جھٹک رہا تھا لیکن کسی طرح اندھیرا دور ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"مم۔ میں مر رہا ہوں۔ میں۔ میں جنت میں آ رہا ہوں۔ جنت کی فل فلوٹیو، حورو، میرا انتظار کرو۔ مم۔ مم۔ میں۔ میں"...... قاسم نے ڈوبتے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ ابھی اس کی آنکھیں پوری طرح سے بند نہیں ہوئی تھیں کہ اچانک اسے ایک تیز اور انتہائی ہولناک چیخ سنائی دی۔ چیخ اس قدر تیز اور ہولناک تھی کہ قاسم کا دماغ بری طرح سے جھنجھنا اٹھا اور اس نے ہڑبڑاتے ہوئے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔ وہ سر اٹھا کر گڑھے کے کناروں کی طرف دیکھنے لگا۔

"کک۔ کک کون۔ کون ہے۔ یہ کس کی آواج ہے"...... اس

نے دھیمی آواز میں کہا۔

''یہ۔ یہ کیا ہو گیا ہے۔ یہ سب۔ اوہ۔ اوہ۔ اس قدر لاشیں''...... اسے گڑھے کے پاس سے ایک تیز آواز سنائی دی اور قاسم کے دماغ میں چھناکا سا ہوا۔ اس نے آواز پہچان لی تھی۔ وہ زابیلا کی آواز تھی جو رات کے وقت کہیں چلی گئی تھی۔

''جا۔ جا۔ جابیلا۔ یہ تو جابیلا ہے''...... قاسم نے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں کہا۔

''کرنل فریدی۔ کیپٹن حمید اور یہ سب۔ اوہ۔ اوہ۔ لگتا ہے ہوبانی وحشیوں اور ان کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی تھی اور اس لڑائی میں انہوں نے بے شمار وحشیوں کو ہلاک کر دیا تھا اور پھر یہ سب بھی ان وحشیوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے تھے''...... زابیلا نے تیز آواز میں کہا۔

''جا۔ جا۔ جابیلا۔ مم۔ مم۔ میں جندہ ہو۔ میری مدد کرو۔ مم۔ مم۔ مر رہا ہوں''...... قاسم نے سر اٹھا کر زابیلا کو آواز دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز بے حد دھیمی تھی لیکن شاید زابیلا نے اس کی آواز سن لی تھی۔ اسے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر اسے گڑھے کے کنارے زابیلا کھڑی دکھائی دی۔ زابیلا کا چہرہ بری طرح سے بگڑا ہوا تھا۔ قاسم کو گڑھے میں زندہ دیکھ کر وہ چونک پڑی۔

''تم یہاں ہو''...... زابیلا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ مم۔ میں جندہ ہوں ابھی۔ میری مدد کرو۔ مم۔ مم۔ میں۔ میں''...... قاسم نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس کے ذہن پر اندھیرا چھا گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے زابیلا کو دیکھ کر اس کے تمام احساسات فنا ہو گئے ہوں۔ پھر جس طرح گھور تاریکی میں جگنو سا چمکتا ہے۔ ایسا ہی ایک جگنو قاسم کے تاریک دماغ کے پردے پر چمکا اور بتدریج بڑا ہوتا چلا گیا۔

''قاسم۔ قاسم۔ اٹھو۔ ہوش میں آؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے اٹھو۔ جلدی اٹھو''...... اسے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ قاسم کے دماغ میں ہلچل سی ہوئی اور اس نے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔

''کک۔ کک۔ کون۔ یہ تو کسی فل فلوٹی کی آواز لغ رہی ہے''...... قاسم نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اسے اپنے قریب زابیلا دکھائی دی جو اس کے قریب بیٹھی اس کا کاندھا پکڑے زور زور سے اسے جھنجھوڑ رہی تھی۔

''میں زابیلا ہوں۔ ہوش میں آؤ قاسم''...... زابیلا نے تیز لہجے میں کہا اور قاسم لاشعور سے فوراً شعور میں آ گیا۔ وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر زابیلا اور اردگرد کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ وہ گڑھے کی بجائے ٹھوس زمین پر پڑا تھا۔ اس کے چاروں طرف وحشیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ سامنے اسے کرنل فریدی اور اپنے باقی ساتھی پڑے دکھائی دیئے جو ساکت پڑے ہوئے تھے۔ اپنے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ کر قاسم فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”یہ۔ یہ۔ جہاں کیوں پڑے ہیں۔ کیا ہوا ہے انہیں۔ اور۔ اور“...... قاسم نے بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔ پھر رات کے اسے تمام منظر یاد آ گئے جب اس نے اپنے ساتھیوں کی دلخراش چیخیں سنی تھیں۔ اس نے گڑھے سے سر اٹھا کر روزا، انسپکٹر آصف اور انسپکٹر ریکھا کو بھی دیکھا تھا جنہیں تیر لگے ہوئے تھے۔

”کیا تم ہوش میں ہو قاسم“...... زابیلا نے اٹھ کر اس کے سامنے آتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں ہوش میں ہوں۔ مم۔ مم۔ مغر یہ سب۔ انہیں تو تیر دیر لغے تھے۔ کک۔ کیا۔ کیا یہ سب مر ور غئے ہیں“...... قاسم نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے پڑے ہوئے کرنل فریدی اور باقی ساتھیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کے جسموں پر اب تیر گڑے ہوئے دکھائی نہیں دے رہے تھے اور سب کے جسموں پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا جو شدید بارش میں بھی ان کے لباسوں پر صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”نہیں۔ یہ ابھی ہلاک نہیں ہوئے ہیں۔ سب زندہ ہیں۔ مگر ان کی حالت بہت خراب ہے“...... زابیلا نے کہا۔

”جندہ ہیں۔ اوہ۔ مغر“...... قاسم نے چونک اور اچھل کر کہا۔ اپنے ساتھیوں کے زندہ ہونے کا سن کر اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔

”قاسم۔ تمہارے ساتھیوں کی حالت بہت مخدوش ہے۔ ہمیں

ان کی مدد کرنی ہے۔ انہیں زندہ بچانا ہے۔ اگر ان کی تم نے مدد نہ کی تو یہ سب مر جائیں گے۔ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا“...... زابیلا نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

”مدد۔ میں۔ میں ان کی مدد کروں غا“...... قاسم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ تم۔ اگر چاہو تو ان کی جانیں بچ سکتی ہیں“...... زابیلا نے کہا۔

”مغر کیسے۔ میں کیا کر سکتا ہوں“...... قاسم نے ہکلا کر کہا۔

”تم ان کی مدد کرو گے قاسم۔ اگر تم نے ان کی مدد نہ کی تو یہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ ان کی لاشیں یہاں پڑی پڑی سڑ جائیں گی۔ ان جنگلوں سے تم کبھی بھی نہیں نکل سکو گے۔ اگر تم ان جنگلوں سے نکلنا چاہتے ہو اور اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو تمہیں ان سب کو زندہ رکھنا ہو گا۔ انہیں ٹھیک کرنا ہو گا۔ اگر تم نے ان کی مدد نہ کی اور یہ مر گئے تو میں بھی یہاں سے چلی جاؤں گی اور پھر تم ان جنگلوں میں اکیلے رہ جاؤ گے۔ بالکل اکیلے اور میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ان جنگلوں کے درندے بے حد خونخوار ہیں۔ تھوڑی دیر میں وہ یہاں لاشیں کھانے کے لئے آ جائیں گے اور ان لاشوں کے ساتھ وہ تمہیں بھی کھا جائیں گے“...... زابیلا نے اسے ڈراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ نہیں۔ نہیں۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ اگر میں مر غیا تو

میری فل فلوٹیاں۔ میری فل فلوٹیوں کا کیا ہو گا وہ سالی تو ساری بیوہ ہو جائیں گی''...... قاسم نے بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ خونخوار درندوں کا سن کر اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔

''تو آؤ میرے ساتھ آؤ۔ میں تم سے جو کہوں کرتے جاؤ اس سے پہلے کہ جانور اور گدھ یہاں آ کر ان لاشوں کو کھانا شروع کر دیں ہمیں فوراً ان سب کو بچانا ہو گا''...... زابیلا نے کہا۔

''اوہ۔ نہیں۔ چلو۔ چلو۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں''...... جانوروں اور گدھوں کا سن کر قاسم نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''ایک منٹ۔ میں ان سب کے گرد حفاظتی حصار باندھ دیتی ہوں تاکہ جانور اور گدھ اگر اس طرف آئیں تو لاشیں سمجھ کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں''...... زابیلا نے کہا اور پھر وہ قاسم کا جواب سنے بغیر بے ہوش پڑے ہوئے کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے آگے جا کر ایک لکڑی اٹھائی اور لکڑی کا سرا زمین سے لگا کر ان سب کے گرد گھومنے لگی۔ لکڑی سے وہ زمین پر ان سب کے گرد ایک دائرہ بنا رہی تھی۔

زابیلا صبح ہوتے ہی وہاں واپس آ گئی تھی۔ وہاں اسے ہر طرف لاشیں دکھائی دیں تو اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں اور پھر اس کی نظریں کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں پر پڑیں جن کے جسموں میں تیر گڑے ہوئے تھے تو وہ حیرت اور خوف سے بری طرح سے چیخ اٹھی۔ ابھی وہ ان سب کی طرف دیکھ رہی تھی کہ

اسے ایک گڑھے سے قاسم کی آواز سنائی دی۔ قاسم کی آواز سن کر وہ تیزی سے گڑھے کے پاس آ گئی اور قاسم کو پانی کے بھرے گڑھے میں دیکھ کر اس کی آنکھیں اور زیادہ پھیل گئیں۔ قاسم زندہ تھا۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ زابیلا اس کی ٹوٹی پھوٹی باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس کے سامنے قاسم کی بھی آنکھیں بند ہو گئیں اور اس کا سر بھی ڈھلک کر گڑھے کی دیوار سے لگ گیا۔

کرنل فریدی اور اس کے تمام ساتھیوں کی ہلاکت کا زابیلا کو شدید دکھ ہو رہا تھا۔ ان سب کے ہلاک ہونے کی وجہ سے اب اپنے آقا کے لئے وہ سیاہ صندوق حاصل نہیں کر سکتی تھی جس میں وچ ڈاکٹروں کے مقدس ہتھیار موجود تھے۔ زابیلا کو فکر ہو رہی تھی کہ جب تابوش کو پتہ چلے گا کہ وہ سب لوگ ہلاک ہو چکے ہیں جو تاریک دنیا کے مخصوص حصے میں جا کر اس کے لئے سیاہ صندوق حاصل کر سکتے تھے تو تابوش ناکامی کا سن کر غیظ و غضب میں آ کر اسے سخت سزا بھی دے سکتا تھا اور اسے فنا بھی کر سکتا تھا۔ فنا ہونے کا سوچ کر زابیلا بری طرح سے لرز اٹھی تھی۔ پھر اچانک اسے ایک طرف پڑے ہوئے طارق کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ طارق کے کراہنے کی آواز سن کر زابیلا اچھل پڑی۔ اس نے دیکھا طارق کے جسم میں چار تیر گڑھے ہوئے تھے اس کے باوجود اس کے جسم میں حرکت ہو رہی تھی۔ وہ فوراً بھاگ کر طارق کے پاس گئی اور طارق کو زندہ دیکھ کر اس کی جیسے امید بر آئی۔ اس نے بھاگ

بھاگ کر باقی سب افراد اور کرنل فریدی کو چیک کیا تو یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ سب افراد زندہ تھے۔ ان سب کے جسموں میں تیر گڑے ہوئے تھے۔ ان کا بہت خون بہہ چکا تھا اور ان کی حالت بہت خراب تھی لیکن زابیلا کے لئے یہی بہت تھا کہ وہ سب زندہ ہیں۔ اس نے فوراً ان کے جسموں سے تیر نکالنے شروع کر دیئے۔ تیر نکالتے ہوئے وہ ان کے زخموں پر گیلی مٹی لگا رہی تھی تاکہ خون کا مزید اخراج نہ ہو۔ پھر اس نے ان سب کو اٹھا اٹھا کر ایک طرف ڈالنا شروع کر دیا۔

زابیلا سوچ رہی تھی کہ اگر اسے کوئی زندہ اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے والا انسان مل جائے تو وہ اس کی مدد سے ان سب کو ہلاک ہونے سے بچا سکتی ہے۔ پھر اسے قاسم کا خیال آیا۔ قاسم زندہ تھا اس کے جسم پر کوئی زخم نہیں تھا۔ رات بھر گڑھے اور پانی میں رہنے کی وجہ سے اس کا جسم مفلوج ہو گیا تھا لیکن وہ قاسم کو ٹھیک کر سکتی تھی اور قاسم کی مدد سے وہ ان سب کو بھی زندہ رکھنے کا انتظام کر سکتی تھی۔ قاسم کا خیال آتے ہی وہ تیزی سے گڑھے کے پاس آئی جس میں قاسم بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ وہ شیطانی ذریت تھی اور ساحرانہ طاقتوں کی بھی مالکہ تھی۔ اس نے اپنی ساحرانہ طاقتوں سے قاسم کو گڑھے سے باہر نکال لیا اور پھر وہ غائب ہوئی اور تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں عجیب و غریب نیلے رنگ کا ایک پھل تھا۔ اس نے قاسم کا منہ کھولا اور دونوں

ہاتھوں سے اس نے پھل کو کسی لیموں کی طرح قاسم کے منہ میں نچوڑ دیا۔ جنگلی پھل کے رس نے جیسے قاسم کے جسم میں جان بھر دی اور پھر زابیلا نے اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ہوش میں لانا شروع کر دیا۔ نیلے پھل کے رس سے قاسم کا زرد رنگ نارمل ہو گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر میں قاسم کو ہوش آ گیا۔

کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کے گرد حفاظتی حصار باندھ کر زابیلا قاسم کو جنگل میں لے گئی اور اس نے قاسم سے مختلف پودوں کے پتے اور مختلف جڑی بوٹیوں کے بارے میں بتا کر انہیں توڑنے کے لئے کہا۔ قاسم نے اس کی بتائی ہوئی کئی جڑی بوٹیاں اور پتے توڑے اور پھر زابیلا اسے ایک درخت کے پاس لائی جس پر چھوٹے اور گول گول نیلے پھل لگے ہوئے تھے جس کا رس نچوڑ کر اس نے قاسم کے منہ میں ڈالا تھا۔ پھل اور جڑی بوٹیاں کے ساتھ قاسم، زابیلا کے ساتھ واپس اس جگہ آ گیا جہاں حفاظتی حصار میں کرنل فریدی اور اس کے ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ حصار کی طرف بڑھتے ہوئے قاسم خوفزدہ ہو کر وہیں رک گیا۔ اس نے وحشیوں کی لاشوں کے گرد بے شمار درندوں اور گدھوں کو دیکھا جو نہایت بے دردی سے لاشیں نوچ کھسوٹ رہے تھے۔

زابیلا نے اسے تسلی دی اور پھر اس نے ارد گرد موجود درندوں کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ جھٹکا تو درندے خوفزدہ ہو کر اور چیختے چلاتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔ ان میں سے کوئی جانور اور

کوئی گِدھ حصار میں پڑے افراد کی طرف نہیں گئے تھے۔ زابیلا قاسم کو لے کر حصار میں آئی اور اس کے کہنے پر قاسم نے لیموں جیسے نیلے پھلوں کا رس نچوڑ نچوڑ کر باری باری سب کے منہ میں ڈالنا شروع کر دیا جس سے کرنل فریدی سمیت سب کے مرجھائے ہوئے چہروں پر زندگی کے رنگ ابھر آئے تھے۔ قاسم نے زابیلا کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے پتھروں سے جڑی بوٹیوں اور پتوں کو ملا کر پیسنا شروع کر دیا۔ اس نے پتوں اور جڑی بوٹیوں کو پیس پیس کر ان کا لیپ سا بنا دیا تھا اور پھر اس نے زابیلا کے ہی کہنے پر باری باری لیپ ان سب کے زخموں میں بھرنا شروع کر دیا۔

زابیلا نے ان سب کے منہ میں نیلے پھلوں کے رس قاسم کے ہاتھوں ڈلوائے تھے وہ ایسے جنگلی پھل تھے جو نیم جان جسموں میں بھی جان ڈالنے کی تاثیر رکھتے تھے۔ ان پھلوں کے رس سے ان کے جسموں سے نکلے ہوئے خون کی کمی بھی پوری ہو گئی تھی اور ان سب کے جسموں میں توانائی بھی آ گئی تھی جس سے ان کی زندگیوں کو لاحق خطرہ ٹل گیا تھا۔ پتوں اور جڑی بوٹیوں کا لیپ ایسا تھا جسے لگانے سے ان کے زخم بھی جلد سے جلد مندمل ہو جاتے اور ان کے جسموں پر زخموں کے نشان تک نہ رہتے۔ زابیلا جس نے کرنل فریدی کو سیاہ موتی کے ذریعے اپنا تابع کر رکھا تھا۔ شیطانی ذریت ہونے کے باوجود وہ اس وقت ان سب کی مسیحا بنی ہوئی تھی۔

عمران اور اس کے ساتھی جوزف کے ساتھ مسلسل جنگلوں میں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ انہیں جنگل میں سفر کرتے ہوئے تیسرا دن ہو گیا تھا۔ وہ دن کی روشنی میں سفر کرتے تھے اور رات مناسب جگہ دیکھ کر وہیں پڑاؤ ڈال دیتے تھے۔ ان دو دنوں میں انہیں راستے میں مشکلیں اور دشواریاں تو ضرور پیش آئی تھیں مگر وہ سب جوزف اور عمران کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ان مشکلوں اور دشواریوں سے گزر آئے تھے۔ ان پر زہریلی مکھیوں اور زہریلی سیاہ چیونٹیوں کے ساتھ ساتھ خون آشام چمگادڑوں نے بھی حملے کئے تھے۔ ان کے جسموں پر ہارڈ بلاکس تھے اس لئے انہیں نہ زہریلی مکھیاں، نہ زہریلی چیونٹیاں اور نہ ہی خون آشام چمگادڑیں نقصان پہنچا سکی تھیں۔ جنگل کے راستے بھی بے حد دشوار گزار اور خطرناک تھے۔ بارش کی وجہ سے وہاں دلدلیں بھی پانی میں چھپ

گئی تھیں۔ ان کے راستے میں کئی ندیاں، کئی نالے بھی آئے تھے لیکن جوزف انہیں اپنی نگرانی میں بحفاظت نکال لایا تھا۔

کھڑے پانی میں جوزف بانس کی مدد سے دلدلوں کا پتہ چلا لیتا تھا اور جہاں دلدلیں ہوتی تھیں وہ راستہ بدل دیتا تھا۔ ایک دو مرتبہ ان کا سامنا چند شیروں اور بن مانسوں سے بھی ہوا تھا جنہوں نے ان پر اچانک حملہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ان کے پاس موجود اسلحے کی موجودگی میں شیر اور بن مانس کب تک زندہ رہ سکتے تھے۔ انہوں نے شیروں اور بن مانسوں کو وہیں مار گرایا تھا۔ جنگل میں ان کے کھانے پینے کے لئے بھی کوئی کمی نہیں تھی۔ وہاں ایسے بے شمار پھلوں کے درخت تھے جو پروٹین اور وٹامنز سے بھرپور تھے۔ ان پھلوں کو کھانے سے ان کی بھوک پیاس بھی ختم ہو جاتی تھی اور اس کے جسموں میں تازگی بھی آ جاتی تھی اور وہ آگے بڑھنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ جنگلی درندوں سے بچنے کے لئے وہ رات درختوں پر ہی گزارتے تھے۔

اس روز وہ صبح سویرے ہی پھل وغیرہ کھا کر چل پڑے تھے۔ گھنے درختوں، میدانوں اور پہاڑی علاقوں سے ہوتے ہوئے وہ ایک ایسے علاقے میں آ گئے تھے جہاں زمین سپاٹ تھی۔ وہاں درخت تو کیا گھاس پھونس کا ایک تنکا تک اگا ہوا نہیں تھا۔ یہ چٹیل زمین تھی جس کی دوسری طرف ایک بڑی نہر تھی۔ نہر کی چوڑائی بے حد زیادہ تھی اور نہر کا پانی نہایت تیزی سے بہتا ہوا دکھائی دے رہا

تھا۔ اس نہر کی دوسری طرف ایک اور جنگل تھا۔ انتہائی گھنا اور بہت بڑا جنگل جہاں ہر طرف قد آدم سے بڑی جھاڑیاں اور درخت ہی درخت نظر آ رہے تھے۔ جوزف انہیں نہر کے کنارے پر لے آیا۔

"یہ ہے وہ تاریک جنگل جسے ڈارک ورلڈ یا تاریک دنیا کہا جاتا ہے"...... جوزف نے نہر کی دوسری طرف جنگل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور وہ سب چونک کر اس طرف دیکھنے لگے۔

"اوہ۔ یہ جنگل تو ان جنگلوں سے بہت زیادہ گھنا ہے جن جنگلوں سے ہم گزر کر آئے ہیں"...... جولیا نے کہا۔

"ہاں۔ اور یہ جنگل دنیا کے خطرناک ترین جنگلوں میں سے ہے۔ اس جنگل میں تاریکی ہی تاریکی ہے"...... جوزف نے کہا۔

"تو کیا جنات کا قبیلہ اسی جنگل میں ہے جو عمران کی بہن ثریا کا بچہ لے گئے تھے"...... خاور نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ اسی جنگل میں ہیں"...... جوزف نے کہا۔

"لیکن ہم اس جنگل میں جائیں گے کیسے۔ اس طرف تو بہت بڑی نہر ہے اور پانی کا بہاؤ اور دباؤ بہت زیادہ ہے"...... چوہان نے کہا۔

"ہاں اور یہاں دور نزدیک دوسری طرف جانے کے لئے کوئی پل بھی نہیں ہے"...... خاور نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ جوزف اگر ہمیں یہاں تک لا سکتا ہے تو آگے جانے کے لئے یہ نہر پر ہمارے لئے پل بھی بنا سکتا ہے"...... صفدر

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جوزف پل بنائے گا۔ مگر کیسے"...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہر کے کنارے چند درخت موجود ہیں۔ اگر ان درختوں کو نہر پر گرا دیا جائے تو یہ ہمارے لئے پلوں کا کام دے سکتے ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ واقعی ایسا ہو سکتا ہے"...... تنویر نے درخت دیکھ کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا ان درختوں کے سوا ہمارے پاس دوسری طرف جانے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے"...... جولیا نے کہا۔

"کیوں۔ درختوں سے گزرتے ہوئے آپ کو ڈر لگتا ہے"...... خاور نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں۔ ڈر نہیں لگتا۔ درخت بڑے ہیں اور ان کے تنے بھی بہت بڑے ہیں۔ ان درختوں کو کاٹ کر نہر کے دوسرے کنارے پر گرانے میں وقت لگے گا اور اگر یہ درخت نہر میں بہہ گئے تو"...... جولیا نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ ہم اور آگے چلے جائیں گے۔ یہاں گنتی کے چار درخت ہیں آگے اور بھی درخت ہوں گے۔ یہ نہر کوئی چھوٹی نہر تو نہیں ہے"...... چوہان نے کہا۔

"اگر جولیا درختوں کے پلوں سے نہیں گزرنا چاہتی تو دوسری

طرف جانے کا ایک اور طریقہ بھی ہے"...... عمران نے کہا اور وہ سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا طریقہ ہے"...... جولیا نے پوچھا۔

"نہر چوڑی تو ہے۔ لیکن تم چاہو تو میں سب کو اٹھا اٹھا کر دوسری طرف پھینک سکتا ہوں۔ اگر تمہیں منظور ہے تو میں سب سے پہلے تنویر کو اٹھا کر پھینکوں گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا کے ساتھ ساتھ تنویر کا بھی منہ بن گیا۔

"دوسری طرف نہر کے ساتھ ہی گھنے درخت ہیں۔ آپ جسے بھی پھینکیں گے وہ درختوں سے ٹکرا کر نہر میں ہی گرے گا"...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ میں سب سے پہلے تنویر کو پھینکوں گا"...... عمران نے کہا اور وہ سب مسکرا دیئے۔

"فضول باتیں مت کرو۔ ان درختوں کو دوسری طرف صحیح سلامت گرانے کا سوچو"...... جولیا نے جھلا کر کہا۔

"سوچنے سے درخت نہیں گرتے۔ انہیں گرانے کے لئے باقاعدہ محنت اور مشقت کرنی پڑتی ہے اور میں جنگلوں میں چل چل کر اس قدر تھک چکا ہوں کہ جنگل کا ایک تنکا بھی اٹھا کر دوسری جگہ پر نہیں رکھ سکتا اس لئے ان درختوں کو کاٹنے کا میں بالکل بھی نہیں سوچوں گا۔ کیونکہ جو سوچتا ہے اسے ہی کنڈا کھولنا پڑتا ہے"...... عمران نے رکے بغیر بات کرتے ہوئے کہا۔

”سوچتا ہے نہیں۔ جو بولتا ہے وہی کنڈا کھولتا ہے۔ آپ مثال تو صحیح دے دیا کریں“...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میری مرضی ہے میں جیسے مرضی مثال دوں تمہیں کیا اعتراض ہے“...... عمران نے منہ بنا کر کہا اور وہ سب مسکرا دیئے۔

”ان جنگلوں میں جا کر ہمیں کیا کرنا ہے یہ تو آپ نے ہمیں بتایا ہی نہیں۔ ہم اس تاریک جنگل میں جناتی قبیلے کو کہاں تلاش کریں گے اور سب سے اہم بات یہ کہ کیا ان جنات کو ہم دیکھ سکیں گے“...... صدیقی نے کہا۔

”کیوں۔ انہیں دیکھنے کے لئے کیا تمہیں خوردبین چاہئے۔ تاریکی میں دیکھنے کے لئے ہم نے جو نائٹ ویوز لینز لگا رکھے ہیں۔ کیا وہ کافی نہیں ہوں گے ہمارے لئے“...... نعمانی نے کہا۔

”نہیں۔ جنات کو تو انسانی آنکھوں سے اس وقت تک نہیں دیکھا جا سکتا جب تک جنات خود نہ چاہیں“...... صدیقی نے کہا۔

”یہاں شیطانی جنات رہتے ہیں اور وہ چونکہ تاریکی میں رہتے ہیں اس لئے ہم انہیں لینز سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ وہ ہماری نظروں سے نہیں چھپ سکیں گے“...... جوزف نے کہا۔

”پھر ٹھیک ہے۔ لیکن“...... صدیقی نے کہا۔ اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا تھا۔

”لیکن ویکن کچھ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم یہ کہنا بلکہ پوچھنا چاہتے ہو کہ انسان ہو کر ہم جنات کا مقابلہ کیسے کریں گے“۔ عمران نے کہا۔

”اگر آپ میرے لیکن کو جان گئے ہیں تو پھر اس کا جواب بھی دے دیں“...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس کا جواب تمہیں معلوم ہے۔ پھر بھی جوزف تمہارے لیکن کا جواب بتا دیتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”یس باس“...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا اور وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”ہم جنگل میں پہلے شمال مغربی حصے کی طرف جائیں گے۔ جنگل کے اس حصے میں ایک میدانی علاقہ ہے جہاں ایک زندہ انسانی ہاتھ موجود ہے جو زمین میں گڑا ہوا ہے اس ہاتھ کے نیچے ایک صدیوں پرانا صندوق دفن ہے۔ صندوق میں پرانے دور کے رشیوں اور مہا رشیوں کے بہت سے ہتھیار موجود ہیں۔ ایسے ہتھیار جن سے ہم شیطانی ذریات اور شیطانی طاقتوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکتے ہیں اور انہیں فنا بھی کر سکتے ہیں۔ ان ہتھیاروں سے شیطانی ذریات بے حد ڈرتی ہیں۔ وہ ہتھیار لے کر ہم لاشا کا قبیلے کے جنات کے سامنے جائیں گے تو وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ان کی تعداد سینکڑوں ہزاروں میں بھی ہوئی تو ہم ان سب کو ختم کر دیں گے“...... جوزف نے کہا اور پھر وہ انہیں صندوق میں موجود ہتھیاروں کے بارے میں بتانے لگا۔

”اس ہاتھ کے بارے میں تم نے نہیں بتایا۔ جسے تم زندہ ہاتھ

کہہ رہے ہو''...... جولیا نے کہا۔

''وہ ایک مہارشی کا ہاتھ ہے۔ اس مہارشی نے سیاہ صندوق اور اس میں موجود ہتھیاروں کو شیطانوں سے بچانے کے لئے اپنی زندگی میں خود اپنا ہاتھ کاٹ کر وہاں گاڑ دیا تھا۔ مہارشی تو مر گیا تھا مگر صدیاں گزرنے کے باوجود اس کا ہاتھ ابھی تک زندہ ہے اور سیاہ صندوق کو حاصل کرنے کے لئے جو اس طرف جاتا ہے وہ ہاتھ اسے دبوچ کر اس کے ٹکڑے اڑا دیتا ہے۔ چاہے کوئی انسان ہو۔ شیطانی ذریت ہو یا پھر کوئی جن''...... جوزف نے کہا۔

''تو کیا اس زندہ ہاتھ کی موجودگی میں ہم وہاں سے صندوق حاصل کر سکیں گے''...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اگر میرا ساتھ سلیمان دے گا تو ہم وہ صندوق ضرور حاصل کر لیں گے''...... جوزف نے کہا اور اپنا نام سن کر سلیمان بے اختیار اچھل پڑا۔

''کیا مطلب۔ مم۔ مم۔ میں کیوں۔ تم میرا نام کیوں لے رہے ہو''...... سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو میرا گملوگی ماگی کا خنجر تمہاری وجہ سے شیطانوں کے پاس پہنچ گیا ہے اور دوسرا یہ کہ ایک جناتی ذریت نے تمہارے سر پر قبضہ کیا تھا۔ فادر جوشوا نے مجھے بتایا ہے کہ میں یعنی پرنس مکاشو زندہ ہاتھ کے سامنے رہوں اور تم اس کے عقب میں۔ اس طرح زندہ ہاتھ کی ساری توجہ میری طرف رہے گی

اور وہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس دوران اگر تم ہاتھ کے عقب میں قریب جا کر اسے ناناتا کا خنجر مار دو تو زندہ ہاتھ وہیں ختم ہو جائے گا۔ اس ہاتھ کے ختم ہونے کے بعد ہم زمین کھود کر وہاں سے سیاہ صندوق نکال سکتے ہیں''...... جوزف نے کہا۔

''اور اگر اس زندہ ہاتھ نے پلٹ کی میری گردن دبوچ لی تو۔ رشیوں، مہارشیوں کے ہاتھ بے حد طاقتور ہوتے ہیں وہ ایک جھٹکے سے گردن توڑ سکتے ہیں۔ نا بابا نا۔ میں اس زندہ ہاتھ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میرا ابھی بے موت مرنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے اور ویسے بھی میری ابھی شادی نہیں ہوئی ہے اور میں کنوارا مر جاؤں یہ نہیں ہو سکتا''...... سلیمان نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

''تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ میں زندہ ہاتھ کو تمہاری طرف مڑنے کا کوئی موقع نہیں دوں گا''...... جوزف نے کہا۔

''جو بھی ہے۔ یہ تمہارا کام ہے اس لئے تم جانو۔ میں تو ڈارک ورلڈ میں بھی نہیں جاؤں گا چاہے یہاں کوئی شیر آ کر ہی کیوں نہ کھا جائے مجھے''...... سلیمان نے کہا۔

''شیر کا انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہو تو میں تمہاری گردن توڑ کر یہیں دفن کر دوں تمہیں''...... عمران نے کہا۔

''جو مرضی کہیں۔ لیکن میرا فیصلہ یہی ہے کہ میں کہیں نہیں جاؤں گا''...... سلیمان نے کہا اور پھر وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔

''سلیمان۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ثریا کا معصوم بچہ اور اس جیسے

دو اور معصوم بچے شیطانوں کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں اور شیطان جنات کو اتنی طاقتیں مل جائیں کہ وہ اس تاریک دنیا سے آزاد ہو کر ساری دنیا پر اپنا تسلط جما لیں اور نیک مسلمانوں کو چن چن کر ہلاک کر دیں''...... جولیا نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔

''نن۔ نن۔ نہیں۔ میں بھلا ایسا کیوں چاہوں گا''...... سلیمان نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم جو اس قدر طویل سفر کر کے یہاں تک آئے ہیں، ان تکلیفوں اور پریشانیوں کو بھول کر اور ناکام ہو کر واپس لوٹ جائیں''...... صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں ایسا بھی نہیں چاہتا''...... سلیمان نے روہانسے لہجے میں کہا۔

''دیکھو سلیمان۔ ہم اس وقت شر کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصد مسلمانوں کو شیطانوں سے محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ تین معصوم بچوں کی زندگیاں بھی بچانا ہے۔ ہم ان معصوم بچوں کو شیطانوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ان معصوم بچوں کے ساتھ ساری دنیا کے مسلمانوں کے بچوں کو بچانے کے لئے ہمیں آگے بڑھنا ہی ہو گا اور ہمیں وہ ہتھیار حاصل کرنے ہی ہوں گے جن کے ذریعے ہم شیطانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم وہ ہتھیار حاصل نہیں کریں گے تو ہم ان شیطان جنوں کا سامنا کیسے کریں گے۔ ان سے تین معصوم بچوں کی زندگیاں کیسے بچائیں

گے۔ تمہیں اپنی جان کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ اگر تمہیں کچھ ہونا ہوتا تو بہت پہلے ہو جاتا۔ ہمارے ساتھ ساتھ تم بھی موت کے منہ سے بچتے آئے ہو۔ یاد کرو۔ اگر عمران صاحب بروقت تمہارا ہاتھ نہ تھام لیتے تو کھائی میں گر کر تمہارا کیا حشر ہوتا۔ شاناری جادو کا وار، چیتوں کا حملہ، زہریلی چیونٹیوں اور زہریلی مکھیوں کے حملوں کے ساتھ ساتھ تمہاری جان خون آشام چمگادڑوں سے بھی محفوظ رہی ہے۔ اگر تمہیں وہاں کچھ نہیں ہوا تو یہاں بھی کچھ نہیں ہو گا۔ تمہیں ہمت اور حوصلے سے کام لینا ہو گا۔ یہ کامیابی تمہاری کامیابی ہو گی۔ تمہاری کامیابی سے ہم کامیاب ہوں گے۔ مسلمان شیطانوں کے گندے عزائم سے محفوظ رہیں گے اور تین معصوم بچوں کی زندگیاں بچ جائیں گی جن میں سے ایک تمہارے صاحب کی بہن کا بچہ بھی ہے''...... چوہان نے آگے بڑھ کر سلیمان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''لیکن میں''...... سلیمان نے کہنا چاہا۔

''ایک منٹ۔ اسے تم سب کیوں سمجھا رہے ہو''...... عمران نے کہا اور وہ سب چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگے۔ عمران کے چہرے پر سنجیدگی تھی اور وہ بے حد غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔ اسے غصے میں دیکھ کر سلیمان جھٹ سے کھڑا ہو گیا۔

''تو تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے''...... عمران نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں جاؤں گا تو کیا کریں گے آپ"...... سلیمان نے ہکلا کر جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ایک بار پھر سوچ لو"...... عمران غرایا۔

"رکو عمران۔ میں اسے سمجھاتی ہوں"...... جولیا نے عمران کو غصے میں دیکھ کر اس کے قریب آ کر کہا۔

"نہیں۔ اب سمجھنے سمجھانے کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ آج فیصلہ میں کروں گا اور میرا جو فیصلہ ہو گا وہ آخری ہو گا۔ قطعی آخری"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"کیا کریں گے آپ۔ کیا آپ مجھے جان سے مار دیں گے۔ میں شیطانوں کی دنیا میں نہیں جاؤں گا۔ نہیں جاؤں گا"...... سلیمان نے بھی غصہ دکھاتے ہوئے کہا اور عمران کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اسے اس قدر غصے میں دیکھ کر جولیا اور باقی سب بے چین ہو گئے۔ انہیں عمران کا غصہ دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے عمران سلیمان کے ساتھ یقیناً کچھ کر گزرے گا۔ اس کے تیور بے حد خطرناک تھے۔ سلیمان عمران کا سرخ ہوتا ہوا چہرہ دیکھ کر دائیں بائیں دیکھ رہا تھا جیسے اسے عمران سے نظریں ملانے کی ہمت نہ ہو رہی ہو۔

"ادھر۔ میری طرف دیکھو"...... عمران نے خونخوار انداز میں کہا۔

"نن۔ نن۔ نہیں دیکھوں گا"...... سلیمان نے ہکلا کر کہا۔ عمران کا سرخ ہوتا ہوا چہرہ دیکھ کر اب سلیمان کے چہرے پر بھی بوکھلاہٹ ناچنے لگی تھی۔

"سلیمان"...... عمران نے اس قدر زور سے دہاڑ کر کہا کہ وہ سب بے اختیار اچھل پڑے۔

"کک۔ کک۔ کیا ہے۔ بولیں"...... سلیمان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے عمران کے چہرے پر حماقتوں کی آبشار بہنے لگی۔ اس نے مسمسی سی صورت بناتے ہوئے سلیمان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"میرے بھائی۔ میرے دوست۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ ان سب کے سامنے میری عزت رکھ لو اور چلو ہمارے ساتھ۔ اگر تم ہمارے ساتھ نہ گئے تو واپس جا کر یہ میری درگت بنا دیں گے۔ تمہاری وجہ سے جولیا کے دل میں میری کیا عزت رہ جائے گی۔ وہ یہی سوچے گی کہ جس کا باورچی اس کی نہیں سنتا تو کوئی اور اس کی کیا سنے گا"...... عمران نے کہا اور عمران کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ عمران جس قدر غصے میں ہے وہ سلیمان پر خوب گرجے اور برسے گا لیکن عمران نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر یوں منانا شروع کر دیا جیسے سلیمان ملازم نہیں بلکہ مالک ہو۔ عمران کا رنگ اس طرح بدلتے دیکھ کر سلیمان کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

"یہ تم سلیمان کے سامنے ہاتھ کیوں جوڑ رہے ہو"...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ عمران اور سلیمان دونوں مل کر ان سب کو احمق بنا رہے تھے۔

"تو کیا کروں۔ اگر غصے میں آ کر اس نے مجھ سے اگلی پچھلی تنخواہیں مانگ لیں تو ان جنگلوں میں اسے میں لاکھوں کروڑوں کی رقم کہاں سے لا کر دوں گا"...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور وہ سب نہ چاہتے ہوئے ہنس پڑے۔ عمران جیسے انسان کو سمجھنا واقعی ان کے لئے مشکل تھا اور سلیمان بھی اسی کا ساتھی تھا اس لئے وہ اس کی اداکاری بھی نہ سمجھ سکے تھے۔

"باس۔ اب میں ان درختوں کو دوسری طرف گرا دوں"...... جوزف نے کہا جو اتنی دیر سے خاموشی سے کھڑا تھا۔

"سلیمان سے پوچھ لو۔ اگر یہ اجازت دیتا ہے تو درخت گرا دو اور اگر یہ اجازت نہیں دیتا تو اسے اٹھا کر نہر میں گرا دو"...... عمران نے کہا اور وہ سب ہنسنے لگے اور جوزف سر ہلاتے ہوئے درختوں کی طرف بڑھنے لگا۔

"رک جاؤ"...... اچانک ایک دہاڑتی ہوئی آواز سنائی دی اور وہ سب بری طرح سے چونک پڑے۔ وہ سب تیزی سے پلٹے اور پھر اپنے پیچھے کھڑے افراد کو دیکھ کر ان سب کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں اور وہ یوں اچھل پڑے جیسے انہوں نے ڈارک ورلڈ کے جنات کو دیکھ لیا ہو۔

اگلے دو روز میں کرنل فریدی اور اس کے ساتھی بھلے چنگے ہو چکے تھے۔ زابیلا کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے قاسم نے انہیں جن پتوں اور جڑی بوٹیوں کا لیپ لگایا تھا۔ اس لیپ نے ان کے زخموں پر واقعی جادو کا سا اثر کیا تھا۔ ان کے نہ صرف زخم بھر گئے تھے بلکہ زخم مندمل بھی ہو گئے تھے اور ان کا نشان تک ان کے جسموں پر نہ رہا تھا حالانکہ تیروں سے انہیں لگنے والے زخم خطرناک اور گہرے تھے۔ان کے پوری طرح ہوش میں آتے ہی زابیلا نے انہیں ساری تفصیل بتا دی تھی اور یہ جان کر وہ خوش بھی ہوئے اور حیران بھی کہ ان کی جانیں قاسم نے بچائی تھیں اور اس نے ہی زابیلا کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ان کے زخموں کا علاج کیا تھا۔ قاسم جیسا موٹا آدمی جو دماغ کا بھی موٹا تھا ان کے یوں کام آ سکتا ہے اس کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔

دو راتیں اور دو دن انہوں نے اسی جھونپڑی میں ہی گزاری تھیں۔ اس بار زابیلا ہر وقت سائے کی طرح ان کے ساتھ رہی تھی ہوبان قبیلے کے وحشی تو ہلاک ہو چکے تھے۔ زابیلا انہیں ہر قسم کی جنگلی آفات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ شروع شروع میں ان سب پر نقاہت طاری رہی تھی لیکن زابیلا کے کہنے پر ان سب نے وہی نیلے پھلوں کا رس پینا شروع کر دیا تھا جو زابیلا کے کہنے پر قاسم نے بے ہوشی کی حالت میں ان کے منہ میں نچوڑے تھے۔ ان پھلوں کا رس کسیلا ضرور تھا مگر ان پھلوں نے ان سب کے جسموں میں جیسے نئی جان بھر دی تھی۔ ان کی ساری نقاہت دور ہو گئی تھی اور وہ خود کو پہلے سے زیادہ توانا اور مضبوط محسوس کر رہے تھے۔ اس وقت وہ سب جھونپڑی کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ طارق، ہریش اور جگدیش جنگل میں جا کر ان سب کے لئے پھل لے آئے تھے جسے وہ سب کھانے میں مصروف تھے۔

وحشیوں کی لاشیں جنگلی درندے گھسیٹ کر جنگلوں میں لے گئے تھے۔ وہاں جو کچھ ہوا تھا اس میں خود ان سب کی جانیں بھی جاتے جاتے بچی تھیں۔ اگر قاسم وحشیوں کے خوف سے بھاگ کر گڑھے میں نہ گر گیا ہوتا اور بعد میں وہ تیر اندازوں کو فائرنگ کر کے ہلاک نہ کر دیتا تو بچے کھچے وحشی ان کی لاشوں کے ٹکڑے اڑا دیتے۔ قاسم نے بروقت نہ صرف ان کی جانیں بچائی تھیں بلکہ ان سب کی تندرستی کے لئے بھی اس نے بہت کام کیا تھا۔

"ماننا پڑے گا۔ واقعی کبھی کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آ جاتا ہے"...... انور نے کیلے کے گچھے سے ایک کیلا توڑ کر اسے چھیلتے ہوئے کہا۔

"اسے کھوٹا سکہ نہیں موٹا سکہ کہو"...... رشیدہ نے کہا اور وہ سب ہنسنے لگے۔ قاسم نے اپنے لئے کیلوں کا پورا لونگر رکھا ہوا تھا جس پر درجنوں کیلے تھے۔ وہ ندیدوں کی طرح کیلے چھیل چھیل کر کھاتا جا رہا تھا جیسے اسے اپنے ارد گرد کسی کی موجودگی کا احساس تک نہ ہو۔ کرنل فریدی ان سے الگ ایک بڑے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وحشیوں نے اسے تیر مارنے کے ساتھ ساتھ اس کے سر پر بھی وار کیا تھا۔ کرنل فریدی کو یوں لگا تھا جیسے اس کی کھوپڑی کسی ناریل کی طرح پھٹ گئی ہو لیکن پھلوں کے رس اور لیپ نے اس کے سر کے زخم بھی ختم کر دیئے تھے اب کرنل فریدی کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے سر پر تو کیا جسم کے کسی حصے پر معمولی خراش تک نہ ہو۔

زابیلا ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کے پاس تھی۔ پھر اچانک کرنل فریدی نے اسے بری طرح سے چونکتے ہوئے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ کرنل فریدی اس سے چونکنے کی وجہ پوچھتا زابیلا اچانک دوسری طرف جھاڑیوں اور درختوں کے پیچھے بھاگتی چلی گئی۔ اسے جنگل کی طرف سب نے ہی جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ قاسم نے ان سب کی جانیں زابیلا کے کہنے پر ہی بچائی تھیں اگر زابیلا قاسم کو گڑھے سے نہ نکالتی اور اسے جنگل میں لے جا کر پتوں اور جڑی بوٹیوں کے بارے میں نہ بتاتی تو شاید ہی ان میں سے کوئی زندہ

بچتا۔ اس کے باوجود وہ سب جانتے تھے کہ زابیلا ایک شیطانی ذریت ہے اور زابیلا نے ان سب کی جانیں صرف اور صرف اپنی ضرورت کے لئے بچائی تھیں جسے کسی بھی طرح نیکی میں شمار نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے ان کے دلوں میں زابیلا کے لئے نفرت کے سوا کوئی جذبات نہ تھے۔

''یہ اب زابیلا کہاں چلی گئی ہے''...... روزا نے کہا۔

''شیطانی ذریت ہے کہیں بھی جا سکتی ہے۔ ہمیں اس سے کیا''...... انسپکٹر ریکھا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''پھر بھی۔ ہم اسی کے کہنے پر یہاں آئے ہیں۔ اس کے جانے کے بعد ہی ہوبان قبیلے والوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ اگر اس کی غیر موجودگی میں کوئی اور خونخوار قبیلہ اس طرف آ گیا تو''...... انسپکٹر آصف نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''زابیلا ہمیں صرف جنگلی آفات سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ اس نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم پر اگر ہوبان قبیلے والوں نے حملہ کیا تو وہ ہماری کوئی مدد نہیں کر سکے گی۔ اگر وہ یہاں ہوتی تب بھی ہوبان قبیلے والے ہم پر ایسے ہی حملہ کرتے جیسے انہوں نے کیا تھا''...... طارق نے کہا

''پھر بھی۔ اب ہم ٹھیک ہو چکے ہیں۔ ہمارے جسموں پر سے زخموں کے نشان تک ختم ہو گئے ہیں۔ اب ہم اور یہاں کب تک رکے رہیں گے۔ جنگل کے اس ماحول سے میں بری طرح سے عاجز آ گیا ہوں۔ کاش میں تم سب کے ساتھ نہ آیا ہوتا''...... انسپکٹر آصف نے کہا۔

''میرے کہنے پر تم خود ہی ساتھ آنے اور جنگلی زندگی دیکھنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ میں نے تمہیں ساتھ آنے کے لئے زبردستی مجبور تو نہیں کیا تھا''...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

''ہونہہ۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ جنگلوں کی زندگی اس قدر خوفناک ہو گی اور ہماری جانوں پر بن سکتی ہے''...... انسپکٹر آصف نے جواباً منہ بنا کر کہا۔

''اگر تم اتنا ہی ڈر رہے ہو تو جاؤ واپس چلے جاؤ۔ ہم میں سے تمہیں کوئی نہیں روکے گا''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''کیا زابیلا مجھے یہاں سے زندہ سلامت جانے دے گی''...... انسپکٹر آصف نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ کیپٹن حمید کوئی جواب دیتا انہوں نے جھاڑیوں سے زابیلا کو نکل کر واپس آتے دیکھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس طرح جا رہی تھی جہاں کرنل فریدی موجود تھا۔

''لو آ گئی ہے بدروحوں کی ملکہ۔ ہمت ہے تو جاؤ اور جا کر اس سے واپس جانے کی اجازت لے لو''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''میرا اس کے ہاتھوں مرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے''...... انسپکٹر آصف نے منہ بنا کر کہا۔

''کرنل فریدی۔ اٹھو۔ ہمیں ابھی اور اسی وقت یہاں سے جانا

ہے“...... زابیلا نے کرنل فریدی کی طرف بڑھتے ہوئے تیز آواز میں کہا اور کرنل فریدی فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”کیوں کیا ہوا“...... کرنل فریدی نے اس سے پوچھا۔

”ہمارے دشمن ہمارے سروں تک آ پہنچے ہیں۔ اگر ہم یہاں رکے رہے تو وہ ہم سے پہلے سیاہ صندوق تک پہنچ جائیں گے“...... زابیلا نے کہا۔ وہ سب ان دونوں کی باتیں بخوبی سن رہے تھے۔

”یہ کن دشمنوں کا کہہ رہی ہے“...... روزا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا معلوم“...... طارق نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہو۔ ہم سب تیار ہیں۔ چلو اٹھو سب۔ ہمیں ابھی روانہ ہونا ہے“...... کرنل فریدی نے پہلے زابیلا اور پھر اس نے سب سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سب برے برے منہ بناتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اپنے بیگوں میں سامان ڈالا جو انہوں نے ضرورت کے لئے باہر نکال رکھا تھا اور پھر وہ سب زابیلا کے ساتھ ایک طرف روانہ ہو گئے۔

”یہ کن دشمنوں کا کہہ رہی تھی۔ کیا ہمارے علاوہ بھی کوئی اور اس سیاہ صندوق کو حاصل کرنا چاہتا ہے“...... طارق نے تیز تیز چلتے ہوئے کرنل فریدی کے نزدیک آ کر کہا۔

”ہاں“...... کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”کون ہے وہ“...... طارق نے پوچھا۔

”جب وہ سامنے آئیں گے تو خود ہی دیکھ لینا“...... کرنل فریدی نے سادہ سے انداز میں کہا۔

”اوہ۔ کیا ان کی تعداد ایک سے زائد ہے“...... طارق نے پوچھا۔

”شاید“...... کرنل فریدی نے کاندھے اچکا کر کہا۔

”کیوں۔ تم نہیں جانتے۔ زابیلا نے ان کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتایا“...... طارق نے کہا۔

”میں انہیں جانتا ہوں“...... کرنل فریدی نے کہا۔

”جانتے ہو تو بتاؤ تاکہ ہم فیس ٹو فیس ہونے کے لئے ذہنی طور پر تیار رہ سکیں“...... طارق نے کہا۔

”میں نے کہا ہے نا جب وہ سامنے آئیں گے تو تمہیں خود ہی ان کے بارے میں پتہ چل جائے گا“...... کرنل فریدی نے جواب دیا اور طارق نے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے۔

”کیا ان کا تعلق بھی شیطان سے ہے“...... طارق نے چند لمحے توقف کے بعد پھر پوچھا۔

”نہیں۔ وہ میری اور تمہاری طرح انسان ہیں“...... کرنل فریدی نے کہا۔

”ان انسانوں کا تعلق بھی تو شیطانوں سے ہو سکتا ہے“...... طارق نے کہا۔

”وہ زابیلا اور ہمارے خلاف کام کرنے کے لئے یہاں آئے

ہیں''...... کرنل فریدی نے کہا اور طارق چونک پڑا۔

''ہمارے خلاف''...... طارق نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہم زابیلا اور اس کے آقا کے لئے سیاہ صندوق حاصل کرنا چاہتے ہیں اور وہ زابیلا اور اس کے آقا کے خلاف اس صندوق کو حاصل کرنا چاہتے ہیں''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''اوہ۔ تو ان کا تعلق روشن دنیا سے ہے''...... طارق نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''شاید''...... کرنل فریدی نے اسی طرح سنجیدگی سے کہا۔

''تم یہ سب جانتے ہو تو پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ اس سیاہ صندوق میں کیا ہے، شیطانی ذریت اس صندوق کو حاصل کرنے کے لئے اس قدر بے تاب کیوں ہے''...... طارق نے کہا۔

''ہاں۔ میں جانتا ہوں''...... کرنل فریدی نے جواب دیا۔

''تو ہمیں بتانے میں کیا حرج ہے''...... طارق نے منہ بنا کر کہا۔

''زابیلا نہیں چاہتی کہ اس بارے میں تمہیں کچھ بتایا جائے''...... کرنل فریدی نے کہا اور طارق غرا کر رہ گیا۔

''اس شیطانی ذریت نے آخر تم پر ایسا کیا جادو کر دیا ہے جو تم اس کے غلام بن کر رہ گئے ہو۔ ہر کام اور ہر بات اسی کی مرضی سے کرتے ہو''...... طارق نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں اس کا غلام نہیں دوست ہوں۔ صرف دوست''...... کرنل

فریدی نے کہا۔

''ہونہہ۔ دوست۔ اگر وہ تمہاری دوست ہے تو ہم کون ہیں اور تمہارے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے''...... طارق نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

''تم بھی دوست ہو۔ یہ سب بھی''...... کرنل فریدی نے کہا اور طارق ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کرنل فریدی، زابیلا کے زیر اثر تھا اس سے بہتر جواب کی توقع کیا ہو سکتی تھی۔ زابیلا ان دونوں سے آگے تھی۔ وہ ان کے لئے جنگل کے راستے صاف کر رہی تھی۔ بارش ختم ہو چکی تھی لیکن جنگل میں ہر طرف پانی ہی پانی پھیلا ہوا تھا۔ جنگل کے کچھ حصے نشیبی اور کچھ دلدلی تھے۔ زابیلا انہیں ڈارک ورلڈ کی طرف ایسے راستوں سے گزار کر لے جا رہی تھی جو دوسرے علاقوں سے کم خطرناک تھے۔ ڈھلانی راستوں پر وہ نہایت آہستہ آہستہ اترتے تھے کیونکہ ان پر بے حد پھسلن ہوتی تھی۔ پھسلن سے بچنے کے لئے وہ درختوں اور جھاڑیاں پکڑ کر نیچے اترتے تھے۔

ڈھلانی راستوں سے ہوتے ہوئے وہ جنگل کے ایک ایسے حصے میں آ گئے جہاں درختوں کی تعداد بے حد کم تھی۔ البتہ میدان کراٹا کی باڑھ سے بھرا ہوا تھا۔ کراٹا کے سبز اور کانٹے دار پودے ان کے قدوں سے بھی کئی کئی فٹ اونچے تھے۔ ان پودوں کی طرف آتے ہی زابیلا نے طارق کو آگے آنے کے لئے کہا اور اس سے کہا کہ وہ تلوار سے ان پودوں کو کاٹ کر راستہ بناتا جائے۔ طارق

بھلا اس کی بات کہاں سننے والا تھا لیکن کرنل فریدی نے بھی جب اسے یہی حکم دیا تو طارق مجبوراً ان کے آگے آ گیا۔ اس کے پاس دو تلواریں تھیں جو اس نے ہوبان قبیلے کے وحشیوں کی لاشوں کے پاس سے اٹھائی تھیں۔ اس نے جگدیش کو اشارہ کر کے اپنے قریب بلایا اور ایک تلوار اسے تھما دی اور پھر وہ دونوں تلواروں سے باڑھ کاٹتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے اور باقی سب ان کے پیچھے چلنا شروع ہو گئے۔

اس میدان سے نکل کر وہ پہاڑی علاقے میں پہنچے اور پھر پہاڑی راستوں سے گزرتے ہوئے ایک بار پھر گھنے جنگل میں داخل ہو گئے۔ جنگل کا یہ حصہ بے حد طویل تھا۔ زابیلا انہیں درختوں کے درمیان سے گزارتی ہوئی لے جا رہی تھی۔ اس نے کرنل فریدی کو بتایا تھا کہ جنگل کے اس حصے میں چند زندہ درخت بھی موجود ہیں جو نہ صرف حرکت کرتے ہیں بلکہ ان کی لمبی اور کانٹوں بھری شاخیں قریب سے گزرنے والے جانداروں کو فوراً دبوچ لیتی ہیں اور پھر وہ جاندار چاہے انسان ہو یا کوئی جانور اس وقت تک ان شاخوں سے آزاد نہیں ہوتا جب تک کہ درخت کے ذریعے اس کا سارا خون نہ چوس لیتا اور وہ جاندار ہلاک نہ ہو جاتا۔

زابیلا کے کہنے کے مطابق زندہ درخت دیکھنے میں عام درختوں جیسے ہی دکھائی دیتے تھے اور شکار کو آتے دیکھ کر وہ عام درختوں کی طرح ساکت ہو جاتے تھے تاکہ کسی کو ان کے زندہ ہونے کا علم نہ

ہو سکے اور انجانے میں شکار چلتا ہوا اس درخت کے قریب آ جائے۔ زابیلا نے کرنل فریدی کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ساحرہ ہونے کے باوجود وہ بھی ان زندہ درختوں کی کوئی پہچان نہیں رکھتی تھی۔ کرنل فریدی نے ان زندہ درختوں کے بارے میں طارق اور باقی سب کو بتایا تو وہ پریشان ہو گئے اور اردگرد موجود درختوں کو خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگے اور جیسے ہی انہیں کسی درخت کی شاخیں ہلتی دکھائی دیتیں وہ اچھل کر اس سے دور ہٹ جاتے۔

''طارق صاحب۔ آپ کی زندگی تو ایسے ہی خطرناک اور پراسرار جنگلوں میں گزری ہے۔ کیا آپ بھی ان زندہ درختوں کو پہچان نہیں سکتے''...... رشیدہ نے چلتے ہوئے طارق سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''زندہ درختوں کے بارے میں سنا تو میں نے بھی بہت ہے لیکن میں نے آج تک ایسا کوئی درخت نہیں دیکھا جس کی شاخیں جانداروں کو دبوچ کر ان کا خون چوس لیتی ہوں۔ جب میں نے ان درختوں کو دیکھا ہی نہیں تو ان کی پہچان کیا ہے۔ یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں''...... طارق نے کہا۔

''اگر آپ نے ان زندہ درختوں کے بارے میں سنا بھی ہے تب بھی آپ کو یہ تو پتہ ہونا چاہئے کہ اس درخت کی ہئیت کیسی ہوتی ہے اور وہ کس طرح حرکت کرتے ہیں''...... انسپکٹر ریکھا نے کہا۔

''ان درختوں کے بارے میں، میں اتنا جانتا ہوں کہ ان کی شاخیں بیلوں کی طرح بے حد لمبی اور نرم ہوتی ہیں اور ان میں چھوٹے چھوٹے کانٹے ہوتے ہیں جبکہ دیکھنے میں وہ درخت بھی عام درختوں جیسا ہی ہوتا ہے''...... طارق نے کہا۔

''اوہ۔ تب تو ہمیں بیلوں جیسی شاخوں والے درختوں سے دور ہی رہنا چاہئے''...... انسپکٹر آصف نے فوراً کہا۔

''کس کس درخت سے دور رہو گے تم۔ یہاں ہر طرف درخت ہی درخت ہیں۔ تقریباً تمام درختوں کی شاخیں لمبی، بیلوں جیسی اور کانٹے دار دکھائی دے رہی ہیں۔ ان میں سے کون سا درخت زندہ درخت ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا''...... طارق نے کہا۔

''یہ تو اس شیطانی ذریت کا کام ہے کہ یہ ہمیں ایسے خطرناک درختوں سے بچائے۔ ہم اسی کے لئے تو آگے جا رہے ہیں''۔ انسپکٹر آصف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''وہ اپنے طور پر خیال تو رکھ رہی ہے لیکن ایسے درختوں کے بارے میں وہ بھی کچھ نہیں جانتی۔ اگر ہم ان درختوں سے بچ کر نکل گئے تو ٹھیک ہے ورنہ ہماری قسمت''...... روزا نے کہا۔

''تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تمہارے دل میں اس شیطانی ذریت کے لئے ہمدردی کا جذبہ جاگ گیا ہو''...... کیپٹن حمید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''اس میں ہمدردی والی کون سی بات کی ہے میں نے''...... روزا

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ ہم اس شیطانی ذریت کے کہنے پر کیوں عمل کر رہے ہیں''...... روزا نے بری طرح سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

''ہم مجبور ہیں''...... انسپکٹر ریکھا نے کہا۔

''ہونہہ۔ کیا ہماری یہ مجبوری ہے کہ اگر ہم اس کا کام نہیں کریں تو یہ ہمیں ہلاک کر دے گی لیکن تم سب یہ کیوں نہیں سوچ رہے کہ ہم شیطانوں کی شیطان کاریوں میں ان کا ساتھ دیئے جا رہے ہیں''...... روزا نے کہا۔

''ہاں۔ یہ تو ہے۔ لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ہمیں کرنل فریدی نے اپنے ساتھ باندھ رکھا ہے''...... انور نے کہا۔

''کرنل فریدی کو تو اس شیطانی ذریت نے اپنے بس میں کیا ہوا ہے۔ وہ تو وہی کریں گے جو یہ کہے گی''...... روزا نے کہا۔

''تو تم کیا چاہتی ہو کیا ہم کرنل فریدی کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یہ ذریت ہمیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دے گی۔ تم نے ان ساتھیوں کا حشر نہیں دیکھا تھا جنہیں اس نے انگلیوں کے محض اشاروں سے اٹھا اٹھا کر پٹختے ہوئے ہلاک کر دیا تھا''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''پھر مطلب تو یہی ہوا نا کہ ہم موت کے خوف سے اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ شیطانی کاموں میں اس کا

حصہ بننے کے لئے اس کے ساتھ جا رہے ہیں''...... روزا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہمیں موت کا خوف نہیں ہے۔ لیکن کرنل فریدی جو کچھ کر رہا ہے۔ اس میں شاید کوئی راز پوشیدہ ہو۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ کرنل فریدی تیل دیکھ رہا ہو اور تیل کی دھار دیکھ رہا ہو''...... ہریش نے کرنل فریدی کے حق میں بولتے ہوئے کہا۔

''کیسا تیل اور کیسی تیل کی دھار۔ تم نے کرنل فریدی کا بدلا ہوا انداز اور اس کے سخت لہجے میں پر غور نہیں کیا۔ وہ پوری طرح سے اس بدروح کا اسیر ہو چکا ہے''...... انسپکٹر آصف نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

''اس سلسلے میں طارق صاحب بھی کچھ نہیں کر رہے''...... رشیدہ نے کہا۔

''میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں بھی کرنل فریدی کی وجہ سے خاموش ہوں۔ پتہ نہیں اس کے ذہن میں کیا ہے''...... طارق نے کہا۔

''کیا ہم کسی طرح اس بدروح سے اپنی جان نہیں چھڑا سکتے''...... رشیدہ نے کہا۔

''بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے۔ مگر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا۔ میرا دل بھی شیطان کی معاونت کے لئے نہیں مان رہا''...... طارق نے کہا۔

''ہمارا بھی یہی حال ہے۔ ہم زبردستی ہی اس کے ساتھ جا

رہے ہیں''...... روزا نے کہا۔

''میں نے اس پر فائرنگ کی تھی لیکن گولیوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہم اسے کم از کم اسلحے سے ہلاک نہیں کر سکتے''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''ایسی رذیل بدروحوں پر کسی اسلحے کا اثر نہیں ہوتا''...... طارق نے منہ بنا کر کہا۔

''آگ کا بھی اثر نہیں ہو گا اس پر''...... روزا نے پوچھا اور وہ سب چونک پڑے۔

''آگ۔ کیا مطلب''...... طارق نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں شیطانی ذریات کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتی لیکن میں نے چند کتابوں میں پڑھا ہے کہ شیطانی بدروحیں اور بھوت پریت آگ سے بے حد ڈرتے ہیں۔ جہاں آگ ہوتی ہے یہ وہاں سے دور ہی رہتے ہیں''...... رواز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ اس پر آگ بھی اثر کرے گی''...... طارق نے کہا۔

''ایسا کیوں کہہ رہے ہیں آپ''...... روزا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مجھے یاد آ رہا ہے۔ جب قبیلے کے پجاریوں نے مجھے ان

ساگندیوں کے بارے میں بتایا تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ایسی بدروحوں پر آگ، پانی، تیر تلوار اور جدید سے جدید ہتھیار بھی اثر نہیں کرتا۔ یہ ہر لحاظ سے ناقابل تسخیر ہوتی ہیں''...... طارق نے کہا۔

''تو آپ کو ان پجاریوں نے ان ساگندیوں کو قابو کرنے اور فنا کرنے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا تھا''...... کیپٹن حمید نے پوچھا۔

''بتایا تھا''...... طارق نے کہا اور وہ سب چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگے۔

''بتایا تھا تو آپ اب تک خاموش کیوں ہیں۔ آپ نے اس کے خلاف کچھ کیا کیوں نہیں''...... روزا نے حیرت اور قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں وقت کا انتظار کر رہا ہوں''...... طارق نے کہا۔

''کس وقت کا انتظار کر رہے ہیں آپ۔ جب یہ ہمارے ذریعے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ سیاہ صندوق حاصل کر لے گی جس میں نجانے کون سا شیطانی راز چھپا ہوا ہے''۔ انسپکٹر ریکھا نے بھی اسی انداز میں کہا۔

''ایسا ہی سمجھ لو''...... طارق نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔

''میں سمجھ گئی''...... رشیدہ نے اچانک کہا اور وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''کیا سمجھ آیا ہے تمہیں۔ بتاؤ''...... انور نے کہا۔

''طارق صاحب اس ذریت کے ذریعے اس سیاہ صندوق تک پہنچنا چاہتے ہیں تاکہ یہ جان سکیں کہ اس صندوق میں ہے کیا۔ صندوق کا راز جان کر صندوق اور اسے ایک ساتھ ختم کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں''...... رشیدہ نے کہا اور اس کی بات سن کر طارق کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ آ گئی۔

''آپ کی مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ رشیدہ کا تجزیہ غلط نہیں ہے''...... کیپٹن حمید نے کہا لیکن طارق نے کوئی جواب نہ دیا۔

''کیا آپ کو یقین ہے کہ اگر اس ذریت کو فنا کر دیا جائے تو کرنل فریدی صاحب اس کے سحر سے نکل آئیں گے''...... رشیدہ نے پوچھا۔

''احمقانہ باتیں مت کرو۔ اس نے کرنل صاحب پر سحر کیا ہوا ہے۔ جب یہی نہیں رہے گی تو اس کا سحر کیا کر سکتا ہے''...... انور نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اچانک انہوں نے ایک درخت کی لمبی لمبی شاخیں حرکت کرتے ہوئے دیکھیں۔ درخت ان سب سے چند فٹ کے فاصلے پر تھا۔ اس کی بیلوں جیسی لمبی شاخیں جن پر چھوٹے چھوٹے کانٹے تھے تیزی سے ان کی طرف لپکیں۔ شاخوں کی حرکت دیکھ کر وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئے۔ شاخیں سانپوں کی طرح لہراتی ہوئی جیسے ہی طارق کے قریب آئیں طارق نے ہاتھ میں موجود تلوار تیزی سے چلانی شروع کر دی۔ کئی شاخیں

کٹیں اور ان کٹی ہوئی شاخوں کے سروں سے خون پھوٹ پڑا جبکہ کٹ کر گرنے والی شاخیں یوں کلبلا رہی تھیں جیسے سانپ ہوں اور ان کے پھن کاٹ دیئے گئے ہوں۔

"اس درخت پر فائرنگ کرو۔ ہری اپ۔ یہ زندہ درخت ہے"...... طارق نے چیختے ہوئے کہا اور ان سب نے بوکھلائے ہوئے انداز میں مشین پسٹل نکالے اور ماحول یکلخت فائرنگ کی تیز آوازوں سے گونجنے لگا۔ گولیاں تڑاتڑ درخت پر پڑ رہی تھیں اور تنے میں ہونے والے سوراخوں سے خون فواروں کی طرح اچھلنے لگا۔ جیسے اس درخت میں خون ہی خون بھرا ہو۔ درخت کی ساری شاخیں حرکت میں آ گئی تھیں۔ ان میں سے کئی شاخیں ان پر جھپٹیں لیکن طارق اچھل اچھل کر ان شاخوں پر وار کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر جگدیش بھی آگے آیا اور اس نے بھی قریب آنے والی شاخوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ دوسری تلوار اسی کے پاس تھی۔ کرنل فریدی اور زابیلا آگے تھیں۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر وہ دونوں تیزی سے مڑے اور پھر زابیلا اور کرنل فریدی دوڑتے ہوئے اس طرف آ گئے۔

"ہٹو۔ پیچھے ہٹو۔ جلدی"...... زابیلا نے چیختے ہوئے کہا اور وہ سب تیزی سے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ زابیلا نہایت غضبناک نظروں سے درخت کو گھور رہی تھی۔ اسی لمحے درخت کے اوپر والے حصے سے لمبی شاخیں نکل کر اس کی طرف بڑھیں۔ زابیلا نے فوراً دونوں

ہاتھ اٹھائے اور پنجے کھول کر درخت کی طرف کر دیئے۔ اس نے دونوں ہاتھ ایک ساتھ جھٹکے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے سرخ لہریں سی نکل کر درخت پر پڑیں۔ جیسے ہی سرخ لہریں درخت کے تنے پر پڑیں ماحول اچانک ایسی آوازوں سے گونج اٹھا جیسے کوئی بہت بڑا اژدہا چنگھاڑیں مار رہا ہو اور پھر انہوں نے درخت کی تمام شاخوں کو بے جان ہو کر لٹکتے ہوئے دیکھا۔

"تم سب ٹھیک ہو"...... زابیلا نے ان کی طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ ہم سب ٹھیک ہیں"...... طارق نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"کسی کو درخت کی شاخوں کا کوئی کانٹا تو نہیں لگا۔ اگر لگا ہے تو بتا دو۔ اس درخت کے کانٹے زہریلے ہوتے ہیں۔ اگر زہر کا اثر ہو گیا تو اس شخص کا بچنا مشکل ہو جائے گا"...... زابیلا نے ان سب کو باری باری دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ درخت کی حرکت کا ہمیں فوراً پتہ چل گیا تھا۔ ہم نے شاخیں قریب نہیں آنے دی تھیں۔ کسی کو کوئی کانٹا نہیں لگا"...... طارق نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے زابیلا کو جواب دیا۔ اس کے ساتھیوں نے طارق کی تائید میں اثبات میں سر ہلا دیئے۔

"ٹھیک ہے۔ چلو۔ بس تھوڑا سفر باقی ہے۔ پھر ہم اس

خطرناک جنگل سے نکل جائیں گے''...... زابیلا نے کہا اور ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور وہ ایک بار پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

''چند گھنٹوں بعد وہ جنگل کے گھنے درختوں سے نکل آئے اور پھر انہیں اگلے دو گھنٹے ایک دلدلی علاقے سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد وہ نشیب سے ہوتے ہوئے ایک چٹیل میدان میں پہنچ گئے جہاں نہ درخت تھے نہ جھاڑیاں اور نہ اور کوئی دوسرا پودا۔ میدان کے دوسری طرف ایک طویل اور چوڑی نہر زور شور سے بہہ رہی تھی۔ وہ چٹانوں پر سے گزرتے ہوئے نہر کے کنارے کی طرف بڑھے تو انہیں وہاں آٹھ دس افراد دکھائی دیئے۔ وہ سب نہر کی طرف دیکھ رہے تھے اس لئے ان میں سے کسی نے انہیں اس طرف آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی کرنل فریدی سمیت سب وہیں رک گئے۔

''یہ۔ یہ تو عمران اور اس کے ساتھی ہیں۔ یہ یہاں کیا کر رہے ہیں''...... طارق نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''یہی تو ہیں وہ دشمن جن سے زابیلا نے فریدی صاحب کو آگاہ کیا تھا''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''دشمن اور عمران۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم جانتے تھے کہ زابیلا نے ان کے بارے میں ہی کہا تھا''...... روزا نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ فریدی صاحب نے شروع میں ہی ان کے بارے میں مجھے بتا دیا تھا کہ کسی مرحلے پر ہمارا ان سے ٹکراؤ ممکن ہو سکتا ہے''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''اوہ۔ تم نے یہ بات ہمیں پہلے کیوں نہیں بتائی''...... انور نے بھی اسی انداز میں کہا۔

''کیا ضرورت تھی بتانے کی''...... کیپٹن حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''جب یہ سامنے آتے تو سب کو پتہ چل ہی جانا تھا''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی''...... طارق نے منہ بنا کر کہا۔ پانی کے تیز شور میں عمران اور اس کے ساتھیوں تک ان کی آوازیں نہیں پہنچ رہی تھیں کیونکہ ابھی تک ان میں سے کوئی بھی نہیں مڑا تھا۔

''کرنل فریدی۔ انہیں سیاہ صندوق تک نہیں پہنچنا چاہئے''...... زابیلا نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں پہنچیں گے''...... کرنل فریدی نے جواب دیا۔

''تم سب بھی کان کھول کر سن لو۔ اگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ بچا تو تم میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا''...... زابیلا نے ان سب کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے انہوں نے عمران کے سیاہ فام ساتھی کو بڑا خنجر لئے نہر کے کنارے

پر موجود درختوں کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اسے درختوں کی طرف جاتے دیکھ کر کرنل فریدی تیزی سے آگے بڑھا۔

''رک جاؤ''...... کرنل فریدی نے چیختے ہوئے کہا اور اس کی آواز سن کر نہ صرف جوزف بلکہ عمران اور اس کے ساتھی بھی بری طرح سے چونک پڑے۔ وہ تیزی سے مڑے اور پھر ان کی نظریں جیسے ہی کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں پر پڑیں وہ بے اختیار اچھل پڑے اور ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

''پیر و مرشد۔ آپ یہاں اور وہ بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ۔ یا حیرت۔ یہ سچ مچ آپ ہیں یا ہم سب ایک دوسرے کو اپنے اپنے خوابوں میں دیکھ رہے ہیں''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اپنی آنکھیں یوں ملنے لگا جیسے اسے کرنل فریدی کو دیکھ کر اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آ رہا ہو اور پھر وہ تیزی سے کرنل فریدی کی طرف آیا اور اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا جیسے قصائی بکرے کو سر سے پیروں تک دیکھتا ہے۔

''سیدھے ہو کر کھڑے ہو جاؤ عمران''...... کرنل فریدی نے غرا کر کہا۔

''سیدھے ہو کر۔ ارے۔ آپ کے لئے میں سیدھا تو کیا۔ اٹن شن بھی ہو سکتا ہوں۔ بہرحال السلام علیکم۔ سنائیں کیا حال چال ہیں آپ کے اور آپ کے بیوی بچے۔ ارے ہیپ۔ میں بھول گیا تھا۔ بیوی بچوں کے معاملے میں تو آپ میری صف میں بلکہ میری کشتی میں سوار ہیں جو نہ تیر کر کسی کنارے پر لگتی ہے اور نہ ڈوبتی ہے''...... عمران نے چہکتے ہوئے کہا اور مصافحے کے لئے کرنل فریدی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن کرنل فریدی نے اس سے ہاتھ نہ ملایا۔

''میں تم سے یہاں ہاتھ ملانے کے لئے نہیں آیا ہوں''...... کرنل فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔

''تو گلے مل لیتے ہیں۔ یہ کون سی مشکل بات ہے''...... عمران نے کہا اور فوراً کرنل فریدی کے گلے لگ گیا۔

''ہٹو۔ پیچھے ہٹو۔ احمق کہیں کے''...... کرنل فریدی نے اسے خود سے الگ کر کے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا اور عمران حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل فریدی کا چہرہ غصے سے بگڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں سرخی تیر رہی تھی۔

''بڑے غصے میں نظر آ رہے ہیں پیر و مرشد۔ آپ مجھے پہچانتے بھی ہیں یا نہیں۔ اگر جنگل میں آ کر آپ کی آنکھوں میں ککرے پڑ گئے ہیں تو کوئی بات نہیں ۔ میں خود ہی آپ کو اپنا تعارف کرا دیتا ہوں۔ من کہ مسمی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)۔ آپ کا تابعدار، فرمانبردار، غمگسار، دلدار مرید''...... عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر قدرے جھکتے ہوئے کہا اور پھر عمران کی نظریں کیپٹن حمید، طارق اور قاسم سمیت سب کی طرف گئیں۔

''اخاہ۔ جناب کپتان صاحب بھی موجود ہیں۔ کھالہ جاد، طارق

صاحب کے ساتھ روزا، ریکھا اور ہریش بھی ہیں۔ واہ۔ واہ۔ لگتا ہے آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں پکنک منانے کے لئے آئے ہیں بھئی۔ مجھے تو آپ سب کو یہاں دیکھ کر بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں۔ خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ بلکہ یہاں دیوانوں کی کمی نہیں ہے۔ میرے ساتھی اور آپ کے ساتھی بھی اسی زمرے میں آئے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"میں یہاں پکنک منانے کے لئے نہیں آیا"...... کرنل فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو کیا یہاں شادی وادی کرنے کے لئے آئے ہیں۔ پھر ملی کوئی بلیک بیوٹی"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"میں یہاں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی موت بن کر آیا ہوں۔ عمران"...... کرنل فریدی نے کہا اور اس کا بدلا ہوا انداز اور لہجہ سن کر نہ صرف عمران بلکہ اس کے ساتھی بھی چونک پڑے اور حیرت بھری نظروں سے کرنل فریدی کی طرف دیکھنے لگے جیسے انہیں کرنل فریدی کے غصے کی وجہ سمجھ میں نہ آ رہی ہو۔

"موت بن کر۔ باپ رے۔ کیا آپ نے ملک الموت کے کام کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ کیا آپ ہمیں ان جنگلوں میں ماریں گے اور وہ بھی کنوارا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ تم سب یہاں آ تو گئے ہو لیکن یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے"...... کرنل فریدی نے اسی انداز میں کہا اور

عمران کے چہرے پر سچ مچ حیرت کے بادل امنڈ آئے۔ وہ اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ کرنل فریدی اس سے مذاق کر رہا ہے حالانکہ کرنل فریدی کی مذاق کرنے کی عادت نہیں تھی۔

"مجھ سے کیا گستاخی، کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے پیر و مرشد جو آپ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں"...... عمران نے قسمی سی صورت بنا کر کہا۔ اسی لمحے جوزف تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔ جس کی نظریں کافی دیر سے زابیلا پر گڑی ہوئی تھیں۔

"باس۔ ایک منٹ میری بات سنو"...... جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ عمران نے اس کی طرف دیکھا تو وہ آگے آیا اور عمران کے کان میں کچھ کہنے لگا۔ اس کی بات سنتے ہوئے عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔ وہ مسلسل کرنل فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نظریں گھوم کر زابیلا کی طرف گئیں اور اسے زابیلا کے ہونٹوں پر انتہائی زہریلی اور خوفناک مسکراہٹ دکھائی دی۔

"اوہ۔ تو یہ بات ہے"...... جوزف کی بات سن کر عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم پیچھے جاؤ"...... عمران نے کہا اور جوزف سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"تو جناب پیر و مرشد محترم دی گریٹ کرنل فریدی صاحب۔

آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں“...... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”ہاں“...... کرنل فریدی نے اسی انداز میں کہا۔

”کرنل فریدی۔ سوچ کیا رہے ہو۔ آگے بڑھو۔ ختم کر دو اسے۔ یہ تمہارا دشمن نمبر ایک ہے“...... زابیلا نے چیختے ہوئے کہا اور کرنل فریدی نے فوراً پہلو میں اڑسا ہوا مشین پسٹل نکال لیا۔ اسی لمحے وہاں جھماکا ہوا اور اچانک وہاں زابیلا کی ہمشکل ہابیلا نمودار ہو گئی۔ اسے نمودار ہوتے دیکھ کر وہ سب چونک پڑے۔

”ہابیلا۔ تم یہاں۔ کہاں چلی گئی تھی تم“...... زابیلا نے ہابیلا کو دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے انہیں ہلاک کرنے کے لئے اپنا سب سے بڑا سحر، شاناری سحر کا استعمال کیا تھا۔ اس جادو کے تحت ان سب کو ہر حال میں ہلاک ہو جانا چاہئے تھا لیکن مکاشو اور اس کے دست راست فادر جوشوا کے سرخ محافظوں نے ان سب کو بچا لیا تھا۔ میرا سحر چونکہ ناکام ہو گیا تھا اس لئے میری صلاحیتیں اور طاقتیں بے حد کمزور ہو گئی تھیں۔ اپنی طاقتوں اور صلاحیتوں کو بحال کرنے کے لئے مجھے تاریکی میں جانا پڑا تھا۔ مجھے دو دن اور دو راتیں ان کی وجہ سے تاریکی میں رہنا پڑا تھا“...... ہابیلا نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو نفرت زدہ نظروں سے گھورتے ہوئے زابیلا کو بتایا۔

”اوہ۔ میں بھی حیران تھی کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کہاں گم

ہو گئی ہو۔ تمہارے بارے میں پوچھنے کے لئے تابوش دو بار مجھے بلا چکا ہے اور میں نے تمہیں تلاش بھی کیا تھا“...... زابیلا نے کہا۔

”میں تاریک دنیا کے تاریک کنویں میں تھی“...... ہابیلا نے کہا۔

”اوہ۔ تاریک کنویں کا مجھے خیال نہیں آیا تھا۔ بہرحال تم واپس آ گئی ہو۔ میرے لئے یہ خوشی کی بات ہے“...... زابیلا نے کہا۔

”تاریک کنویں میں مجھے تنہا رہنے سے بے حد اذیت ہوئی تھی۔ یہ سب چونکہ پاناشی اور اس کے ساتھیوں کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے میں یہاں ان سے بدلہ لینے کے لئے آئی ہوں۔ اس بار میں ان پر کالی ماشا کا سب سے بڑا وار کروں گی۔ ایسا وار جس سے ان کے جسم دھماکوں سے پھٹ جائیں گے اور یہاں ہر طرف ان کے ٹکڑے بکھر جائیں گے“...... ہابیلا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ نہیں۔ کالی ماشا کا وار مت کرنا۔ اگر تم نے ان پر کالی ماشا کا وار کیا تو تمہاری ساری کی ساری طاقتیں ختم ہو جائیں گی اب تو تم دو دن بعد دو راتیں تاریک کنوئیں میں گزار کر آئی ہو۔ اس وار کے بعد تمہیں کئی صدیاں اسی تاریک کنوئیں میں گزارنی پڑیں گی۔ وہ بھی بھوکی پیاسی اور تن وتنہا“...... زابیلا نے کہا۔

”ایسا تو تب ہو گا نہ جب میرا یہ وار بھی ان پر ناکام ہو جائے گا“...... ہابیلا نے کہا۔

”تم رکو۔ ان سب کی ہلاکت طے ہے۔ اب ان میں سے کوئی بھی بچ نہیں سکے گا“...... زابیلا نے کہا۔

”کیا مطلب“...... ہابیلا نے کہا۔

”خود دیکھ لینا۔ کرنل فریدی۔ کیا کہا ہے میں نے تم سے۔ ختم کر دو انہیں“...... زابیلا نے پہلے ہابیلا اور پھر کرنل فریدی کی طرف دیکھ کر انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”ختم کر دو ان سب کو“...... کرنل فریدی نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر چیختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے مشین پسٹل کا ٹریگر دبا دیا۔ گولیاں عمران کی طرف بڑھی لیکن عمران کی نظریں پہلے ہی کرنل فریدی کی ٹریگر کی انگلی پر جمی ہوئی تھیں۔ کرنل فریدی نے جیسے ہی ٹریگر دبایا عمران اچھلا اور گولیاں اس کے نیچے سے نکلتی چلی گئیں۔ اس کے پیچھے کھڑے اس کے ساتھیوں نے بھی فوراً دائیں بائیں چھلانگیں لگا دیں ورنہ کرنل فریدی کی فائرنگ سے ان میں سے ایک آدھ ضرور نشانہ بن جاتا۔

کیپٹن حمید اور ان سب کے پاس اسلحہ نہیں تھا۔ وحشیوں کو ہلاک کرتے ہوئے ان کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا اس لئے وہ عمران کے ساتھیوں پر اسلحے سے حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ کرنل فریدی کا حکم سن کر ان سب نے طارق کی طرف دیکھا تو طارق نے انہیں مخصوص اشارہ کرتے ہوئے انہیں کرنل فریدی کا حکم ماننے کا کہا۔ چنانچہ ان سب نے کاندھوں سے اپنے بیگ اتار کر نیچے پھینکے اور تیزی سے عمران کے ساتھیوں کی طرف بڑھے۔ انہیں اپنی طرف خالی ہاتھ آتے ہوئے دیکھ کر جولیا، صفدر، تنویر اور باقی سب نے

بھی کاندھوں سے بیگ اتار دیئے تھے اور وہ سب ان سے لڑنے کے لئے تیار تھے۔

کرنل فریدی مسلسل عمران پر فائرنگ کر رہا تھا لیکن عمران سنگ آرٹ کا مخصوص مظاہرہ کرتے ہوئے گولیوں سے بچ رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں کرنل فریدی کے مشین پسٹل کا میگزین خالی ہو گیا تو اس نے جھلاتے ہوئے مشین پسٹل ایک طرف پھینک دیا۔ مشین پسٹل خالی ہوتے ہی عمران نے ہوا میں اچھلتے ہوئے قلابازی کھائی اور گھومتا ہوا کرنل فریدی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

''شیطانی طاقت نے تمہیں زیر اثر کرنے کے ساتھ تمہاری صلاحیتیں بھی ختم کر دی ہیں کرنل فریدی۔ تمہاری چلائی ہوئی ایک بھی گولی مجھے نہیں چھو سکی حالانکہ تم اڑتے ہوئے پرندے کو بھی دیکھے بغیر نشانہ بنا سکتے ہو''...... عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''مشین پسٹل میں گولیاں کم تھیں ورنہ تم میرے نشانے سے بچ نہیں سکتے تھے''...... کرنل فریدی نے غرا کر کہا۔

''بہانہ اچھا ہے''...... عمران نے ہنس کر کہا۔ اس کی ہنسی میں طنز بھرا ہوا تھا۔

''تم گولیوں سے ہلاک نہیں ہوئے تو کیا ہوا۔ کرنل فریدی کے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ تم جیسے چوہے کی گردن پکڑ کر مروڑ سکے''...... کرنل فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں تو چوہا ہوں۔ تم شیطانی ذریت کا ساتھ دے رہے ہو اس لئے تم چوہوں سے بھی بدتر ہو گئے ہو''...... عمران نے کہا اور کرنل فریدی کا چہرہ غصے سے دہک اٹھا۔

''عمران''...... کرنل فریدی حلق کے بل غرایا اور اس نے اچانک اچھل کر عمران پر حملہ کر دیا۔ ہوا میں اچھلتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کا مکا عمران کے دائیں کاندھے پر پڑا۔ عمران اچھل کر بائیں پہلو کی طرف گرا۔ کرنل فریدی کا گھومتا ہوا جسم مڑا اور اس نے گرے ہوئے عمران پر گھٹنوں کے بل گرنا چاہا لیکن عمران فوراً کروٹ بدل گیا۔ اس سے پہلے کہ کرنل فریدی کے گھٹنے زمین پر پڑتے عمران زمین پر کسی پھرکی کی طرح گھوما اور اس کی ایک ٹانگ کرنل فریدی کے گھٹنے پر پڑی اور کرنل فریدی اٹھتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔

کرنل فریدی کو ٹانگ مارتے ہی عمران فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کرنل فریدی نے بھی اٹھنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں لگائی تھی۔ کھڑے ہوتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔ عمران نے اس سے بچنے کے لئے دائیں طرف چھلانگ لگانی چاہی لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے زور دار چیخ نکلی اور وہ اچھل کر پشت کے بل زمین پر گرا۔ کرنل فریدی کا زور دار مکا اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ عمران اٹھنے ہی لگا تھا کہ کرنل فریدی فوراً اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے عمران کے سر پر ٹانگ مارنی چاہی مگر عمران

بجلی کی طرح تڑپا اور اس نے کرنل فریدی کی ٹانگ دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے زور دار جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ کرنل فریدی لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اسی لمحے عمران اچھل کر کھڑا ہوا اور اس نے بیک کک کرنل فریدی کے سینے پر مار دی۔

کرنل فریدی پہلے ہی لڑکھڑا رہا تھا۔ اس کی بیک کک کھا کر وہ دھب سے نیچے گرا۔ عمران نے اس کے گرتے ہی چھلانگ لگائی اور ہوا میں اڑتا ہوا کرنل فریدی پر آیا مگر کرنل فریدی کروٹ بدل گیا تھا۔ عمران ٹھیک اسی جگہ گرا جہاں ایک لمحہ قبل کرنل فریدی موجود تھا۔ ٹھوس زمین پر گرنے سے بچنے کے لئے عمران نے فوراً دونوں ہاتھ آگے کر دیئے۔ وہ دونوں ہاتھوں اور پیروں کے پنجوں کے بل زمین پر گرا۔ اسی لمحے کرنل فریدی کی گھومتی ہوئی لات اس کے پہلو پر پڑی۔ عمران کو زور دار جھٹکا لگا اور اس کا جسم ہوا میں گھومتا ہوا دوسری طرف گرا۔ کرنل فریدی اٹھا اور اس نے اٹھتے ہی ایک بار پھر عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران نے رول ہو کر گرتے ہوئے کرنل فریدی کو اپنی طرف چھلانگ لگاتے دیکھ لیا تھا جیسے ہی کرنل فریدی اڑتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔ وہ کمر کے بل گھوما اور اس نے دونوں ٹانگیں ہوا میں اٹھتے ہوئے کرنل فریدی کے سینے پر ماریں۔ ٹانگیں کھا کر کرنل فریدی کا جسم اور بلند ہو گیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے آتا عمران اٹھا اور اس نے ہاتھ اٹھا کر کرنل فریدی کو ہوا میں ہی دبوچ کر پلٹ کر پھینکنا چاہا مگر اچانک کرنل فریدی نے ہوا

میں الٹی قلابازی کھائی اور اس کی دونوں ٹانگیں جڑ کر عمران کے سر سے ٹکرائیں۔ عمران کے منہ سے زور دار چیخ نکلی اور سر پکڑتا ہوا تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

کرنل فریدی قلابازی کھاتا ہوا جیسے ہی نیچے آیا عمران تیزی سے جھکا اس کے دونوں ہاتھ زمین پر لگے اور پھر وہ کسی توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح کرنل فریدی سے آ ٹکرایا۔ اس بار کرنل فریدی اس کی زد سے نہ بچ سکا۔ وہ پشت کے بل زمین پر گرا۔ عمران کا ہوا میں گھومتا ہوا جسم اس پر آ گرا۔ کرنل فریدی نے عمران کے گرتے ہی پوری قوت سے اپنی دونوں کہنیاں عمران کی پسلیوں میں ماریں اور ساتھ ہی اس کا سر پوری قوت سے اس کی ناک سے ٹکرایا۔ عمران کا جسم بری طرح سے تڑپا اور اس نے کرنل فریدی کے دائیں طرف گرتے ہوئے ٹانگیں سمیٹ کر کرنل فریدی کے پہلو میں مار دیں۔ کرنل فریدی گھومتا ہوا دور تک لڑھکتا چلا گیا۔

عمران فوراً اچھل کر سیدھا ہو گیا۔ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا اور کرنل فریدی کی اس کی پسلیوں پر کہنیاں مارنے سے برا حال ہو رہا تھا۔ یہ عمران ہی تھا جو کرنل فریدی کے اس زبردست اور خوفناک وار کے باوجود اس طرح اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ورنہ کرنل فریدی نے اس کی پسلیوں پر جس انداز میں ضربیں لگائی تھیں کوئی اور آسانی سے نہیں اٹھ سکتا تھا۔ عمران نے اٹھتے ہی زور زور سے سر جھٹکنا شروع کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت آ گئی تھی۔ کرنل

فریدی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اسے خوفناک نظروں سے گھور رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر عمران اپنی ایڑیوں پر لٹو کی مانند گھوما اور پھر اس کی لات پوری قوت سے کرنل فریدی کے بائیں کاندھے پر پڑی اور کرنل فریدی لڑکھڑا کر دائیں طرف جھکا ہی تھا کہ عمران پلک جھپکنے میں دوسری طرف گھوما اور اس کی دوسری لات کرنل فریدی کے بائیں پہلو پر پڑی اور کرنل فریدی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح گرتا چلا گیا۔

کرنل فریدی کو دونوں ٹانگوں کی ضربیں لگا کر عمران بھی پشت کے بل زمین پر گرا تھا۔ وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ کرنل فریدی نے لیٹے لیٹے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کے سر کی ٹکر پوری قوت سے عمران کے سینے پر پڑی اور عمران اچھل کر دور جا گرا۔ کرنل فریدی اٹھا اور اس نے اٹھتے ہوئے عمران پر ایک بار پھر ٹانگ چلا دی۔ اس کی ٹانگ عمران کے دائیں گال پر پڑی اور عمران کا گال اس طرح کٹتا چلا گیا جیسے اس پر خنجر کا وار کیا گیا ہو۔ کرنل فریدی کی ٹانگ ایک بار پھر چلی، لیکن عمران نے اس کی ٹانگ پکڑ کر اوپر کی طرف زور سے جھٹکا دیا تو کرنل فریدی کا جسم اوپر اٹھا اور قلابازی کھاتا ہوا عمران سے قدرے فاصلے پر دوبارہ ایک ٹانگ پر زمین پر آ گیا۔ عمران اٹھا اور اس نے دوڑتے ہوئے اچھل کر کرنل فریدی کی ناک پر مکا مار دیا۔ کرنل فریدی کی ناک سے خون بہہ نکلا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ اسی لمحے عمران بجلی کی طرح گھوما اور اس کی

بیک کک کرنل فریدی کے بائیں گال پر اس انداز میں پڑی کہ کرنل فریدی کا گال بھی عمران کے گال کی طرح کٹتا چلا گیا۔

ادھر عمران اور کرنل فریدی موت بن کر ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے ادھر عمران اور کرنل فریدی کے ساتھی ایک دوسرے کے سامنے آ گئے تھے اور ایک دوسرے سے یوں لڑ رہے تھے جیسے واقعی وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں۔ کیپٹن حمید اور تنویر ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ دونوں مارشل آرٹس، جوڈو اور کراٹے کے ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے، جیسے وہ ہر حال میں ایک دوسرے کو ختم کرنا چاہتے ہوں۔ صفدر کے مقابلے میں جگدیش تھا۔ چوہان اور خاور انسپکٹر ریکھا اور انسپکٹر آصف کے مقابلے میں تھے۔ اسی طرح روزا اور جولیا ایک دوسری پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں۔ انور اور رشیدہ، صدیقی اور نعمانی کے مقابلے پر تھے جبکہ طارق، جوزف کے سامنے تھا۔

طارق اور اس کے ساتھیوں نے جس شدت سے ان پر حملہ کیا تھا اس لئے وہ سب بھی اپنا دفاع کرتے ہوئے ان سے بھرپور انداز میں مقابلہ کر رہے تھے۔ ان میں سب کا جوڑ تقریباً برابر کا ہی تھا۔ کبھی کرنل فریدی کے ساتھی عمران کے ساتھیوں پر حاوی ہو جاتے تھے اور کبھی عمران کے ساتھی انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ وہ سب ایک دوسرے کو زخمی کر چکے تھے۔ کسی کا گال پھٹا ہوا تھا اور کسی کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ جگدیش اور صفدر کی لڑائی

اس قدر خطرناک ہو گئی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے سر پھاڑ چکے تھے۔ ان دونوں کے چہرے خون سے سرخ ہو رہے تھے لیکن وہ دونوں بلکہ ان میں سے جیسے کوئی بھی ہار ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ اچھل اچھل کر گرتے اور پھر اٹھ کر ایک دوسرے پر جان توڑ حملے کرنا شروع کر دیتے۔ جبکہ زابیلا اور ہابیلا ایک طرف کھڑیں خاموشی سے ان سب کو دیکھ رہی تھیں جیسے وہ کوئی دلچسپ تماشا دیکھ رہی ہوں۔ اس لڑائی میں سب سے عجیب بات یہ تھی کہ جوزف اور طارق ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے اپنے کسی نہ کسی ساتھی کے پاس جا گرتے تھے اور پھر اٹھتے ہوئے وہ اپنے اپنے ساتھیوں کو کوئی نہ کوئی بات کہہ دیتے تھے۔ نجانے وہ ان سے ایسا کیا کہتے تھے کہ وہ اور زیادہ شدت سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے۔

جوزف اور طارق کے چہروں پر بھی جا بجا زخم دکھائی دے رہے تھے جو ایک دوسرے کے حملوں میں انہیں لگے تھے۔ پھر لڑتے لڑتے وہ دونوں اچھل کر زابیلا اور ہابیلا کے پاس آ گرے۔ انہیں قریب گرتے دیکھ کر وہ دونوں پیچھے ہٹ گئیں۔ جوزف اور طارق فوراً اٹھے اور وہ اس بار ایک ساتھ ہوا میں اچھلے۔ ہوا میں اچھلتے ہی انہوں نے قلابازیاں کھائیں اور ہابیلا اور زابیلا کے عقب میں پہنچ گئے۔ اس سے پہلے کہ زابیلا اور ہابیلا ان کی طرف مڑتیں۔ دونوں ایک ساتھ ان پر جھپٹے اور زابیلا اور ہابیلا چیختی ہوئیں ہوا میں بلند ہوتی چلی گئیں۔ طارق اور جوزف نے انہیں گردنوں سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں وہ دونوں بری طرح سے ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں۔ لیکن جوزف اور طارق کی گرفتیں بے حد سخت تھیں۔

”بس کرو تم سب۔ اب یہ دونوں ہمارے قابو میں ہیں“۔ طارق اور جوزف نے چیختے ہوئے کہا اور عمران اور اس کے ساتھی اور کرنل فریدی اور اس کے ساتھی ہاتھ روک کر مڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔

”یہ تم دونوں کیا کر رہے ہو۔ چھوڑو انہیں“...... طارق اور جوزف کی گرفت میں دونوں ذریتوں کو جکڑے دیکھ کر کرنل فریدی نے چیختے ہوئے کہا اور وہ عمران کو بھول کر تیزی سے ان کی طرف بڑھا لیکن اسی لمحے عمران کی ٹانگ چلی اور کرنل فریدی چیختا ہوا منہ کے بل زمین پر گرا۔ کرنل فریدی نے غضبناک انداز میں سانپ کی طرح پلٹنا چاہا مگر اسی لمحے عمران کی ٹانگ پھر چلی اور کرنل فریدی کے سر پر پڑی۔ کرنل فریدی کے منہ سے چیخ نکلی۔ اس کے دماغ میں اندھیرا سا ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا عمران نے ایک بار پھر اس کے سر پر ضرب لگا دی۔ کرنل فریدی کا سر پوری قوت سے ٹھوس زمین سے ٹکرایا اور اندھیرا اس کی آنکھوں تک پھیل گیا۔

اس نے ایک بار پھر اٹھنا چاہا مگر اس کے سر پر یکے بعد دیگرے مزید دو دھماکے ہوئے اور وہ ساکت ہوتا چلا گیا۔

”جلدی کریں باس۔ کرنل صاحب کے دونوں ہاتھ اور ان کی

ٹانگیں پشت کی طرف باندھ دیں''...... جوزف نے چیختے ہوئے کہا۔
''سلیمان۔ تمہارے بیگ میں رسی کا بنڈل ہے وہ نکال کر دو مجھے''...... عمران نے چیختے ہوئے کہا تو سلیمان سر ہلا کر تیزی سے اپنے بیگ کی طرف بڑھا اور بیگ اٹھاتا ہوا عمران کی طرف آ گیا۔ اس نے بیگ کھول کر عمران کو نائیلون کی رسی کا ایک بنڈل نکال کر دے دیا۔

عمران نے بنڈل کھولا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ چند ہی لمحوں میں اس نے کرنل فریدی کے دونوں ہاتھ اور اس کی دونوں ٹانگیں موڑ کر ایک ساتھ باندھ دی تھیں۔

زابیلا اور ہابیلا، طارق اور جوزف کے ہاتھوں سے نکلنے کے لئے پورا زور لگا رہی تھیں لیکن وہ دونوں اب بھلا انہیں کہاں چھوڑنے والے تھے۔ پھر جوزف نے اپنے پہلو میں لگی پیٹی میں اڑسا ہوا خنجر نکال لیا۔ طارق کے پاس بھی خنجر تھا اس نے بھی خنجر نکالا اور پھر ان دونوں نے ہوا میں اٹھی ہوئی زابیلا اور ہابیلا کی گردنوں پر ایک ساتھ خنجر چلا دیئے۔ تیز دھار خنجروں نے ان دونوں کے گلے کاٹ دیئے تھے۔ ان کی گردنوں سے خون فواروں کی طرح ابلنے لگا۔ وہ جوزف اور طارق کے ہاتھوں میں بری طرح سے تڑپ رہی تھیں۔ پھر تڑپتے تڑپتے وہ دونوں ساکت ہو گئیں اور ان سب نے ان دونوں کے کانوں، ناک اور منہ سے سیاہ دھواں سا نکلتے دیکھا۔ کافی دیر تک ان کے ناک، کان اور منہ سے دھواں نکلتا رہا اور جب دھواں نکلنا ختم ہو گیا تو ان دونوں نے ان کی لاشیں پھینک دیں۔

''یہ دونوں فنا ہو چکی ہیں۔ اب فکر والی کوئی بات نہیں ہے''۔ طارق نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا اور ان سب کے چہروں پر سکون آ گیا۔

''یہ سب کیا تھا۔ ہم فریدی صاحب کے کہنے پر ان سے لڑنے کے لئے آگے ضرور بڑھے تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم آئی کوڈ میں انہیں اپنی مجبوری بتا دیں گے اور ان سے صرف دکھاوے کی ہی لڑائی لڑیں گے۔ لیکن جوزف اور آپ نے ہمارے پاس آ کر کہنا شروع کر دیا کہ ہم اصلی لڑائی لڑیں۔ اور ایک دوسرے کو زخمی کر دیں''...... کیپٹن حمید نے طارق سے مخاطب ہو کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ زابیلا اور ہابیلا کو فنا کرنے کے بعد وہ سب ایک دوسرے کے نزدیک آ گئے تھے جبکہ کرنل فریدی اسی طرح بندھا ہوا اور بے ہوش پڑا تھا۔

''برخوردار۔ یہ بہت ضروری تھا۔ دو ساگندیاں یہاں موجود تھیں۔ اگر تم ان کی موجودگی میں نقلی لڑائی لڑتے تو انہیں اس کا فوراً پتہ چل جاتا۔ تب وہ دونوں اپنی ساحرانہ طاقتیں استعمال کرتیں۔ ان کی ساحرانہ طاقتوں سے بچنے کے لئے ضروری تھا کہ تم سب ایک دوسرے کو زخمی کر دو۔ شیطانی قوتوں کے سحر کا اثر زخمی انسانوں پر ہوتا ضرور ہے مگر جان لیوا نہیں ہوتا۔ میں جان بوجھ کر

جوزف کے مقابلے پر آیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ جنگلوں کا شہزادہ ہے۔ لڑتے لڑتے میں اسے صورتحال سے آگاہ کر کے مشورے کر رہا تھا۔ میری طرح یہ بھی ساگندیوں کی قوتوں سے واقف تھا۔ اسی لئے ہم دونوں جان بوجھ کر لڑتے ہوئے تمہارے قریب گرتے تھے تاکہ تم ایک دوسرے پر زبردست وار کرو اور زیادہ سے زیادہ زخمی بھی ہو جاؤ۔ اگر زابیلا اور ہابیلا کو شک بھی ہو جاتا اور وہ ساحرانہ طاقتیں استعمال کرتیں تو زخمی ہونے کی وجہ سے وہ کسی کو کوئی شدید نقصان نہیں پہنچا سکتی تھیں''...... طارق نے انہیں ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ تو یہ بات ہے''...... رشیدہ نے طویل سانس لے کر کہا۔

''ان ساگندیوں کو فنا کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ عقب سے ان کی گردنیں پکڑ کر انہیں اوپر اٹھا لیا جائے۔ ایسا کرنے سے نہ صرف ان کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں بلکہ یہ کسی پر وار کرنے اور یہاں سے بھاگنے کے لئے غائب بھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ اگر ان کے پیر زمین سے دوبارہ نہ لگیں اور ان کی گردنوں پر خنجر چلا دیئے جائیں تو یہ فنا ہو جاتی ہیں اور ہم نے ایسا ہی کیا تھا''...... جوزف نے کہا۔

''ان کی کٹی ہوئی گردنوں سے خون بھی نکلا تھا اور پھر ہم نے ان کی ناک، منہ اور کانوں سے بھی دھواں نکلتے دیکھا تھا وہ دھواں کیسا تھا''...... جولیا نے پوچھا۔

''ان دونوں ذریتوں نے دو انسانی جسموں پر قبضہ کر رکھا تھا۔

گردنیں کٹنے سے جو خون نکلا تھا وہ ان دو لڑکیوں کا تھا اور دھویں کی شکلوں میں ان کے جسموں سے ذریتیں باہر آئی تھیں۔ جو ہوا میں تحلیل ہو گئی ہیں''...... طارق نے جواب دیا۔

''لیکن جوزف نے عمران سے فریدی صاحب کو باندھنے کے لئے کیوں کہا تھا۔ زابیلا اور ہابیلا دونوں فنا ہو گئی ہیں۔ کیا فریدی صاحب ابھی تک اس کے سحر سے آزاد نہیں ہوئے''...... روزا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''مجھے فادر جوشوا نے بتایا تھا کہ زابیلا نے کرنل فریدی صاحب کو ایک سیاہ شیطانی موتی کے ذریعے اپنا تابع کیا تھا۔ جو کہ کرنل صاحب کی دائیں ہتھیلی میں گھسا ہوا ہے۔ جب تک ان کی ہتھیلی سے سیاہ موتی نہیں نکالا جائے گا یہ سحر سے آزاد نہیں ہوں گے''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ تمہارا مطلب ہے۔ جب تک ان کی ہتھیلی سے سیاہ موتی نہیں نکالا جائے گا یہ ہمارے لئے خطرناک ہو سکتے ہیں''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''ہاں۔ اسی لئے میں نے باس سے کہہ کر انہیں بندھوایا ہے''...... جوزف نے کہا۔

''لیکن ان کے ہاتھ سے سیاہ موتی کون نکالے گا''...... صفدر نے پوچھا۔

''میرے پاس نانا تا کا خنجر ہے۔ میں ابھی ان کی ہتھیلی سے سیاہ

موتی نکالتا ہوں'' ...... جوزف نے کہا۔ اس نے اپنے تھیلے سے ایک خنجر نکالا اور کرنل فریدی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران کرنل فریدی کے پاس ہی کھڑا تھا۔

جوزف، کرنل فریدی پر جھکا اور اس کا دایاں ہاتھ کھولنے لگا۔ وہ سب اس کے گرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ جوزف نے خنجر کی نوک کرنل فریدی کے اس کا ہاتھ پر رکھی۔ دوسرے لمحے اس کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا اور کرنل فریدی کی ہتھیلی پر لمبا زخم بنتا چلا گیا۔ جوزف نے اس کا ہاتھ پکڑ کر الٹا دیا۔ کرنل فریدی کے ہاتھ سے خون ٹپکنے لگا اور پھر ان سب نے خون کے ساتھ ایک مٹر کے دانے جیسا سیاہ موتی اس کے ہاتھ سے باہر آتے دیکھا۔ جوزف نے کرنل فریدی کا ہاتھ جھٹک کر موتی کو ہاتھ لگائے بغیر زمین پر اچھال دیا۔

''اس موتی پر پاؤں رکھ اسے توڑ دیں باس'' ...... جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران نے موتی پر بوٹ کی ایڑی رکھ کر اسے مسل دیا تو موتی پس کر چور ہو گیا۔

''گڈ شو۔ اب کرنل صاحب آزاد ہیں'' ...... جوزف نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''ارے ان کا ہاتھ زخمی ہے۔ اس کا تو کچھ کرو'' ...... روزا نے تیز لہجے میں کہا۔

''یہ کام طارق صاحب کا ہے'' ...... جوزف نے مسکراتے ہوئے

کہا اور طارق بھی جواباً مسکرا دیا۔ وہ اپنے ساتھ پتوں اور جڑی بوٹیوں کا وہ لیپ بھی لایا تھا جو قاسم نے زابیلا کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بنایا تھا'' ...... اس لیپ سے نہ صرف خون کا اخراج فوراً رک جاتا تھا بلکہ زخم بھی جلد ٹھیک ہو جاتا تھا۔ طارق نے کرنل فریدی کے ہاتھ کے زخموں کے ساتھ اس کے باقی زخموں پر بھی لیپ لگانا شروع کر دیا جو اسے عمران کے ہاتھوں لگے تھے۔ طارق کے پاس وافر لیپ تھا جسے وہ سب اپنے زخموں پر لگا سکتے تھے۔

ڈاکٹر بلیک اور اس کے ساتھی دن کو آرام کرتے تھے اور رات ہوتے ہی اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیتے تھے۔ وہ گھنے جنگلوں، ندیوں نالوں، دلدلوں اور زہریلے اور خون آشام درختوں سے بھرے راستوں سے گزرتے ہوئے ٹھیک اس جگہ پہنچ گئے جہاں مہا رشی کا کٹا ہوا زندہ ہاتھ تھا اور اس ہاتھ کے نیچے زمین میں سیاہ صندوق گڑا ہوا تھا جس میں رشیوں اور مہا رشیوں کے مقدس ہتھیار موجود تھے اور اسی صندوق میں منکنڈا کا سیاہ ہیرا تھا جس سے ڈاکٹر بلیک ماؤ کارا جیسی شیطانی ذریت کو قید بھی کر سکتا تھا اور پھر اسے ہیرے سے باہر نکال کر اپنے تابع بھی کر سکتا تھا۔

راستے میں ڈاکٹر بلیک اور اس کے ساتھیوں کو انتہائی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ان کا سرخ آنکھوں والے بن مانسوں اور سرخ آنکھوں والے چیتوں سے بھی کئی بار سامنا ہوا تھا جنہیں

ڈاکٹر بلیک اپنی ساحرانہ طاقتوں سے دور نہیں بھگا سکتا تھا۔ ان درندوں سے انہیں چونکہ عام انداز میں مقابلہ کرنا تھا اس لئے انہوں نے ان تمام درندوں سے بچنے اور انہیں ہلاک کرنے کے لئے اسلحہ اور سائنسی آلات کا ہی استعمال کیا تھا۔ سرخ آنکھوں والے سیاہ بن مانسوں اور چیتوں کے ساتھ ہونے والی لڑائیوں میں اس کے مزید بیس افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ ان میں چند زخمی بھی ہوئے تھے لیکن وہ چونکہ بغیر سہارے کے ان کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے اس لئے ڈاکٹر بلیک کے حکم پر سکارٹ نے انہیں گولیاں مار کر وہیں پھینک دیا تھا۔

وہ چونکہ اپنی منزل کے قریب پہنچتے جا رہے تھے اور اوگارا، ڈاکٹر بلیک کو عمران، کرنل فریدی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں پل پل کی خبریں دے رہا تھا کہ وہ جنگل کے کن حصوں میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں اس لئے ڈاکٹر بلیک ان سے دور دور ہی رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران، کرنل فریدی اور اس کے سبھی ساتھی اب چونکہ ان سے زیادہ دور نہیں تھے اس لئے ڈاکٹر بلیک نے وہاں سائنسی ریز کا جال پھیلا دیا تھا تاکہ وہ ان سب کو لائیو دیکھ سکے اور ان کی پوزیشن اور ایک ایک حرکت پر نظر رکھ سکے۔

ڈاکٹر بلیک کے پاس ایک مشینی آلہ تھا جس پر ایک چھوٹی سی سکرین بنی ہوئی تھی۔ اس سکرین پر وہ جنگل میں مختلف حصوں پر پھیلی ہوئی ریز سے نہ صرف عمران اور اس کے ساتھیوں بلکہ کرنل

فریدی اور اس کے ساتھیوں پر بھی نظر رکھ سکتا تھا۔

وہ چونکہ اپنے ساتھیوں سمیت ان دونوں پارٹیوں سے پہلے وہاں پہنچ گیا تھا اس لئے وہ سب ساتھیوں سمیت صندوق والے حصے سے ملحق جنگل کے گھنے حصے میں چھپ گیا تھا اور اس نے اپنے ساتھیوں کی حفاظت کے لئے وہاں ایک حصار قائم کر دیا تھا تاکہ عمران اور کرنل فریدی کے ساتھ آنے والی ساگندیوں کو ان سب کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکے۔

کشاکا نے چونکہ ڈاکٹر بلیک کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مہا رشی کا زندہ ہاتھ ختم کر کے وہاں سے مکاشو ہی خزانے والا صندوق نکالے گا اس لئے وہ مزید آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اب اسے عمران، کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کے وہاں پہنچنے کا انتظار تھا تاکہ وہ آئیں اور وہاں سے مہا رشی کا ہاتھ ہٹا کر زمین میں دبا ہوا رشیوں اور مہا رشیوں کا خزانے والا صندوق نکال سکیں اور پھر ڈاکٹر بلیک ان سب پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دے اور ان سے سیاہ صندوق چھین لے۔

سکرین پر ڈاکٹر بلیک دونوں پارٹیوں کو مسلسل مانیٹر کر رہا تھا۔ جب عمران اور اس کے ساتھیوں اور کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کا ایک دوسرے سے سامنا ہوا اور پھر بلیک نے انہیں ایک دوسرے سے موت کی جنگ لڑتے دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے اوگارا سے کئی بار ان دونوں پارٹیوں کے

آپس میں لڑنے کی وجہ پوچھی۔ لیکن وہاں چونکہ ساگندیاں تھیں اس لئے اوگارا اسے ان دونوں پارٹیوں کے لڑنے کے بارے میں نہیں بتا سکا تھا۔

عمران اور کرنل فریدی اور ان کے ساتھیوں میں واقعی بے حد خوفناک اور جان لیوا لڑائی ہوئی تھی اور وہ بری طرح سے زخمی ہو گئے تھے جسے دیکھ کر یہی لگتا تھا کہ وہ اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک وہ سب ایک دوسرے کے ہاتھوں ہلاک نہیں ہو جاتے۔ مگر جب ڈاکٹر بلیک نے ایک ادھیڑ عمر اور ایک حبشی کو اچانک ان ساگندیوں کو گردنوں سے پکڑتے اور انہیں فنا کرتے ہوئے دیکھا تو وہ اور زیادہ حیران رہ گیا۔ اسے ان دونوں انسانوں پر شدید حیرت ہو رہی تھی جنہوں نے اچانک ساگندیوں کے عقب میں آ کر انہیں گردنوں سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا تھا اور پھر دونوں نے ساگندیوں کی گردنوں پر خنجر چلا دیئے تھے۔ ڈاکٹر بلیک نے ان سب کی باتیں سنیں تو اس پر ساری حقیقت عیاں ہو گئی کہ وہ آپس میں اس طرح خونخوار انداز میں ایک دوسرے سے کیوں لڑ رہے تھے۔ ان میں ایک مکاشو تھا اور دوسرا ایک شکاری تھا جنہیں دونوں ساگندیوں کا پہلے سے ہی علم تھا اور انہوں نے جان بوجھ کر اپنے ساتھیوں کو لڑنے کی ترغیب دی تھی تاکہ ایک تو وہ لڑتے ہوئے زخمی ہو جائیں اور ساگندیاں انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔ دوسرے یہ کہ وہ دونوں لڑتے ہوئے ساگندیوں کے نزدیک پہنچنا چاہتے تھے تاکہ

ان کے عقب میں آ کر ان پر قابو پا سکیں اور انہوں نے وہی سب کیا تھا اور دونوں ساگندیوں کو فنا کر دیا تھا۔

سیاہ فام دیو قامت وحشی کو دیکھ کر ڈاکٹر بلیک سمجھ گیا تھا کہ وہی مکاشو ہے۔ پھر جب مکاشو نے کرنل فریدی کے ہاتھ میں گھسے ہوئے سیاہ موتی کو نکالا تو کرنل فریدی پر سے زابیلا کا کیا ہوا سحر ٹوٹ گیا اور پھر ڈاکٹر بلیک پر ان کی باقی حقیقت بھی عیاں ہوتی چلی گئی کہ وہ وہاں کس طرح اور کس لئے آئے تھے۔ ان میں سے بہت سی باتیں ایسی تھیں جو اسے کشاکا پہلے ہی بتا چکی تھی۔ لیکن جنگلوں میں آنے کے بعد عمران اور اس کے ساتھیوں اور کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں پر جو بیتی تھی اس کے بارے میں ڈاکٹر بلیک نہیں جانتا تھا۔

ڈاکٹر بلیک نے مکاشو اور اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کو جنگل کے اس حصے کی طرف جاتے دیکھا جہاں مہارشی کا زندہ ہاتھ تھا اور پھر ڈاکٹر بلیک ان دونوں کو زندہ ہاتھ سے لڑتے اور اسے فنا کرتے دیکھنے لگا تو اسے ان سب کی ذہانت اور ان کی صلاحیتوں پر رشک آنے لگا۔ وہ سب واقعی اپنی مثال آپ تھے۔ اس قدر خوفناک اور خطرناک جنگلوں میں ہونے اور طرح طرح کے مصائب جھیلنے کے باوجود ان کے جوش و خروش اور ان کی شوخی اور شرارتوں میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

مکاشو اور ادھیڑ عمر شخص نے زندہ ہاتھ ختم کر دیا تھا پھر مکاشو کے کہنے پر ان کے تمام ساتھی وہاں آ گئے اور انہوں نے مل کر وہ جگہ کھودنی شروع کر دی جہاں پہلے زندہ ہاتھ تھا۔

کھدائی کر کے انہوں نے وہاں سے سیاہ صندوق نکالا تو صندوق دیکھ کر ڈاکٹر بلیک کی آنکھوں میں بے پناہ چمک آ گئی۔ صندوق بے شمار ہتھیاروں سے بھرا ہوا تھا۔ اس میں ایک سلیٹ جیسا سیاہ رنگ کا ہیرا بھی دکھائی دے رہا تھا جسے خاص طور پر ڈاکٹر بلیک وہاں سے حاصل کرنے کے لئے آیا تھا اور وہی ہیرا مٹکنڈا کا سیاہ ہیرا تھا جس کے بارے میں اسے کشاکا نے بتایا تھا۔

مکاشو نے صندوق سے مختلف ہتھیار اور مشعلیں نکال نکال کر اپنے ساتھیوں کو دینا شروع کر دیں تو ڈاکٹر بلیک کا دل چاہا کہ وہ ابھی جائے اور ان سب کا وہیں خاتمہ کر دے اور ان سے سب کچھ چھین کر لے آئے لیکن اسے اوگارا نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ وجہ پوچھنے پر اوگارا نے ڈاکٹر بلیک کو بتایا کہ ان دونوں پارٹیوں نے ابھی صرف ساگندیوں کو ہی فنا کیا تھا۔ جبکہ ان جنگلوں میں موکات بھی موجود تھا اور جنات قوم کا قبیلہ لاشا کا بھی۔ جن کا خاتمہ بے حد ضروری تھا۔ مکاشو چونکہ تمام ہتھیار حاصل کر چکا تھا اس لئے جناتی قبیلے اور ان کے سردار سمیت موکات کو اب وہ سب ہی ختم کر سکتے تھے اور ان سب کا ختم ہونا بے حد ضروری تھا ورنہ لاشا کا قبیلہ اور موکات ڈاکٹر بلیک اور اس کے ساتھیوں کے پیچھے آ سکتے تھے۔ اوگارا کے کہنے کے مطابق موکات اور اس کے جناتی قبیلے میں اتنی

طاقتیں تھیں جن کا ڈاکٹر بلیک بھی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی باتیں سن کر ڈاکٹر بلیک خاموش ہو گیا۔

سب کو رشیوں اور مہا رشیوں کو مخصوص ہتھیار اور مشعلیں دینے کے بعد مکاشو نے سیاہ صندوق وہیں دفن کر دیا تھا کہ موکات اور جناتی قبیلے کو ختم کر کے جب وہ واپس آئیں گے تو پھر وہاں سے صندوق نکال کر لے جائیں گے اس لئے ڈاکٹر بلیک مطمئن ہو گیا تھا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ مکاشو نے صندوق سے مکنڈا کا سیاہ ہیرا نہیں نکالا تھا۔ جس کی اسے خاص طور پر ضرورت تھی۔

جب عمران، کرنل فریدی اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے گئے تو ڈاکٹر بلیک نے اپنے ساتھیوں کو لیا اور ٹھیک اس جگہ پہنچ گیا جہاں مکاشو نے سیاہ صندوق دوبارہ چھپایا تھا۔

ڈاکٹر بلیک کے حکم پر اس کے ساتھی وہ جگہ دوبارہ کھودنا شروع ہو گئے اور چند ہی لمحوں میں سیاہ صندوق ڈاکٹر بلیک کے سامنے تھا جسے دیکھ کر ڈاکٹر بلیک کا چہرہ فرطِ مسرت سے پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ صندوق بند تھا۔ اس پر ایک کنڈا لگا ہوا تھا۔ ڈاکٹر بلیک نے لرزتے ہاتھوں سے صندوق کا کنڈا پکڑ کر اسے کھولنا چاہا لیکن کنڈا اس قدر مضبوطی سے بند تھا کہ پورا زور لگانے پر بھی ڈاکٹر بلیک اسے نہ کھول سکا تھا۔

''یہ کنڈا آپ سے نہیں کھلے گا آقا''...... اوگارا نے کہا جو اس کے ساتھ ہی کھڑا تھا تو ڈاکٹر بلیک بے اختیار اچھل پڑا اس کے چہرے پر انتہائی حیرت ابھر آئی تھی۔

''نہیں کھلے گا۔ کیا مطلب۔ کیوں نہیں کھلے گا یہ کنڈا''۔ ڈاکٹر بلیک نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''صندوق کو سب سے پہلے مکاشو نے چھوا تھا آقا اور اسے مکاشو نے اپنے خون سے کھولا تھا اس لئے یہ صندوق اب اس وقت تک نہیں کھل سکتا جب تک مکاشو خود اسے اپنے ہاتھوں سے دوبارہ نہ کھولنا چاہے۔ کسی دوسرے کو صندوق کھولنے کے لئے اسے دوبارہ مکاشو کے خون کی ضرورت پڑے گی''...... اوگارا نے کہا اور ڈاکٹر بلیک سر اٹھا کر ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا جس کے چہرے پر سپاٹ پن اور ٹھوس سنجیدگی تھی۔

''کک۔ کک۔ کیا مطلب''...... ڈاکٹر بلیک نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ حیرت اور پریشانی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

''یہ سچ ہے آقا۔ اب یہ صندوق میرے سامنے ہے اس لئے میں اس کی حقیقت جان گیا ہوں''...... اوگارا نے سپاٹ لہجے میں کہا تو ڈاکٹر بلیک نے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے۔

''اوہ۔ اوہ۔ تو میں اسے یہاں سے کیسے لے جاؤں گا۔ اسے میں اسی حالت میں لے گیا اور یہ کھلا ہی نہ تو میری ساری محنت اکارت چلی جائے گی''...... ڈاکٹر بلیک نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ہاں آقا۔ آپ اگر اس صندوق کو کھولنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس پر مکاشو کے خون کے ساتھ اپنا خون ملا کر ڈالنا ہو گا اس کے بعد آپ کو بھی یہ اختیار مل جائے گا کہ آپ جب چاہیں اس صندوق کو کھول لیں اور بند کر لیں''...... اوگارا نے کہا۔

''ہونہہ۔ تو اب میں کیا کروں۔ مکاشو کا خون کہاں سے لاؤں''...... ڈاکٹر بلیک نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''اس کے لئے آپ کو مکاشو اور اس کے ساتھیوں کی واپسی کا انتظار کرنا پڑے گا آقا اور آپ اس صندوق کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ مکاشو سمیت اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیں ورنہ وہ بھوتوں کی طرح آپ کے پیچھے لگ جائیں گے اور آپ کو کسی بھی صورت میں یہاں سے صندوق نہ لے جانے دیں گے''...... اوگارا نے اسی طرح بے حد سپاٹ لہجے میں کہا

''ہونہہ۔ تو اب مجھے یہاں مکاشو کی واپسی کا انتظار کرنا ہو گا تاکہ وہ یہاں آئے اور میں اسے ہلاک کر کے اس کا خون حاصل کر سکوں''...... ڈاکٹر بلیک نے ہونٹ چباتے ہوئے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ہاں آقا۔ یہ بہت ضروری ہے ورنہ اس صندوق سے آپ مٹکنڈا کا سیاہ ہیرا تو کیا ایک تنکا بھی نہیں نکال پائیں گے''۔ اوگارا نے کہا اور ڈاکٹر بلیک کے اعصاب یکلخت ڈھیلے پڑ گئے جیسے وہ بازی جیت کر بھی ہار گیا ہو۔

''کیا ان سب کو ہلاک کرنا ضروری ہے''...... ڈاکٹر بلیک نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''ہاں آقا۔ اگر ان میں سے ایک بھی زندہ رہ گیا تو وہ آپ سے اپنے باقی ساتھیوں کا بدلہ لینے کہیں بھی پہنچ جائے گا وہ سب منجھے ہوئے اور انتہائی تربیت یافتہ جاسوس ہیں۔ آپ کا ان سے بچنا ناممکن ہو جائے گا اس لئے مکاشو کے ساتھ ساتھ آپ کو ان سب کو بھی ہلاک کرنا ہو گا تاکہ ان کا کانٹا ہمیشہ کے لئے نکل جائے۔ ورنہ آپ کے لئے بہت مشکل ہو جائے گی''...... اوگارا نے کہا۔

''اوہ۔ میں سمجھ گیا۔ یہ بتاؤ کہ دونوں ساگندیاں ہلاک ہو چکی ہیں اور مکاشو اور اس کے ساتھی موکات اور جناتی قبیلہ ختم کرنے گئے ہیں۔ جب وہ کامیاب ہو کر واپس آئیں گے تو کیا میں اب ان سب کو ایک ساتھ ہلاک کرنے کے لئے ان پر اپنا کوئی ساحرانہ عمل کر سکتا ہوں''...... ڈاکٹر بلیک نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اگورا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''نہیں آقا۔ آپ ان پر سحر نہیں کر سکتے''...... ادگارا نے کہا۔

''کیوں۔ اب کیا ہو گیا ہے''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''آپ شاید بھول رہے ہیں آقا۔ مکاشو اور اس کے تمام ساتھیوں کے پاس رشیوں اور مہا رشیوں کے ہتھیار ہیں۔ ان

ہتھیاروں کی موجودگی میں ان پر آپ کا کوئی سحر اثر نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ ان ہتھیاروں سے الٹا آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے بہتر ہو گا کہ آپ ان پر چھپ کر وار کریں اور ایسا وار کریں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچ سکے“...... اوگارا نے اپنے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ہاں واقعی میں مقدس ہتھیاروں کو تو بھول ہی گیا تھا۔ مقدس ہتھیاروں کی موجودگی میں، میں ان پر کیسے کوئی سحر کر سکتا ہوں۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ میرے ساتھ مسلح آدمی ہیں میں انہیں یہاں چاروں طرف درختوں پر چھپا دیتا ہوں۔ جیسے ہی مکاشو اور اس کے ساتھی صندوق لینے کے لئے یہاں واپس آئیں گے۔ میرے ساتھی ان پر اچانک حملہ کر کے انہیں گولیوں سے بھون دیں گے۔ اس طرح وہ سب ہلاک بھی ہو جائیں گے اور مجھے مکاشو کا خون بھی مل جائے گا“...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

”ہاں آقا۔ انہیں ہلاک کرنے کا یہی سب سے آسان اور محفوظ طریقہ ہے“...... اوگارا نے کہا تو ڈاکٹر بلیک نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اب ظاہر ہے وہ مکاشو اور اس کے ساتھیوں کے واپس آنے کا انتظار کرنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

ڈاکٹر بلیک نے اپنے ساتھیوں کو درختوں کے اوپر اور ان کے پیچھے چھپا دیا تا کہ مکاشو اور اس کے ساتھی جب واپس آئیں تو وہ انہیں دیکھتے ہی گولیوں کا نشانہ بنا سکیں۔ جب اس کے تمام ساتھی

چھپ گئے تو ڈاکٹر بلیک نے سیاہ صندوق اٹھایا اور اسے لے کر جنگل کے اسی حصے کی طرف بڑھ گیا جہاں وہ اپنے ساتھیوں سمیت کافی دیر تک چھپا رہا تھا۔ صندوق کافی وزنی تھا لیکن ڈاکٹر بلیک جیسے ادھیر عمر آدمی نے اسے آسانی سے اٹھا لیا تھا۔

ڈاکٹر بلیک نے صندوق لے جا کر جھاڑیوں میں چھپا دیا اور اس نے صندوق کے پاس اوگارا کو چھوڑ دیا تھا تا کہ وہ صندوق کا خیال رکھ سکے۔ صندوق چھپا کر وہ واپس اس جگہ آ گیا جہاں اس کے مسلح ساتھی موجود تھے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو ڈاکٹر بلیک کچھ سوچ کر عقبی درختوں کی طرف بڑھا اور ایک درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ درخت کافی گھنا تھا وہ شاخوں اور پتوں کے درمیان چھپ گیا تا کہ مکاشو اور اس کے ساتھی آئیں تو وہ انہیں آسانی سے دیکھ سکے اور وہ سب اسے دیکھنے سے قاصر رہیں۔ کافی وقت گزر گیا تھا اب کسی بھی وقت مکاشو اور اس کے ساتھی واپس آ سکتے تھے۔ ڈاکٹر بلیک نے چونکہ ان سب کی ہلاکت کا بندوبست کر لیا تھا اس لئے وہ ان کے سامنے نہیں آنا چاہتا تھا۔ ان سب کو چونکہ صندوق نکالنے کے لئے وہیں آنا تھا اس لئے ڈاکٹر بلیک اس جگہ سے دور نہیں جا سکتا تھا۔ اسے مزید کافی دیر انتظار کرنا پڑا اور پھر اس نے جب دور سے چند افراد کو اس طرف آتے دیکھا جن کے ساتھ مکاشو بھی شامل تھا تو ڈاکٹر بلیک کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ ڈاکٹر بلیک نے فوراً جیب سے ایک آلہ نکالا اور اس کا ایک بٹن پریس کر دیا اور آلہ

اپنے منہ کے پاس کر لیا۔

''وہ واپس آ رہے ہیں۔ تم سب تیار رہو۔ جیسے ہی وہ یہاں آئیں تم انہیں موقع دیئے بغیر ان پر فائرنگ کر دینا''...... ڈاکٹر بلیک نے اس آلے کے ذریعے اپنے تمام ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ایسے ہی آلے اس کے تمام ساتھیوں کے پاس بھی تھے جو آسانی سے نہ صرف ایک دوسرے کی بات سن سکتے تھے بلکہ ڈاکٹر بلیک کا حکم بھی سن سکتے تھے۔

''لیس ڈاکٹر۔ ہم نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ وہ ہمارے ہاتھوں سے بچ نہیں سکیں گے''...... اس آلے سے جواباً سکارٹ کی آواز سنائی دی۔ ڈاکٹر بلیک نے اوکے کہہ کر آلے کا بٹن پریس کر کے اسے آف کر دیا۔ اس کی نظریں دور سے آنے والے افراد پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے جیب سے دوربین نکالی اور اسے فوکس کر کے ان افراد کی طرف دیکھنے لگا جن کے ہاتھوں میں رشیوں اور مہا رشیوں کے ہتھیار تھے اور انہوں نے مشین گنیں کاندھوں پر لٹکا رکھی تھیں اور جدید اسلحے کے بیگ ان کی کمروں پر لدے ہوئے تھے۔

''کیا مطلب۔ ان کی تعداد تو خاصی تھی۔ پھر یہ تو بہت کم ہیں۔ صرف آٹھ۔ باقی سب کہاں رہ گئے۔ ان کی تعداد تو بیس ہونی چاہئے تھی''...... ڈاکٹر بلیک نے حیران ہو کر کہا۔ واقعی سامنے سے صرف آٹھ افراد ہی اسے واپس آتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے جبکہ اس نے عمران، کرنل فریدی اور اس کے تمام ساتھیوں کو

مسلسل مانیٹر کیا تھا اس لئے اسے ان سب کی تعداد معلوم تھی۔ اسی لمحے اس کے ہاتھ میں موجود آلے میں ارتعاش سا پیدا ہوا تو اس نے چونک کر آلے کی طرف دیکھا تو اس پر ایک بلب سپارک کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ سکارٹ اس سے بات کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس آلے پر ڈاکٹر بلیک تو سب سے بات کر سکتا تھا لیکن اس سے جوابی رابطہ صرف سکارٹ ہی کر سکتا تھا۔

''لیس سکارٹ۔ بولو''...... ڈاکٹر بلیک نے آلے کا بٹن پریس کرتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر بلیک۔ یہ تو صرف آٹھ ہیں۔ آپ نے تو کہا تھا کہ ان کی تعداد بیس ہے''...... دوسری طرف سے سکارٹ نے کہا۔

''جتنے آ رہے ہیں ان پر حملہ کرنے کے لئے تیار رہو۔ ان کے ساتھ مکاشو بھی موجود ہے۔ میرا مطلوبہ شخص وہی ہے۔ ان کے باقی ساتھی شاید موکات اور اس کے جناتی قبیلے والوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے ہیں۔ ورنہ وہ سب ایک ساتھ ہی یہاں واپس آتے''...... ڈاکٹر بلیک نے کہا۔

''اوہ۔ لیس باس۔ ٹھیک ہے۔ جیسے ہی یہ آٹھ افراد ہماری رینج میں آئیں گے ہم ان پر فائر کھول دیں گے''...... دوسری طرف سے سکارٹ نے کہا تو ڈاکٹر بلیک نے اوکے کہہ کر بٹن آف کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں مکاشو اپنے سات ساتھیوں کے ساتھ نزدیک آ گیا۔ ڈاکٹر بلیک نے دیکھا وہ بے حد احتیاط سے چلتے ہوئے اس

طرف آ رہے تھے جیسے انہیں احساس ہو کہ وہ کسی انجانے خطرے میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر بلیک کے چہرے پر تناؤ سا آ گیا تھا۔ مکاشو اور اس کے ساتھی جیسے جیسے نزدیک آتے جا رہے تھے ڈاکٹر بلیک کا تناؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے آلہ اپنے منہ کے پاس کر رکھا تھا اور آلے کے بٹن پر اس نے انگوٹھا رکھا ہوا تھا۔ پھر وہ جیسے ہی قریب آئے۔ ڈاکٹر بلیک نے آلے کا بٹن پریس کر دیا۔

''فائر''...... ڈاکٹر بلیک نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور اس کی آواز کے ختم ہونے سے پہلے سکارٹ اور اس کے ساتھیوں نے مکاشو اور اس کے ساتھ آنے والے افراد پر چاروں اطراف سے مسلسل فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ ماحول یکلخت فائرنگ کی تیز آواز اور ان آٹھ افراد کی دردناک چیخوں سے بری طرح سے گونج اٹھا اور ڈاکٹر بلیک نے ان پر تڑاتڑ گولیاں برستے اور انہیں اچھل اچھل کر بری طرح سے چیختے ہوئے نیچے گرتا دیکھا تو اس کا تنا ہوا چہرہ نہ صرف اعتدال پر آ گیا بلکہ اس کی آنکھوں میں زمانے بھر کی خوشیوں کے چراغ جل اٹھے تھے۔ جیسے اس نے مکاشو اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر کے واقعی کوئی معرکہ مار لیا ہو۔

''مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا ہے کہ میں اتنا عرصہ ایک شیطانی طاقت کے اثر میں رہا ہوں اور اس کا حکم مانتے ہوئے اس کا ساتھ دینے کے لئے اپنے ساتھیوں کو یہاں تک لے آیا ہوں۔ میرے ذہن میں تو بس یہی ایک بات بیٹھی ہوئی تھی کہ ان جنگلوں میں میرے دوست ڈاکٹر رتیش کمار کا ایک بریف کیس گر گیا تھا جس میں اس کی پرسنل ڈائری تھی اس ڈائری میں قیمتی فارمولے درج تھے جنہیں تم اور تمہارے ساتھی لینے کے لئے آ رہے ہیں''۔ کرنل فریدی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے تھوڑی ہی دیر پہلے ہوش آیا تھا۔ طارق نے اس کی رسیاں کھول دی تھیں۔

ہوش میں آ کر اس نے خود کو اور ان کو افریقہ کے جنگلوں میں پایا تو وہ حیران رہ گیا۔

''جبکہ میرے خواب و خیال میں بھی کوئی بریف کیس یا کوئی

ڈائری نہیں تھی''...... عمران نے کہا۔

''پھر تو آپ کو یہ بھی یاد نہیں ہو گا کہ آپ یہاں تک کیسے آئے تھے اور راستے میں آپ کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''مجھے سب یاد ہے۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ میں کسی شیطانی ذریت کا قیدی ہوں اور اس کی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔ یہاں تک کہ میں تم پر غصہ کیوں کرتا تھا اور میں نے عمران سے کس بات پر اور کیوں لڑنا شروع کر دیا تھا۔ یہ سب باتیں اچانک جیسے میرا دماغ باندھ دیتی تھیں اور میری ساری سوچ سلب ہو جاتی تھی''...... کرنل فریدی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سیاہ موتی کی وجہ سے زابیلا نے آپ کو بری طرح سے اپنے بس میں کر رکھا تھا اس لئے آپ کو یہ سب کیسے یاد رہ سکتا تھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ کس کے کہنے پر اور کیوں رہے ہیں''۔ عمران نے کہا۔

''پھر بھی۔ یہ سب سوچ کر تکلیف ہو رہی ہے کہ میں شیطانی ذریت کا قیدی بن کر شیطانوں کا کام کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا تھا''...... کرنل فریدی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''چھوڑیں جو ہونا تھا ہو گیا۔ شیطان اسی طرح گندی اور گھناؤنی چالیں چلتا ہے اور زبردستی انسانوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے لئے اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔ لیکن ہر بار اس کی ہار

ہی ہوتی ہے۔ آپ کو اپنے زیر اثر کر کے شیطان یہاں تک ضرور لے آیا ہے لیکن آپ نے ابھی تک اس کی کوئی مدد نہیں کی ہے۔ سیاہ صندوق تک پہنچنے سے پہلے آپ اس کی قید سے نکل آئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر آپ کے لئے اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''بہرحال یہ افسوس مجھے ساری زندگی رہے گا کہ میں شیطانوں کا آلہ کار بنا ہی کیوں تھا''...... کرنل فریدی نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''اس افسوس کا ازالہ بھی تو کیا جا سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''مگر کیسے''...... کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔

''آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ ڈارک ورلڈ میں ہمیں سیاہ صندوق کو نکال کر اس سے ہتھیار نکالنے ہیں اور پھر ان ہتھیاروں سے ہمیں اس شیطان قبیلے کو ختم کرنا ہے جس کا تعلق جنات سے ہے''...... عمران نے کہا اور اس نے انہیں ساری تفصیل بتانی شروع کر دی۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں اور میرے ساتھی ڈارک ورلڈ میں تمہارے ساتھ ضرور جائیں گے۔ شیطانی جنوں کو مار کر اور کچھ نہیں تو میں یہ ذہنی تسکین تو حاصل کر سکتا ہوں کہ میں شیطانوں کے ساتھ آیا ضرور تھا لیکن میں نے ان کی مدد کرنے کی بجائے ان کا نقصان ہی کیا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''شیطانوں کے ساتھ۔ آپ کا مطلب ہے یہ سب بھی''...... عمران نے مسکرا کر کیپٹن حمید اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور کرنل فریدی کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ جبکہ کیپٹن حمید اسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

''مجھے اس طرح مت گھورو۔ اس میں تمہارے ساتھ فریدی صاحب کا نام بھی آتا ہے''...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

''یہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ زابیلا نے آپ کو ڈاکٹر رتیش کمار کے بریف کیس اور ڈائری کے حوالے سے جو بات کی تھی وہ غلط تھی۔ لیکن آپ نے بتایا تھا کہ آپ نے اس سلسلے میں خود ڈاکٹر رتیش کمار سے بات کی تھی اور انہوں نے آپ کو بتایا تھا کہ واقعی ان کا بریف کیس اور ڈائری ان جنگلوں میں ہی گری تھی۔ اگر یہ سب زابیلا کا چلایا ہوا چکر تھا تو پھر ان باتوں کی ڈاکٹر رتیش کمار نے تصدیق کیوں کی تھی''...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''زابیلا ہمیں ہر صورت میں ان جنگلوں میں لانا چاہتی تھی۔ اس کی طاقتوں کا تم اندازہ لگا ہی چکے ہو پھر اس کے لئے ڈاکٹر رتیش کمار کو اپنے قابو میں کرنا کیا مشکل ہو سکتا تھا''...... کرنل فریدی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ تو ڈاکٹر رتیش کمار سے تصدیق کرانے کے لئے آپ سے

زابیلا نے ہی آواز بدل کر بات کی تھی''...... روزا نے کہا۔

''اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے''...... کرنل فریدی نے منہ بنا کر کہا۔

''اگر آپ پہلے بتا دیتے تو ہم زابیلا سے پوچھ لیتے۔ جوزف اور طارق صاحب نے جس طرح ان کی گردنیں پکڑی تھیں وہ اتنی بات تو بتا ہی سکتی تھیں''...... عمران نے مسکرا کر کہا تو کرنل فریدی بھی مسکرا دیا۔

''ان باتوں کو چھوڑو اب بتاؤ کرنا کیا ہے۔ ڈارک ورلڈ میں وہ زندہ ہاتھ کہاں ہے جس کے نیچے مقدس ہتھیاروں والا صندوق ہے اور اسے حاصل کیسے کرنا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔ کرنل فریدی کی کوفت عمران کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ شیطانی ذریت کے زیر اثر رہنے سے وہ بے حد نالاں تھا اس لئے وہ جلد سے جلد اس شیطانی سلسلے کو ختم کرنا چاہتا تھا تاکہ اسے ذہنی سکون مل سکے۔ چنانچہ عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ان سب کو ہدایات دینی شروع کر دیں۔

جوزف اور طارق تلواریں لے کر درختوں کے پاس گئے اور انہوں نے درختوں کی جڑوں پر تلواریں مارنی شروع کر دیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک درخت گر کر نہر کے دوسرے کنارے سے جا لگا پھر ان دونوں نے ایک اور درخت گرایا۔ دونوں درخت قریب قریب تھے اور ان کے تنے خاصے چوڑے تھے اس لئے وہ

ان کے لئے واقعی پلوں کا کام دے سکتے تھے۔

ان درختوں پر سے گزرتے ہوئے وہ نہر کے دوسرے کنارے پر آ گئے۔ عمران احتیاطاً چند ایکسٹرا نائٹ ویو لینز ساتھ لے آیا تھا تاکہ پہلے والے لینز اگر کسی وجہ سے ضائع ہو جائیں تو ساتھ لائے ہوئے ایکسٹرا لینز ان کے کام آسکیں۔ ان کے پاس چھ پیئر تھے، اس نے ایک پیئر کرنل فریدی، ایک کیپٹن حمید اور ایک طارق کو دے دیا۔ دو لینز اس نے روزا اور انور کو دے دیئے اس نے باقی سب کو تاریک جنگل میں استعمال کرنے کے لئے ٹارچیں دے دیں۔

جوزف نے سب کو جنگل میں داخل ہوتے ہی ٹارچیں روشن کرنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اس نے بتایا کہ ٹارچوں کی روشنی میں جنگل کا کوئی جانور ان کے قریب نہیں آئے گا اور نہ ہی اس روشنی میں تابوش اور اس کے ساتھی حائل ہونے کی کوشش کریں گے۔ ڈارک ورلڈ میں تاریکی کا راج تھا۔ اور تاریکی کے باسی روشنی سے بے حد ڈرتے تھے چنانچہ سب ٹارچیں لے کر درختوں کی طرف بڑھے اور تاریک جنگل میں داخل ہو گئے۔

جنگل کے درخت اس قدر گھنے اور بڑے بڑے تھے کہ واقعی وہاں کسی بھی طرح سورج کی روشنی کا گزر نہیں ہوسکتا تھا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

اس جنگل میں بھی انہیں ہر طرح کے جانوروں اور خاص طور پر

سانپوں کی پھنکارنے کی تیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سانپوں کی پھنکاریں سن کر سلیمان اور قاسم اچھل اچھل پڑتے تھے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ ان کے نزدیک کوئی سانپ نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ سب بھی تاریکی کا حصہ ہونے کی وجہ سے روشنی سے ڈر رہے تھے۔ جنگل میں آتے ہی ان سب نے ٹارچیں روشن کر لیں۔ جس سے جنگل کے اس حصے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ انہوں نے جیسے ہی ٹارچیں روشن کیں ارگرد موجود جانور بری طرح سے چیخنے چلانے لگے اور ادھر ادھر دوڑتے ہوئے درختوں سے ٹکرانے لگے جیسے روشنی میں وہ سب اندھے ہو گئے ہوں۔

وہ درختوں کے بیچ میں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ زمین پر جھاڑیاں تھیں جن پر جگہ جگہ زہریلے ناگ اور دوسرے زہریلے اور خطرناک حشرات الارض نظر آ رہے تھے۔ لیکن ٹارچوں کی روشنی نے جیسے ان سب کو بھی اندھا کر دیا تھا۔ وہ سب ساکت دکھائی دے رہے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے جسم ہارڈ بلاکس سے ڈھکے ہوئے تھے لیکن کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کے لئے وہ خطرہ بن سکتے تھے اس لئے وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے درمیان پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ لیکن روشنی کی وجہ سے سانپ اور حشرات الارض خود ہی دائیں بائیں ہٹ کر جیسے انہیں گزرنے کا راستہ دے رہے تھے۔

وہ کئی گھنٹوں تک جنگل کے مختلف حصوں سے گزرتے رہے۔

پھر وہ ایک میدانی علاقے میں آ گئے۔ جوزف نے ان سب کو میدان میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس نے بتایا کہ اسی میدان وہ زندہ ہاتھ موجود ہے جس کے نیچے مقدس ہتھیاروں سے بھرا ہوا صندوق ہے۔ اس میدان میں ہر طرف شاخیں پھیل کر ایک دوسرے میں گھسی ہوئی تھیں جس سے میدان پوری طرح سے ڈھکا ہوا تھا۔

جوزف نے اس سب کو وہیں رکنے کے لئے کہا اور سلیمان کو ساتھ لیا اور پھر وہ دونوں احتیاط سے درختوں کی آڑ لیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ لیکن انور ان کے ساتھ ہو لیا تھا اس نے کہا تھا کہ وہ درختوں میں چھپ کر اس زندہ ہاتھ کی تصویریں بنانا چاہتا ہے۔ جوزف پہلے تو نہیں مان رہا تھا لیکن جب انور نے اصرار کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ اس نے انور کو خاص طور پر خاموش رہنے کا کہا تھا کہ اگر اس کے پیروں کے نیچے آ کر ایک پتہ بھی کھڑکا تو اس کی وجہ سے وہ دونوں مارے جائیں گے۔ جس پر انور نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ پوری احتیاط سے کام لے گا۔ انور اور سلیمان کی آنکھوں میں بھی رات کی تاریکی میں دیکھنے والے لینز لگے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ جوزف کے کہنے کے مطابق بے آواز قدموں اور احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے تا کہ زندہ ہاتھ کو ان کے آنے کا علم نہ ہو سکے۔

جوزف نے سلیمان کو ایک خنجر دے دیا تھا جو اس کے کہنے کے مطابق ایک مہارشی ناناتا کا خنجر تھا۔ جوزف نے سلیمان کو بھی سمجھا دیا تھا کہ اسے کس طرح یہ خنجر زندہ ہاتھ کو عقب سے مارنا ہے۔

تھوڑی دیر بعد انہیں سامنے ایک ہاتھ دکھائی دیا۔ ہاتھ انسانی ہاتھ جیسا ہی تھا۔ جو زمین میں کہنی تک گڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس ہاتھ کا رنگ سبز تھا اور اس کی انگلیاں باقاعدہ ہلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ سبز ہاتھ دیکھنے میں انسانی ہاتھ جیسا تھا لیکن وہ انسانی ہاتھ سے کافی بڑا تھا اور اس کی انگلیاں بھی لمبی تھیں۔ ان انگلیوں کے ناخن بڑے بڑے اور پرندوں کے ناخنوں کی طرح نوکیلے دکھائی دے رہے تھے۔

زندہ ہاتھ بار بار پنجہ پھیلا اور سکیڑ رہا تھا۔ اتنے بڑے اور خوفناک زندہ ہاتھ کو دیکھ کر سلیمان اور انور کا خون خشک ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جوزف بار بار سلیمان کو تسلیاں دے کر اس کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ جوزف نے انور کو ایک درخت پر جانے کا کہا تو انور سر ہلا کر خاموش قدموں سے ایک درخت پر چڑھتا چلا گیا اور درخت پر چھپ کر نہایت احتیاط سے ہاتھ کی تصویریں بنانا شروع ہو گیا جبکہ سلیمان جوزف کے کہنے پر زمین سے لگ کر جھاڑیوں میں رینگتا ہوا زندہ ہاتھ کے عقب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہاتھ کا پھیلا ہوا پنجہ اس طرف تھا جدھر جوزف موجود تھا۔ جوزف ایک درخت کی آڑ سے ہاتھ پر بھی نظر رکھ رہا تھا اور سلیمان پر بھی۔

اچانک سلیمان کی طرف ہلکا سا کھٹکا ہوا۔ کھٹکے کی آواز کسی شاخ

کے ٹوٹنے کی تھی جو شاید سلیمان کے وزن سے ٹوٹی تھی۔ آواز گو بے حد ہلکی تھی لیکن اس آواز کے ساتھ ہی جوزف نے ہاتھ کو جھٹکا کھاتے ہوئے دیکھا جیسے یہ آواز سن کر وہ چونک پڑا ہو۔ دوسرے ہی لمحے ہاتھ تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ اس ہاتھ میں بے پناہ لچک تھی وہ لہراتا ہوا اور لمبا ہوتا ہوا تیزی سے اس طرح بڑھا جہاں سلیمان تھا۔

سلیمان نے بھی ہاتھ کو طویل ہو کر اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ فوراً زمین سے چپک گیا اور اس نے اپنا سانس تک روک لیا۔

زندہ ہاتھ سانپ کی طرح لہراتا ہوا اس سے تھوڑا فاصلے پر آ کر رک گیا۔ اس ہاتھ کی انگلیاں نیچے جھکی ہوئی تھیں جیسے اس ہاتھ کی آنکھیں ہوں اور وہ نیچے دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہاتھ کی انگلیاں مسلسل ہل رہی تھیں اور سلیمان سے کچھ فاصلے پر زمین ٹٹول رہی تھیں۔ پھر انگلیاں زمین ٹٹولتی ہوئیں سلیمان کی طرف بڑھنے لگیں۔ ہاتھ کو سلیمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر جوزف بے چین ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اسے درخت کے تنے کے پاس ایک چھوٹا سا پتھر پڑا ہوا دکھائی دیا۔ جوزف نے فوراً جھک کر پتھر اٹھایا اور اس نے پتھر زور سے سلیمان کی مخالف سمت میں پھینک دیا۔ جیسے ہی پتھر گرا اور اس کی آواز ہوئی، ہاتھ جھٹکے سے اوپر اٹھا اور سانپ کی طرف بل کھاتا ہوا تیزی سے اس طرف جھپٹا جہاں پتھر گرا تھا۔ دوسرے لمحے جوزف کا پھینکا ہوا پتھر اس کی انگلیوں میں نظر آیا۔

ہاتھ کو مخالف سمت میں جاتے دیکھ کر سلیمان نے اپنا رکا ہوا سانس بحال کیا اور ایک بار پھر رینگنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ زندہ ہاتھ کے عقب میں موجود ایک درخت کے پاس پہنچ گیا۔ درخت کے عقب میں جا کر وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے درخت کے پیچھے سے احتیاط سے سر نکال کر دیکھا تو ہاتھ سکڑ کر پہلے جیسا ہو گیا تھا اور اس کی انگلیاں جوزف کی طرف مسلسل ہلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

جوزف نے سلیمان کو اس درخت کے عقب میں دیکھا تو اس کے چہرے پر سکون آ گیا۔ اس نے چند لمحے توقف کیا اور پھر وہ اچانک اچھل کر درخت کے پیچھے سے نکل کر زندہ ہاتھ کے سامنے آ گیا۔ ہاتھ کو جھٹکا لگا اور وہ تیزی سے پھیلتا ہوا جوزف کی طرف بڑھا۔

"رکو۔ میری بات سنو۔ تم مجھ پر حملہ نہیں کر سکتے۔ میں مہا رشی رگوشیا کا بیٹا ہوں اور میرا تعلق مکاشو خاندان سے ہے۔ مہا رشیوں کے مکاشو خاندان سے"...... جوزف نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور پنجہ عین اس کے چہرے کے سامنے آ کر رک گیا۔ اس کی انگلیاں کھل اور بند ہو رہی تھیں۔ اچانک انگلیاں تیزی سے ہلنے لگیں اور ناخن آپس میں بجنے لگے۔

"میں سمجھ گیا ہوں۔ تم یہ پوچھ رہے ہو نا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں"...... جوزف نے کہا اور ہاتھ ایک بار اوپر نیچے ہوا جیسے ہاں کہہ رہا ہو۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم چونکہ ایک مہا رشی کا ہاتھ ہو اور میں بھی مہا رشی کا ہی بیٹا ہوں اس لئے میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اس تاریک جنگل میں ایک شیطانی جناتی قبیلہ آباد ہے جو ایک شیطانی گھناؤنا عمل کر کے تاریکی سے نکل کر روشنی کی دنیا تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ ہر طرف اپنے شیطانی جال پھیلا سکے۔ ان شیطان جنوں کا سردار ایک بہت طاقتور جن ہے جس کا نام تابوش ہے۔ تابوش روشنی کی دنیا کے تین معصوم بچوں کو شیطانی ذریات کی مدد سے ان جنگلوں میں لے آیا ہے، وہ ان بچوں کی ایک شیطانی سیاہ بت پر بھینٹ چڑھانا چاہتا ہے۔ اس کا خیال ہے اگر وہ ان بچوں کی بھینٹ اس شیطان بت کو دے گا اور بت پر ان بچوں کا خون ڈالے گا تو بت جاگ جائے گا جو ہزاروں سالوں سے سویا ہوا ہے اور پھر وہ بت تابوش کو ان راستوں کے بارے میں بتا دے گا جہاں سے وہ قبیلہ تاریکی کی دنیا سے نکل کر روشنی کی دنیا میں بھی جا سکتا ہے"...... جوزف نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

ہاتھ کی توجہ جوزف کی طرف مبذول تھی اس لئے سلیمان خنجر ہاتھ میں لئے ایک بار پھر جھکا اور زمین پر لیٹ گیا اور سانس روکے نہایت آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ہاتھ کی طرف بڑھنے لگا۔ جوزف نے

اسے زندہ ہاتھ کی طرف آتے دیکھا تو اس نے پھر بولنا شروع کر دیا۔

"میں ان جنات کو اس شیطانی فعل سے روکنے اور معصوم بچوں کی جانیں بچانے کے لئے آیا ہوں۔ میرا مقابلہ شیطان جنات سے ہے، ان جنات کو ہلاک کرنا بے حد ضروری ہے۔ اگر انہیں ختم نہ کیا گیا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ہر طرف شیطانیت پھیلا دیں گے۔ اس لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجھے معلوم ہے تم ایک ایسے صندوق کی حفاظت کر رہے ہو جس میں رشیوں اور بہت سے مہا رشیوں کے ہتھیار ہیں۔ اگر تم میری مدد کرو تو میں ان شیطان جنوں کو بھی ہلاک کر سکتا ہوں اور تین معصوم بچوں کی زندگیاں بھی بچا سکتا ہوں۔ جن میں سے ایک بچہ میرے آقا کی بہن کا بھی ہے"...... جوزف نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ ہاتھ کی انگلیاں بدستور اس کے چہرے کے قریب لہرا رہی تھیں جیسے وہ اس کی باتیں غور سے سن رہی ہوں۔ اسی لمحے سلیمان ہاتھ کے قریب پہنچ گیا۔

زندہ ہاتھ کو اچانک زوردار جھٹکا لگا اسے اپنے عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے سلیمان کی طرف مڑا۔ سلیمان کا خنجر والا ہاتھ اٹھا اور اس نے ہاتھ کی جڑ میں پوری قوت سے خنجر مار دیا۔ ہاتھ سلیمان کی طرف بڑھتے بڑھتے رکا اور فوراً بے جان ہو کر گر گیا اور پھر یوں تڑپنے لگا جیسے بڑا ناگ

ہو۔ چند ہی لمحوں میں ہاتھ ساکت ہو گیا اور ساکت ہوتے ہی زندہ ہاتھ مٹی بن کر وہیں بکھر گیا۔ وہاں خشک پتے بکھرے ہوئے تھے لیکن بارش نے ان پتوں کو گیلا کر دیا تھا اس لئے سلیمان کے قریب آنے کا زندہ ہاتھ کو پتہ نہیں چل سکتا تھا۔ جب تک زندہ ہاتھ کو اس کا پتہ چلتا سلیمان اپنا کام کر چکا تھا۔

''زندہ باد سلیمان۔ زندہ باد۔ تم نے کام کر دکھایا ہے۔ زندہ باد''...... زندہ ہاتھ کو مٹی میں تبدیل ہوتے دیکھ کر جوزف نے زور دار نعرہ مارتے ہوئے کہا اور دوڑ کر سلیمان کے پاس آ گیا۔ زندہ ہاتھ کو ختم ہوتے دیکھ کر سلیمان کے چہرے پر بھی سکون آ گیا اور وہ اپنی پیشانی پر آیا ہوا پسینہ صاف کرنے لگا۔ جوزف نے آگے آ کر اسے گلے سے لگایا اور اسے اٹھا لیا۔

''ارے ارے۔ کیا کر رہے ہو کالے بھوت۔ چھوڑو۔ چھوڑو مجھے''...... سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ مجھے ناچنے دو۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ بہت خوش۔ آج تمہاری وجہ سے مجھے ایک ایسا خزانہ ملنے جا رہا ہے جس کا میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ آج وہ سارا خزانہ میرا ہے۔ رشیوں اور مہا رشیوں کا خزانہ''...... جوزف نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''خزانہ۔ لیکن تم نے تو کہا تھا کہ اس صندوق میں ہتھیار ہیں''...... سلیمان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ وہ ہتھیار ہی میرا خزانہ ہیں۔ یہ ہتھیار اور صندوق میں موجود دوسری چیزیں میرے لئے کسی خزانے سے کم نہیں ہیں۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے میں اس قدر طاقتوں کا مالک بن جاؤں گا کہ شیطان اور اس کی ذریتیں میرے سامنے آنے سے پہلے ہزاروں بار سوچیں گی اور پھر بھی ان میں سے کسی کی ہمت نہیں ہو گی کہ ان میں سے کوئی میرے سامنے آنے کی جرأت کر سکے۔ اور ان ہتھیاروں اور مقدس چیزوں کی مدد سے میں شیطانوں کے گروہوں پر بے حد بھاری پڑ سکتا ہوں۔ چاہے وہ گروہ انسانوں میں سے ہو یا جنات سے''...... جوزف نے کہا اور یہ جان کر سلیمان برے برے منہ بنانے لگا کہ جوزف ہتھیاروں اور رشیوں، مہا رشیوں کی مقدس چیزوں کو خزانہ کہہ رہا ہے۔

''میں زمین کھود کر صندوق نکالتا ہوں۔ تم جا کر باس اور سب کو یہاں لے آؤ۔ جاؤ۔ جلدی جاؤ۔ باس بھی اس خزانے کو دیکھ کر بے حد خوش ہو گا''...... سلیمان کو جوزف نے نیچے اتارتے ہوئے کہا اور سلیمان برے برے منہ بناتا ہوا اس طرف چلا گیا جہاں عمران اور کرنل فریدی اور ان کے ساتھی رکے ہوئے تھے۔ جبکہ جوزف خنجر سے زمین کھودنا شروع ہو گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ سب وہاں آ گئے۔ وہ سب بے حد خوش نظر آ رہے تھے کہ سلیمان نے زندہ ہاتھ کو ختم کر دیا ہے اور اس زندہ ہاتھ کے نیچے دفن سیاہ صندوق جوزف کھود کر نکال رہا ہے۔

جوزف کو خنجر سے زمین کھودتے دیکھ کر طارق، ہرلیش، صفدر، تنویر، چوہان اور خاور اس کی مدد کو آ گئے اور ہاتھوں اور مختلف چیزوں سے زمین کھودنا شروع ہو گئے۔ زمین خاصی بھربھری تھی۔ انہوں نے چار فٹ تک زمین کھودی ہو گی کہ انہیں زمین میں دھنسا ہوا ایک سیاہ صندوق نظر آیا۔ صندوق دیکھ کر ان سب نے مل کر گڑھے سے کھینچ کر صندوق باہر نکال لیا۔ صندوق پر موٹی موٹی زنجیریں بندھی ہوئی تھیں۔ اور ان زنجیروں کے ساتھ ایک پرانا اور بہت بڑا تالا لگا ہوا تھا۔

''اب یہ تالا کیسے کھلے گا۔ اس کی چابی کہاں ہے''...... جولیا نے پوچھا۔

''اس کی چابی میرے پاس ہے''...... جوزف نے کہا۔ اس نے سامنے آ کر خنجر سے اپنی ایک انگلی پر زخم لگایا۔ اور جیسے ہی اس کی انگلی سے خون نکلا اس نے خون کے قطرے تالے پر ٹپکانے شروع کر دیئے۔ ابھی اس نے تالے پر خون کے چند قطرے ہی ڈالے تھے کہ اچانک تالا سیاہ دھوئیں میں تبدیل ہوا اور دھواں ہوا میں تحلیل ہوتا چلا گیا اور صندوق کے گرد لپٹی ہوئی زنجیریں یوں حرکت کرتی ہوئیں کھلتی چلی گئیں جیسے زندہ سانپ ہوں۔

''یہ تالا صرف پرنس مکاشو کے خون سے کھل سکتا تھا''۔ جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے صندوق کا ڈھکن اٹھا دیا۔ صندوق میں بے شمار تلواریں، نیزے، خنجر،

مالائیں، خشک پھول اور ایسی بہت سی عجیب و غریب چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر جوزف کے سیاہ چہرے پر بے پناہ سرخی آ گئی تھی۔ اس نے ان چیزوں کو اٹھا اٹھا کر بے اختیار چومنا شروع کر دیا۔ وہ رشیوں اور مہا رشیوں کی چیزیں حاصل کر کے بے حد خوش ہو رہا تھا۔ صندوق میں چار بڑی بڑی مشعلیں اور دیئے بھی تھے۔ اس نے مشعلیں نکال کر انہیں لائٹر سے روشن کیا تو ان مشعلوں کی ہر طرف تیز روشنی پھیل گئی۔ چار مشعلوں کی روشنی اتنی تیز تھی جیسے جنگل میں ہزار ہزار میگا واٹ کے کئی بلب روشن ہو گئے ہوں۔

''ان مشعلوں کی روشنی میں تابوش اور اس کا جناتی قبیلہ اندھا ہو جائے گا۔ وہ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے اور ہم ان ہتھیاروں سے ان سب کو ہلاک کر دیں گے''...... جوزف نے کہا اور اس نے صندوق سے تلواریں، نیزے اور خنجر نکال نکال کر ان سب میں تقسیم کرنے شروع کر دیئے۔

''جناتی قبیلے کے خاتمے کے بعد آپ سب یہ ہتھیار مجھے واپس کر دیں گے تاکہ آنے والے وقتوں میں ان سے میں دوسری شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کر سکوں''...... جوزف نے کہا اور ان سب نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ صندوق میں کافی سامان تھا۔ جوزف نے بھی اپنی ضرورت کا سامان لے لیا تھا۔ اس نے صندوق کا ڈھکن بند کر کے ان سب کی مدد سے صندوق وہیں

دفن کر دیا تھا کہ جناتی قبیلے کو ختم کر کے واپسی پر وہ یہاں سے صندوق لے جائے گا۔

جوزف نے انہیں بتایا کہ ان ہتھیاروں کی موجودگی میں تابوش اور اس کے جنات کو ان کی آمد کا پتہ نہیں چل سکے گا وہ سامنے آنے کے باوجود انہیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس لئے وہ ان جنات کو آسانی سے ہلاک کر دیں گے۔

جوزف مشعلوں کی روشنی میں انہیں اب جنگل کے دوسرے حصوں کی طرف لے جا رہا تھا۔ جہاں جہاں روشنی پڑ رہی تھی وہاں وہاں جنگل کی زندگیاں تہہ و بالا ہوتی جا رہی تھیں۔ ہر طرف جانور، سانپ اور بڑے بڑے اژدہے دور دوڑتے بھاگتے پھر رہے تھے۔

جوزف انہیں جنگل کے ایک ایسے حصے میں لے آیا جہاں بڑے بڑے درخت تھے اور ان درختوں پر گول اور بڑی بڑی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ مشعلیں لے کر جیسے ہی ان جھونپڑوں کے قریب آئے انہیں ہر طرف سے انتہائی تیز اور خوفناک چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر اچانک جھونپڑیوں سے سیاہ رنگ کے لمبے لمبے اور انتہائی لحیم و شحیم وحشیوں نے چھلانگیں لگانی شروع کر دیں۔ چھلانگیں لگاتے ہوئے وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے بری طرح سے چیخ چلا رہے تھے۔ انہوں نے اٹھ کر ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش کی مگر وہ سب آپس میں اور درختوں سے ٹکرا ٹکرا کر دوبارہ گر جاتے۔

"یہ جنات قوم ہے۔ ان سب کو ہم نے ہلاک کرنا ہے۔ اس روشنی میں یہ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے اور یہ روشنی انہیں کہیں بھاگنے بھی نہیں دے گی"...... جوزف نے کہا اور ان سب نے اثبات میں سر ہلائے اور جنات کی طرف دوڑ پڑے اور انہوں نے سیاہ صندوق کے ہتھیاروں سے وحشیوں پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ وہ جیسے ہی نیزہ، تلوار، خنجر یا ڈنڈا جس وحشی کو مارتے تھے وہ وحشی یکلخت دھواں بن کر غائب ہو جاتا تھا۔

جنات کی بہت بڑی تعداد تھی جو پاگلوں کی طرح ادھر ادھر چیختے چلاتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ لیکن وہ چونکہ مشعلوں کی روشنی سے بھاگ نہیں سکتے تھے اور اندھے ہونے کی وجہ سے ان پر جوابی وار بھی نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ انتہائی جوش و خروش سے ان وحشی جنات کا خاتمہ کرتے جا رہے تھے۔ وحشیوں کو تلواروں اور نیزوں سے دھواں بن کر غائب ہوتے دیکھ کر سلیمان اور قاسم کا بھی حوصلہ بڑھ گیا اور وہ چیخیں مارتے ہوئے ان جنات پر پل پڑے۔

"باس۔ آپ ان سب کا خاتمہ کریں۔ میں ان کی جھونپڑیوں میں جا کر بچوں کو تلاش کرتا ہوں"...... جوزف نے بھاگ کر عمران کے قریب آ کر کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور جوزف مڑ کر ان درختوں کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں گول جھونپڑیاں تھیں۔

جوزف جھونپڑیوں میں ان بچوں کو تلاش کرنے لگا جن کے

لئے وہ خاص طور پر وہاں آئے تھے اور پھر انہیں دو الگ الگ جھونپڑیوں میں وہ تینوں بچے مل گئے۔ بچے زندہ تھے اور صحت مند بھی۔ ان جنات نے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے بچوں کی صحت کا پورا پورا خیال رکھا ہوا تھا۔ تینوں بچوں کو اٹھا کر وہ احتیاط سے نیچے لے آیا۔ اس نے عمران کو بتایا کہ اسے بچے مل گئے ہیں تو عمران بے حد خوش ہوا۔ اس نے تینوں بچوں کو پیار کیا۔ جوزف نے ہی اسے بتایا تھا کہ ان میں سے کون سا ثریا کا بیٹا ہے کیونکہ عمر میں وہ تینوں بچے ایک جتنے تھے اور ان کا قد کاٹھ اور رنگ روپ بھی ایک جیسا ہی تھا۔ جوزف نے وہ بچے جولیا، رشیدہ اور روزا کو سنبھالنے کے لئے دے دیئے اور پھر عمران اور کرنل فریدی ان سے مشعلیں لے کر جوزف کے کہنے پر جناتی قبیلے کو آگ لگانے میں مصروف ہو گئے۔

درختوں اور جھونپڑیوں نے جلد ہی آگ پکڑ لی۔ بے شمار جنات کو وہ دھواں بنا کر اڑا چکے تھے۔ انہوں نے چونکہ ہر طرف مقدس مشعلوں سے آگ لگائی تھی اس لئے جوزف کا کہنا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی اس آگ سے نہیں بچ سکے گا۔ اس لئے وہ سب وہاں سے نکل آئے۔ راستے میں جوزف نے ایک لمبے تڑنگے اور انتہائی طاقتور وحشی کو دیکھا۔ وحشی زمین پر گرا ہوا دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھے حلق کے بل چیخ رہا تھا۔ تیز روشنی کی وجہ سے اس کی آنکھیں جل رہی تھیں اور وہ وہاں گرا بری طرح سے تڑپ اور چیخ

رہا تھا۔ جوزف نے اس کا چہرہ دیکھا تو وہ اسے پہچان گیا وہ تابوش تھا۔ جوزف نے آگے جا کر اسے تلوار ماری تو ہلکا سا دھماکا ہوا اور تابوش کا وجود بھی سیاہ دھواں بن کر بکھرتا چلا گیا۔

جوزف مشعلوں کی روشنی میں انہیں جنگل کے پرانے کھنڈرات میں بھی لے گیا اور اس نے تہہ خانے میں جا کر تابوت میں موجود موکات کو بھی مشعل سے آگ لگا کر جلا دیا۔ انہی کھنڈرات کے دوسرے حصے میں ایک سیاہ رنگ کا شیطانی بت تھا جس کے قدموں میں ان تین بچوں کی بھینٹ دے کر جناتی قبیلہ اسے جگانا چاہتا تھا۔ جوزف نے تلوار مار مار کر بت پاش پاش کر دیا اور پھر وہ دوبارہ جنگل کے اس حصے کی طرف بڑھتے چلے گئے جہاں سے انہوں نے مقدس ہتھیاروں والا سیاہ صندوق نکالا تھا۔

چلتے چلتے یکلخت کرنل فریدی رک گیا۔ اسے رکتے دیکھ کر نہ صرف عمران بلکہ ان کے تمام ساتھی بھی رک گئے تھے۔ کرنل فریدی کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی طاری ہو گئی تھی اور وہ اس وقت واقعی ہارڈ سٹون معلوم ہو رہا تھا۔

''کیا ہو گیا پیر و مرشد۔ خدانخواستہ چلتے چلتے آپ کو کسی سانپ نے تو نہیں سونگھ لیا''...... عمران نے اسے رکتے دیکھ کر پوچھا۔ کرنل فریدی کو رکتے دیکھ کر وہ سب بھی رک گئے۔ کرنل فریدی کے چہرے پر تشویش کے سائے لہرا رہے تھے۔

''سس۔ سس۔ سانپ۔ ارے ارے ہٹاؤ۔ کک۔ کک۔ کہاں ہے۔ کدھر ہے''...... سانپ کا نام سن کر قاسم نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا اور وہ اس بری طرح اور بے ہنگم انداز میں اچھلنے لگا جیسے اسے خطرہ ہو کہ سانپ اس کے پاؤں پر نہ کاٹ لے۔ اسے

اس طرح بے ہنگم انداز میں اچھلتے ہوئے دیکھ کر وہ سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''تم نے کچھ محسوس کیا''...... کرنل فریدی نے سر اٹھا کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ میں کافی دیر سے محسوس کر رہا ہوں کہ آپ جناتی قبیلے کو ختم کرنے کے بعد بھی پھونک مار کر بجھانے والے دیئے کی طرف بجھے ہوئے ہیں جیسے اب بھی آپ کے ذہن سے زابیلا کے سحر کا اثر مکمل طور پر ختم نہ ہوا ہو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں مذاق نہیں کر رہا ہوں عمران''...... کرنل فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ میرے پیر و مرشد ہیں۔ میں بھلا آپ سے مذاق کرنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہوں۔ میں آپ سے مذاق کروں تو تنویر کا سر نہ گنجا ہو جائے''...... عمران نے بڑے انکسارانہ لہجے میں کہا اور تنویر اسے غصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔

''ہمیں باقاعدہ مانیٹر کیا جا رہا ہے''...... کرنل فریدی نے اس کی بات پر توجہ دیئے بغیر کہا اور اس کی بات سن کر نہ صرف عمران بلکہ ان کے سب ساتھی بھی چونک پڑے۔

''مانیٹر۔ کیا مطلب۔ کون ہمیں مانیٹر کر رہا ہے۔ ہم زابیلا اور ہابیلا کے ساتھ ساتھ اب جناتی قبیلے کو بھی ختم کر چکے ہیں پھر اب

یہاں کون رہ گیا ہے جو ہمیں مانیٹر کرے''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہمیں ماورائی طاقتیں اور جنات نہیں۔ کوئی انسان مانیٹر کر رہا ہے وہ بھی سائنسی طریقے سے''...... کرنل فریدی نے اسی انداز میں کہا اور وہ سب چاروں طرف دیکھنے لگے۔

''اوہ۔ تو کیا یہاں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے''...... روزا نے پوچھا۔

''ہاں''...... کرنل فریدی نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اور پھر وہ غور سے ارد گرد دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نظریں جیسے ہی درختوں کے پتوں پر پڑیں وہ بے اختیار چونک پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ کرنل فریدی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہمیں واقعی مانیٹر کیا جاتا رہا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کیا جاتا رہا ہے۔ کیا مطلب''...... کرنل فریدی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ ان درختوں کے پتوں کے بدلے ہوئے رنگ دیکھ کر کہہ رہے ہیں نا''...... عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ پتوں کا رنگ سبز ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے سنہری بھی ہو رہا ہے اور وقفے وقفے سے ان پتوں پر سنہری چمک بھی پیدا ہوتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان جنگلوں میں کراوٹ ڈیم ریز پھیلائی گئی ہیں۔ ان ریزز سے پودوں اور درختوں کے پتوں پر

اثر ہوتا ہے اور پھر پودے اور پتے جو آکسیجن چھوڑتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں۔ کراوٹ ڈیم ریز ان کے ساتھ مل کر نشریاتی رابطہ کرنے والے سگنلز بنانا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ سگنلز کسی بھی سیٹلائٹ سے کیچ کر کے کراوٹ رسیور مشین پر بھیجے جا سکتے ہیں اور کراوٹ مشین پر اگر سکرین لگی ہو تو ان پتوں اور پودوں کے ساتھ ساتھ ارد گرد کے ماحول کو بھی کسی کیمرے کی آنکھ کی طرح لائیو دیکھا جا سکتا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا تو وہ سب چونک کر وہاں موجود پودوں اور درختوں کے پتوں کی طرف دیکھنے لگے جن پر واقعی انہیں ہلکا ہلکا سنہری رنگ نظر آ رہا تھا وہ رنگ وقفے وقفے سے چمک بھی رہا تھا۔

''بالکل ٹھیک کہا ہے آپ نے پیر و مرد۔ لیکن ایک بات اور بھی ہے کہ جب کراوٹ مشین سے باقاعدگی سے مانیٹر کیا جا رہا ہو تو پتوں اور پودوں کے رنگ سنہرے ہی رہتے ہیں اس طرح وقفے وقفے سے فلیش نہیں کرتے جیسے اب کر رہے ہیں۔ سنہری رنگ کے فلیش ہونے کا مطلب ہے کہ کراوٹ مشین اس وقت یا تو بند ہے یا پھر اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے اسی لئے پتوں پر سنہری رنگ فلیش کرتا دکھائی دے رہا ہے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ یس۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ بات واقعی میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔ لیکن بہرحال یہاں کراوٹ ڈیم ریز موجود ہے جس کا مطلب ہے کہ ہمیں باقاعدگی سے چیک کیا جاتا رہا ہے

کیونکہ میں نے پہلے بھی کئی بار پتوں پر سنہری رنگ دیکھا تھا۔ لیکن چونکہ میں سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا اس لئے اس وقت ان ریز پر میں کیسے دھیان دے سکتا تھا''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''کرنل صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ واقعی یہاں کراوٹ ڈیم ریز کیسے پھیلائی گئی ہے۔ اس ریز کے یہاں ہونے کا تو یہی مطلب ہے کہ ہم دو پارٹیوں کے علاوہ یہاں تیسری بھی کوئی پارٹی موجود ہے''...... صفدر نے کہا۔

''تیسری پارٹی۔ لیکن تیسری پارٹی یہاں کیا کرنے آئی ہو گی''...... انسپکٹر ریکھا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ یہ جنگل ہماری جاگیر تو نہیں ہے۔ یہاں کوئی اور بھی تو آ سکتا ہے''...... کیپٹن حمید نے منہ بنا کر کہا۔

''وہ جو بھی ہے لیکن وہ ہمیں مانیٹر کیوں کر رہا ہے''...... جولیا نے بھی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مجھے بھی خطرہ محسوس ہو رہا ہے باس اگر آپ اجازت دو تو میں کچھ معلوم کروں''...... جوزف نے قدرے پریشان لہجے میں کہا۔

''تمہیں ہم سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ تم جنگل پرنس ہو اور اس وقت اپنے آبائی قسم کے جنگل میں ہی موجود ہو اس لئے یہاں تو ہماری کم اور تمہاری زیادہ چلے گی۔ ہمیں تو تمہارے ہر حکم کے سامنے سر جھکانا پڑے گا ورنہ تم اگر کہیں بھاگ گئے تو ہم

یہاں بے چارے، بے چاری بن کر بھٹکتے ہی رہ جائیں گے''...... عمران نے معصوم سی صورت بنا کر کہا اور وہ سب مسکرا دیئے۔

''نو باس۔ میں بھلا آپ کو چھوڑ کر کہاں بھاگ سکتا ہوں۔ آپ بس چند منٹ انتظار کریں میں ابھی معلوم کر لیتا ہوں کہ یہاں ہمارے علاوہ اور کون ہے اور وہ یہاں کیا کرنے کے لئے آیا ہے''...... جوزف نے کہا اور عمران نے اثبات میں ہلایا تو جوزف نے اپنا سارا سامان چوہان کو پکڑایا اور تیزی سے دائیں طرف موجود گھنی جھاڑیوں کے پیچھے بھاگتا چلا گیا۔

''لو کہہ رہا تھا کہ میں بھاگ کر نہیں جاؤں گا''...... عمران نے منہ بنا کر کہا تو وہ سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔

''لیکن یہ گیا کہاں ہے''...... انسپکٹر ریکھا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اپنے صدیوں پرانے باپ کی روح سے ملنے گیا ہو گا اور اس نے کہاں جانا ہے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا اور اس کی بات سن کر عمران کے ساتھی مسکرا دیئے جبکہ کرنل فریدی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے جیسے انہیں سلیمان کی بات کی سمجھ نہ آئی ہو کیونکہ وہ فادر جوشوا کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

''باپ کی روح۔ وہ بھی صدیوں پرانی۔ ارے باپ رے۔ کیا اب بھی روحیں موجیں باقی رہ گئی ہیں اور وہ بھی جندہ''...... قاسم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔ جولیا نے

انہیں فادر جوشوا کے بارے میں بتایا تو وہ سب خاموش ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں جوزف جس طرح بھاگ کر گیا تھا اسی طرح سے بھاگتا ہوا واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر بوکھلاہٹ ناچ رہی تھی۔

''باس۔ باس''...... جوزف نے دور سے ہی عمران کو پکارنا شروع کر دیا۔

''بھائی قریب تو آ جاؤ۔ تم تو دور سے ہی باس باس کہنا شروع ہو گئے ہو۔ یہاں میرے ساتھ اور بھی بہت سے افراد ہیں۔ کیا معلوم تم کسے باس کہہ رہے ہو''...... عمران نے کہا۔ جوزف چند ہی لمحوں میں اس کے قریب آ گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی پریشانی کے تاثرات تھے اور اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے جیسے وہ کسی سرد جھیل سے ٹھٹھرتا ہوا نکل کر آیا ہو۔

''غضب ہو گیا باس۔ غضب ہو گیا''...... جوزف نے بڑے بوکھلائے ہوئے کہا۔

''کچھ نہ کچھ تو ہونا تھا۔ چلو جو ہوا ہے تمہیں اس کا پتہ تو چل گیا ہے نا ورنہ تم خواہ مخواہ سلیمان کی طرح بن بیوی کے بچے کے باپ بن جاتے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے بن ماں کی بجائے جان بوجھ کر 'بیوی' کا لفظ استعمال کیا تھا اور سلیمان اس کی بات کا مطلب سمجھ گیا تھا کہ عمران کس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ فلیٹ میں آنے والے بچے کے بارے میں چونکہ سب کو پتہ تھا اس لئے وہ عمران کے فقرے پر ہنس پڑے تھے۔

''یہاں۔ کاتوم کا پجاری بھگوتا بھی موجود ہے باس۔ وہ بھی ہماری طرح رشیوں اور مہا رشیوں کا خزانہ ہی حاصل کرنے کے لئے آیا ہے اور اس نے ہماری غیر موجودگی کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ ہم جناتی قبیلہ فنا کرنے گئے تھے اور ہم نے احتیاط کے لئے صندوق وہیں دفنا دیا تھا جہاں سے ہم نے نکالا تھا۔ بھگوتا ٹھیک اس جگہ اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ موجود ہے اور اس نے صندوق نکال کر کہیں اور چھپا دیا ہے''...... جوزف نے پریشان انداز میں کہا اور وہ سب چونک پڑے۔

''کاتوم اور بھگوتا سے تمہاری کیا مراد ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا کیونکہ یہ نام اس نے زندگی میں پہلی بار ہی سنے تھے۔

''کاتوم اس مہا ساحر کا نام ہے جو ساحروں کا ساحر سمجھا جاتا ہے اور اس کا پجاری بھگوتا کہلاتا ہے۔ یہاں جو شخص موجود ہے اس کا اصلی نام بلیک ہے۔ ڈاکٹر بلیک جو خود بھی ایک ساحر ہے۔ اس کا تعلق ایکریمی ریاست ڈاس سے ہے وہ بھگوتا بنا ہوا ہے اور یہاں سے سیاہ صندوق حاصل کرنے کے لئے آیا ہے''...... جوزف نے کہا اور پھر اس نے ڈاکٹر بلیک کے بارے میں انہیں بتانا شروع کر دیا۔ اس کی باتیں سن کر وہ سب پریشان ہو گئے تھے۔

''اوہ۔ کیا وہ صندوق لے کر یہاں سے چلا گیا ہے''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"نہیں۔ ابھی نہیں۔ وہ اور اس کے ساتھی اسی جگہ چھپے ہوئے ہیں جہاں میں نے صندوق چھپایا تھا چونکہ ڈاکٹر بلیک اس صندوق کو نہیں کھول سکا تھا اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہیں رک گیا ہے۔ وہ اس صندوق کو اسی صورت میں کھول سکتا ہے جب وہ اپنے خون کے چند قطروں کے ساتھ میرے خون کے بھی چند قطرے صندوق کے کنڈے پر گرائے۔ ورنہ وہ لاکھ کوشش کر لے وہ صندوق نہیں کھول سکے گا۔ اس لئے وہ میرے ساتھ سب کو ہلاک کرنے کے لئے چھپ گیا ہے تاکہ ہم جیسے ہی وہاں جائیں اس کے ساتھی ہمیں ہلاک کر دیں"...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اگر وہ اس طرف موجود ہیں تو ہم دوسری طرف سے گھوم کر جاتے ہیں اور پیچھے سے جا کر ان پر حملہ کر دیتے ہیں"...... طارق نے کہا۔

"ہاں۔ یہ مناسب رہے گا۔ لیکن"...... عمران کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا"...... کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ ہم انہیں پہلے سامنے لائیں اور پھر ان کا شکار کریں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے"...... طارق نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہم نے ہارڈ بلاکس پہن رکھے ہیں۔ ان ہارڈ بلاکس پر گولیوں

اور بموں کا اثر نہیں ہوتا۔ ہم اس طرف جاتے ہیں جہاں جوزف نے صندوق چھپایا تھا۔ جیسے ہی ہم وہاں جائیں گے وہ ہم پر فائرنگ کرنا شروع کر دیں گے۔ ہمیں وہاں تھوڑا سا ڈرامہ کرنا ہو گا۔ گولیاں ہمیں لگیں گی ضرور لیکن ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ جیسے ہی گولیاں چلیں گی ہم چیختے اور تڑپتے ہوئے وہاں گر جائیں گے اور ہمیں ہٹ ہوتے دیکھ کر وہ سب جہاں جہاں چھپے ہوں گے خود ہی سامنے آ جائیں گے۔ جیسے ہی وہ سامنے آئیں پیچھے سے باقی سب ان پر حملہ کر دیں اور ہم بھی اٹھ جائیں گے اور وہ ہمیں بھوت سمجھ کر جس طرف بھی بھاگیں گے موت ان کے سامنے ہو گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ لیکن جاتے جاتے ہمیں تھوڑے سے میگزین دے جاؤ۔ ہمارے پاس گنیں تو ہیں لیکن ہمارے میگزین ہوبانی قبیلے والوں کی لڑائی میں ختم ہو چکے ہیں"...... کرنل فریدی نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اس نے اور اس کے ساتھیوں نے انہیں اپنے بیگوں سے فالتو میگزین نکال کر دے دیئے۔ جنہیں وہ اپنے گنوں میں لوڈ کرنے لگے۔

"جولیا۔ سلیمان تم دونوں کرنل فریدی کے ساتھ رہو۔ ہمارے پیچھے جتنے زیادہ افراد رہیں اتنا ہی اچھا ہے اور تم سب میرے ساتھ آؤ"...... عمران نے کہا تو جولیا اور سلیمان نے اثبات میں سر ہلا

دیئے اور جوزف، صفدر، تنویر، چوہان، نعمانی، خاور اور صدیقی، عمران کے ساتھ ہو لئے۔

جیسے ہی عمران اپنے ساتھیوں کو لے کر گیا کرنل فریدی نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور وہ جھاڑیوں کی طرف بڑھ گئے اور دوسرے راستے سے اس طرف بڑھنے لگے جہاں جوزف نے صندوق گاڑا تھا۔ اس طرف جھاڑیاں گھنی اور کافی بڑی بڑی تھی اس لئے وہ ان جھاڑیوں میں چھپ کر آسانی سے آگے جا رہے تھے۔ جھاڑیاں بارش ہونے کی وجہ سے خاصی گیلی ہو چکی تھیں اس لئے ان کے ہلنے اور آپس میں ٹکرانے سے کوئی آواز پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اچانک ماحول مشین گنیں چلنے کی تیز آوازوں کے ساتھ عمران اور اس کے ساتھیوں کی تیز چیخوں سے گونج اٹھا۔

فائرنگ اور اپنے ساتھیوں کی چیخیں سن کر ان کے قدم اور تیز ہو گئے اور پھر وہ عقب سے ہوتے ہوئے ٹھیک اس جگہ پہنچ گئے جہاں اس کے ساتھی گرے ہوئے تھے۔ جس جگہ جوزف نے صندوق گاڑا تھا وہاں اب ایک بڑا سا گڑھا دکھائی دے رہا تھا۔

اپنے ساتھیوں کو وہاں گرے دیکھ کر وہ سب تیزی سے دائیں بائیں پھیلتے چلے گئے۔ ابھی عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف کوئی نہیں آیا تھا۔ شاید وہاں چھپے ہوئے مسلح افراد ان کے باقی

ساتھیوں کے وہاں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی یوں پڑے ہوئے تھے جیسے وہ واقعی ہٹ ہو گئے ہوں۔ پھر ان سب نے مختلف درختوں کے پیچھے سے اور درختوں کے اوپر سے کئی افراد کو چھلانگیں لگاتے دیکھا جنہوں نے ایک جیسے سیاہ لباس پہن رکھے تھے اور ان لباسوں پر سفید رنگ کی دھاریاں تھیں۔

ان افراد کی تعد ساٹھ ستر کے قریب تھی۔ انہیں دیکھ کر کرنل فریدی نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ جیسے ہی سیاہ لباس والے مسلح افراد عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف بڑھے اسی لمحے عمران اور اس کے ساتھی فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے نیچے چھپائی ہوئی مشین گنیں اٹھائیں اور ماحول ایک بار پھر مشین گنوں کی تیز آوازوں اور انسانی چیخوں سے گونجنا شروع ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو حملہ کرتے دیکھ کر کرنل فریدی کے ساتھی بھی تیزی سے فائرنگ کرتے ہوئے قریب جانے لگے۔

سیاہ لباس والے جو اطمینان سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو لاشیں سمجھ کر ان کی طرف بڑھ رہے تھے انہیں اچانک اٹھ کر کھڑے ہوتے دیکھ کر وہیں ٹھٹک گئے تھے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے ان پر جیسے چاروں طرف سے قیامت سی ٹوٹ پڑی۔

کرنل فریدی بھی فائرنگ کرتا ہوا ان کی طرف بھاگا تو اچانک اسے ایک درخت پر سے ایک ادھیڑ عمر آدمی جس نے سیاہ لباس

پہن رکھا تھا چھلانگ لگا کر نیچے اترا اور اٹھ کر وہاں سے بھاگتا دکھائی دیا۔ کرنل فریدی نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کر کے فائرنگ کی لیکن وہ شخص بے حد پھرتیلا تھا۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے دوسری طرف گھنی جھاڑیوں میں بھاگ گیا تھا۔ کرنل فریدی تیزی سے اس طرف بھاگا جس طرف وہ ادھیڑ عمر گیا تھا۔

کرنل فریدی اچھلتا ہوا جھاڑیوں میں بھاگ رہا تھا اور اس کے آگے بھاگنے والا ادھیڑ عمر بھی اسی کے انداز میں اچھلتا ہوا جا رہا تھا اس لئے وہ کرنل فریدی کو کبھی کبھار دکھائی دے رہا تھا۔ فاصلہ زیادہ ہونے اور ادھیڑ عمر کے زگ زیگ انداز میں بھاگنے کی وجہ سے کرنل فریدی اس پر فائرنگ نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اچانک کرنل فریدی نے ایک جوزف جیسے لمبے تڑنگے سیاہ فام کو نہایت غضبناک انداز میں بھاگ کر اپنی طرف آتے دیکھا تو کرنل فریدی نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ ہوئی اور دوسرے لمحے اس نے سیاہ فام کو حلق کے بل چیختے ہوئے اچھل کر نیچے گرتے دیکھا۔ کرنل فریدی بھاگتا ہوا اس سیاہ فام کے قریب گیا تو اس نے دیکھا وہ سیاہ فام ہلاک ہو چکا تھا۔ کرنل فریدی کی چلائی ہوئی گولیاں اس سیاہ فام کے چہرے، سر اور آنکھوں پر لگی تھیں۔

کرنل فریدی نے اسے چھوڑ کر اس ادھیڑ عمر کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں لیکن وہ آدمی اسے کہیں دکھائی نہیں دیا۔ کرنل

فریدی تیزی سے اس طرف بڑھا جس طرف سے یہ سیاہ فام آیا تھا۔ ظاہر ہے اسے اسی ادھیڑ عمر نے اس کی طرف بھیجا تھا جو وہاں سے بھاگ رہا تھا۔ کرنل فریدی ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ اسے وہ ادھیڑ عمر ایک طرف بھاگتا ہوا دکھائی دیا۔ اس ادھیڑ عمر نے سر پر وہی سیاہ صندوق اٹھا رکھا تھا جسے جوزف نے زندہ ہاتھ کے نیچے سے زمین کھود کر نکالا تھا۔ صندوق دیکھ کر کرنل فریدی کو یقین ہو گیا کہ وہ ادھیڑ عمر ڈاکٹر بلیک ہے جسے جوزف نے بھگوتا کہا تھا۔ وہ صندوق لے کر وہاں سے بھاگا جا رہا تھا۔ اس پر نظریں پڑتے ہی کرنل فریدی کے پیروں کو جیسے پر لگ گئے وہ ڈاکٹر بلیک کے پیچھے بے تحاشہ بھاگنا شروع ہو گیا۔

ڈاکٹر بلیک بھی بار بار پلٹ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی رفتار بڑھاتا جا رہا تھا لیکن کرنل فریدی اب بھلا اسے کہاں جانے دے سکتا تھا۔ جیسے ہی فاصلہ کم ہوا۔ کرنل فریدی کی مشین گن گرجی اور گولیاں ٹھیک ڈاکٹر بلیک کی ٹانگوں پر پڑیں۔ ڈاکٹر بلیک کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ اچھل کر اس بری طرح سے گرا کہ اس کے ہاتھوں سے سیاہ صندوق نکل کر دور جا گرا۔

کرنل فریدی بھاگتا ہوا ڈاکٹر بلیک کے نزدیک آ گیا جس کی دونوں ٹانگیں گولیوں سے چھلنی ہو چکی تھیں۔ وہ بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔

''تو تم ہو ڈاکٹر بلیک جو یہ سیاہ صندوق لینے کے لئے آئے

تھے''...... کرنل فریدی نے مشین گن کا رخ اس کے سینے کی طرف کرتے ہوئے غرا کر کہا۔

''ہاں ہاں۔ میں ڈاکٹر بلیک ہوں۔ مم۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ مجھے معاف کر دو۔ مم۔ مم۔ میں''...... ڈاکٹر بلیک نے مشین گن کا رخ اپنی طرف دیکھ کر بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کا رنگ لٹھے کی طرح سفید ہو گیا تھا۔ مکاشو اور اس کے ساتھیوں کو جب اس نے گولیاں کھانے کے باوجود زندہ اٹھتے اور اپنے ساتھیوں پر حملہ کرتے دیکھا تو اس کی جان پر بن آئی تھی۔ اس لئے وہ فوراً درخت سے اتر کر بھاگ گیا تھا کہ اور کچھ نہیں تو ہاتھ آیا ہوا سیاہ صندوق ہی وہاں سے لے جائے۔ لیکن یہ اس کی بدقسمتی ہی تھی کہ اسے کرنل فریدی نے بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اس کے پیچھے آ گیا تھا۔

''تو تم شیطان کے نمائندے ہو''...... کرنل فریدی نے غراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ نن۔ نن۔ نہیں۔ نہیں''...... ڈاکٹر بلیک نے بری طرح سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مم۔ مم۔ مجھے چھوڑ دو۔ تم نے میری شکتی شالی طاقت آگورا کو بھی ہلاک کر دیا ہے اور میرے سارے ساتھی بھی مارے گئے ہیں۔ مم۔ مم۔ مجھے جانے دو۔ میں یہ سیاہ صندوق بھی یہیں چھوڑ دوں گا۔ کچھ نہیں چاہئے مجھے۔ میں یہاں سے خالی ہاتھ ہی واپس چلا

جاؤں گا''...... ڈاکٹر بلیک نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔ تم نے دھوکے سے میرے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے اور تم شیطان کے نمائندے ہو اس لئے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا''...... کرنل فریدی نے غرا کر کہا اور اس نے مشین گن کے ٹریگر پر دباؤ ڈالا ہی تھا کہ اسے عقب سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ کرنل فریدی نے چونک کر دیکھا تو اسے جوزف اور عمران بھاگ کر اس طرف آتے دکھائی دیئے۔

''رک جائیں کرنل صاحب۔ ڈاکٹر بلیک کو ہلاک نہ کریں۔ اسے زندہ رہنے دیں''...... جوزف نے کرنل فریدی کو دیکھ کر دور سے چیختے ہوئے کہا تو کرنل فریدی کی انگلی ٹریگر سے ہٹ گئی۔ چند ہی لمحوں میں عمران اور جوزف اس کے نزدیک پہنچ گئے۔

''کیوں۔ کیا ہوا تم نے اسے ہلاک کرنے سے مجھے کیوں روک دیا ہے''...... کرنل فریدی نے جوزف کی جانب تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''دھیرج سے کام لیں پیر و مرشد۔ آپ نے اسے زخمی کر دیا ہے یہی کافی ہے۔ اس کے دونوں پیر زخمی ہیں اب یہ ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ نہ اب کوئی سحر کر سکتا ہے اور نہ ہی یہاں سے بھاگ سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''لیکن یہ ساحر ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑ سکتا''...... کرنل

فریدی نے منہ بنا کر کہا۔

"اگر آپ نے اسے ہلاک کر دیا تو ہم یہاں سے جائیں گے کیسے"...... عمران نے کہا۔

"کیا مطلب"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"ہم نے اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہاں صندوق نہ دیکھ کر میں پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً فادر جوشوا سے رابطہ کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ صندوق کہاں ہے۔ فادر جوشوا سے ہی مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ ڈاکٹر بلیک کے پیچھے گئے ہیں اس لئے میں باس کو لے کر اس طرف آ گیا تھا۔ آپ نے فائرنگ کر کے اس کی سب سے بڑی طاقت اوگارا کو بھی فنا کر دیا ہے۔ اوگارا کی دونوں آنکھوں میں ایک ساتھ گولیاں لگی تھیں اس لئے اسے فنا ہونے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں لگی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ بھگوتا کے دونوں پیر زخمی ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہ اب ساحر اعظم بھی نہیں رہا ہے اسی لئے میں نے دور سے ہی آپ کو چیخ کر اسے ہلاک کرنے سے روک دیا تھا"...... جوزف نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ یہ زخمی ہے تو کیا ہوا۔ ہے تو یہ شیطان کا پیرو کار۔ اسے ہلاک کرنے سے تم مجھے کیوں روک رہے ہو یہ بتاؤ"...... کرنل فریدی نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"میں بتاتا ہوں پیر و مرشد۔ میں بتاتا ہوں۔ آپ تھوڑا چھری

تلے دم تو لیں۔ اوہ۔ نہیں نہیں۔ مشین گن تلے۔ ارے ہپ۔ وہ وہ"...... عمران نے بوکھلاتے ہوئے کہا اور کرنل فریدی اس کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا۔

"بتاؤ"...... کرنل فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"یہ یہاں ایک بحری جہاز سے آیا تھا اور ہمارے پاس ایسے کوئی ذرائع نہیں ہیں کہ ہم یہاں سے واپس جا سکیں۔ یہ ساحر ہے اور یہ ایسے راستے جانتا ہے جو محفوظ اور چھوٹے ہیں۔ زخمی ہونے کی وجہ سے چونکہ یہ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اس لئے ہم اسے اپنے ساتھ اس جگہ لے جائیں گے جہاں اس کا شپ لنگر انداز ہے۔ وہاں اس کے چند ایک ساتھی ہوں گے جنہیں ہم قابو میں کر کے ان کے جہاز پر قبضہ کر لیں گے۔ اس طرح ہمارے واپس جانے کا ذریعہ بن جائے گا اور اس کے ہمارے ساتھ ہونے کی وجہ سے ہم جنگل کی دوسری آفات سے بھی محفوظ ہو جائیں گے"...... عمران نے کہا تو کرنل فریدی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے گن ڈاکٹر بلیک کے سینے سے ہٹا دی۔

"ہم شپ تک پہنچ جائیں اس کے بعد آپ اسے ہلاک کر کے اپنا کڑوا پن ختم کر لینا جوزابیلا کے آپ کو اپنے قبضے میں کرنے کی وجہ سے اب تک آپ کے دل میں بھرا ہوا ہے کہ اس کمبخت نے آپ کو اپنے زیر اثر کیا تھا"...... عمران نے کہا تو کرنل فریدی دھیرے سے مسکرا دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں ان کے باقی ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے۔

جوزف نے اپنے بیگ سے رسی نکال کر ڈاکٹر بلیک کو مخصوص انداز میں باندھ دیا اور اس کی کنپٹی پر مکا مار کر اسے بے ہوش کر دیا تاکہ وہ چیخنا بند کر سکے۔ پھر جوزف نے آگے جا کر جھاڑیوں سے صندوق اٹھایا جو ڈاکٹر بلیک کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گرا تھا۔ جوزف نے سب سے مقدس ہتھیار واپس لے کر صندوق کھول کر اس میں رکھ دیئے اور صندوق بند کر کے اسے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا جبکہ جگدیش نے بے ہوش ڈاکٹر بلیک کو اٹھا لیا تھا۔ جوزف کو وہ تمام راستے بخوبی یاد تھے جہاں سے وہ ان سب کو تاریک جنگل میں لایا تھا۔ تاریک جنگل سے وہ انہیں اسی راستے سے باہر نکال کر لایا جہاں انہوں نے درخت گرا کر نہر پر پل بنائے تھے۔ وہ پل کراس کرتے ہوئے دوسری طرف آئے اور پھر جوزف نے صندوق سر سے اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اس کے کہنے پر جگدیش نے ڈاکٹر بلیک کو نیچے اتارا تو جوزف اس کے قریب آ گیا اور پھر جوزف، ڈاکٹر بلیک کو ہوش میں لے آیا جس نے ہوش میں آتے ہی ایک بار پھر چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ لیکن بھلا جوزف کو اس کے چیخنے چلانے کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ جوزف کے پاس ایک خنجر تھا اس نے ڈاکٹر بلیک کو ڈرایا دھمکایا تو ڈاکٹر بلیک انہیں ان راستوں پر سے لے جانے پر آمادہ ہو گیا جہاں سے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے جوزف سے یہ وعدہ بھی کر لیا تھا کہ اس کی موجودگی میں جنگل کا کوئی جانور اور کوئی آفت ان کے نزدیک نہیں آئے گی تو جوزف مطمئن ہو گیا۔

"ان چیزوں کو حاصل کر کے تمہارے وارے نیارے ہو گئے ہیں۔ ان ہتھیاروں اور مختلف چیزوں کی شکل میں شیطانوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے تمہیں جیسے عمرو عیار کی زنبیل ہی مل گئی ہے"...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس۔ میں بہت خوش ہوں۔ یہ تمام چیزیں میرے لئے خزانے سے کم نہیں ہیں۔ ان سب چیزوں سے میں شیطان کی دنیا میں تہلکہ مچا سکتا ہوں"...... جوزف نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ ڈارک ورلڈ سے ہم نے سیاہ صندوق بھی حاصل کر لیا ہے۔ شیطانی قبیلہ بھی ختم ہو گیا ہے اور تینوں بچے بھی ہمیں مل گئے ہیں اور اب ڈاکٹر بلیک بھی ہمارے قبضے میں ہے۔ یہ بتاؤ اب اور کیا کرنا ہے۔ میں اب جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ میں اس سلسلے سے بری طرح سے بور ہو چکا ہوں"...... کرنل فریدی نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کرنا کیا ہے۔ اب ہم واپس جائیں گے"...... عمران نے کہا۔

"اور یہ بچے"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"ایک بچہ ثریا کا ہے۔ وہ اسے مل جائے گا۔ باقی دو بچوں کو بھی میں ان کے ماں باپ تک پہنچانے کا بندوبست کر لوں گا"......

عمران نے جواب دیا۔

"ایسا کرو۔ تم اپنے بچے کو لے جاؤ۔ ان دو بچوں کو میں ان کے ماں باپ تک پہنچا دوں گا"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"اوکے۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے پیر و مرشد"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب تو ڈاکٹر بلیک بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اب ہمیں ان جنگلوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے"...... روزا نے کہا۔

"اگر کرنل صاحب اسے ہلاک کر دیتے تو ہم کیا کرتے۔ کیا اس کی بغیر ہم ان جنگلوں سے واپس نہیں جا سکتے تھے"...... انسپکٹر آصف نے کہا۔

"نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ شارٹ کٹ راستے جانتا ہے اور اس کا اپنا شپ بھی ہے اسی لئے اسے زندہ چھوڑا گیا ہے ورنہ ہمارے ساتھ جنگل ہنٹر طارق صاحب اور جنگل پرنس جوزف تو موجود تھے۔ یہ ہمیں ان مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچا کر لے جا سکتے تھے لیکن یہ ہمیں جن راستوں سے لے جاتے وہ طویل اور اسی طرح سے مصائب بھرے ہوتے جیسے ہم یہاں آئے تھے۔ اسی لئے میں نے جوزف کے کہنے پر پیر و مرشد کو ڈاکٹر بلیک کو زندہ رکھنے کا کہا تھا۔ کیوں جوزف"...... عمران نے کہا اور پھر جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔

"لیس باس"...... جوزف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جوزف ذمہ داری لے رہا ہے اس سے میں خوش ہوں۔ یہ واقعی تمہارا وفادار ہے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"کیوں آپ کچھ اور سوچ رہے تھے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں"...... کرنل فریدی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"کیا"...... عمران نے پوچھا۔

"یہی کہ اگر یہ اور طارق صاحب ہمیں ساتھ لے جانے سے انکار کر دیتے تو کیا ہوتا"...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ دونوں ہمیں ساتھ لے جانے سے انکار کر ہی نہیں سکتے"...... عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"یہ بات تم اس قدر وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"طارق صاحب آپ سے بڑے ہیں یہ آپ کا ساتھ چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتے اور رہا جوزف اگر یہ انکار کرتا تو......" عمران نے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔

"تو کیا"...... طارق نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تو میں اس کے پاؤں پڑ جاتا کہ بھائی ہمیں ان جنگلوں سے نکال دو ورنہ کرنل فریدی جو میرا پیر و مرشد ہے میری طرح کنوارہ مر جائے گا"...... عمران نے مسمسی سی صورت بنا کر کہا اور وہ سب بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

ختم شد